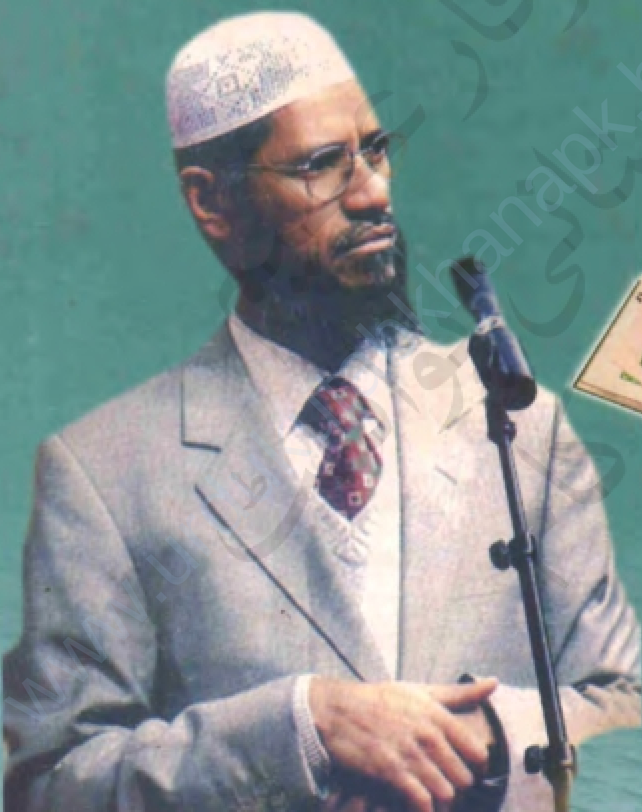
حقیقتِ اسلام

اعتراضات، سوالات وجوابات





ڈاکٹر ذاکر نائیک

مترجم: زاہد کلیم

انتساب

بڑے بھائیوں حامد ندیم پاشا، عابد وسیم،

بڑی بھابی اور سب سے بڑھ کر چھوٹی بہن

کے نام

(جنہوں نے میرے لیے والدین مرحوم کی شدید کمی کے احساس

کو کم تر کرنے کی بھرپور کوشش کی اور ہنوز کر رہے ہیں)

فہرست

حرفِ مترجم

زینہار ازاں قوم نباشی کہ فریبند
حق را بسجودے و نبیؐ را بہ درودے

میں نے جب سے حرف ولفظ کا معانی سے تحریری رابطہ بنانا، سمجھنا اور لکھنا محسوس کیا خود بھی اسی سلک میں پرویا گیا۔ قبل ازیں ڈاکٹر ذاکر نائیک کی کتاب حقیقتِ قرآن (ایک جدید سائنسی جائزہ) کا ترجمہ کرنے پر کھلا کہ تخلیقی ہنر کاری اپنی جگہ، ترجمے کا فن بھی خونِ جگر مانگتا ہے۔ میری پہلی کتاب کس قدر بامعنی رہی اور کس قدر پُراثر..... فیصلہ میرے قارئین ہی بہتر کر سکتے ہیں۔

کائنات میں شفاف ذہن اللہ تعالیٰ کی یقیناً بہترین ہے مگر ''قلبِ شفاف'' بہترین ہی نہیں، نادر و نایاب نعمتِ عظمیٰ ہے اور ڈاکٹر موصوف نے جس لطیف پیرایہء بیان میں ''احیائے مسلمین'' کی سعئ جانگداز کا بیڑا اُٹھایا ہے اس کے ٹمٹماتے قمقمے ان گنت ذہنوں اور دلوں کو نہ صرف ''فکرِ ثانی'' کی دعوت دیتے ہیں بلکہ کتنے ہی تاریک ''نہاں خانوں'' کو منور بھی کر چکے ہیں، کتنے ہی تن ہائے بے روح میں تحریکِ حیات بن کر سیماب صفتی سے جگمگانے لگے ہیں۔ المختصر شیخ احمد دیدات سے Inspired اس فردِ واحد کی حرکتِ اسلامی اب ایک تحریکِ اسلام میں ڈھل چکی ہے۔

عروقِ مردۂ مشرق میں خونِ زندگی دوڑا

اور اب حقیقتِ اسلام (اعتراضات، سوالات و جوابات) پیش کرتے ہوئے میں فزوں تر فخر محسوس کر رہا ہوں۔ پُراُمید ہوں کہ 'اسلام' کی مروجہ روش کج میں ضروری تزلزل برپا ہو کر رہے گا اور ہم بحیثیتِ اُمتِ مسلمہ اللہ تعالیٰ کے فطرتِ مثالی پر مبنی دین کو ذاتی تاویلات اور لفظی بکھیڑوں سے اُوپر اُٹھ کر معروضی سطح پر دیکھنے کے قابل ہو سکیں گے۔

حق را ز دلِ خالی از اندیشہ طلب کن
از شیشہء بے مے، مئے بے شیشہ طلب کن

میں عربی تصحیحِ متن کے لیے مخلص دوست عبدالمعید کا رُکن لفظوں سے شکریہ ادا کروں جنہوں نے نہایت مروت و مودّت سے میرا مسودہ ''بحیلہ می دُزد'' کر تمام آیاتِ قرآنی کی اپنے احسن حفظِ قران سے تصحیح کر چھوڑی۔ ندیم صدیقی نے کمپوزنگ کے دوران مجھ نووارد بساط کو گاہ بگاہ نہایت قیمتی اور مخلصانہ مشوروں سے نوازا۔ بڑے بھائی عابد وسیم اور ان کی اہلیہ کو سپاس نامہ پیش کروں تو بھی کم ہے کہ اُنہوں نے اپنے گھر میں خلوص و محبت سے میری ''ماورائے تمیزِ روز و شب'' تراجم کی سرگرمیوں کو گوارا کیا۔ گام گام حوصلہ افزائی کرنے والے محبی و مشفق نفیس صدیقی (ماہرِ تعلیم) کا ازحد ممنون ہوں، ایک مخلص اور خوش ذوق فرد عابدہ رحمٰن کے لیے جدا سراپا سپاس ہوں۔ اردو متن کی پروف ریڈنگ یارِ دلدار عاصم عثمانی کی حسین مہربانی ہے۔ علاوہ ازیں عزیز رفقاء عمران غفور، وقار مسعود، عبدالشکور فانی، شہباز احمد اور محمد کلیم کی محبتیں اور نوازشیں ناقابلِ فراموش ہیں کہ اس کارِ خیر میں یہی سب میرا زادِ راہ بنا۔

اسلام میں فکری رجحانات کا فقدان ہرگز ہرگز کوئی ہوشمندانہ مسلمانی کی علامت نہیں۔ مگر 9/11 جیسے واقعات نے بجا طور پر طوفانِ مغرب بن کر مسلمان کو مسلمان کر دیا ہے اور اسی تناظر میں وہ نت نئے سوالات بھی جنم لینے لگے ہیں جن سے اسلام کا تصور مسخ ہونے تک کی نوبت آ سکتی تھی۔ اندریں صورت ڈاکٹر ذاکر نائیک نے اپنے Peace Messiles سے صحیح اہداف کا بجا تعاقب شروع کیا، اعتراضات کے موزوں جواب دیئے، اسلام اور عیسائیت کے بیچ دیوار اُٹھانے والے مفسد اذہان کی بیخ کنی میں سرگرمِ عمل ہوئے اور کافی حد

تک کامیاب بھی ٹھہرے۔ مسلمان اور دہشت گردی کے ''کج فہمے میل'' سے کم از کم نیم مسلم اور غیر مسلم لوگوں نے اسلام کے بارے میں ''پوچھ گچھ'' شروع کر دی کہ آخر یہ کون سی قوم ہے جس کے افراد خود آگے بڑھ کر موت کو گلے لگانے پر تیار ہونے لگتے ہیں؟

روحِ محمدؐ اُس کے بدن سے نکال دو

یہی اعتراضات و سوالات کا سلسلہ بین المذاہب گفتگو کے سانچے میں ڈھلتا ہے اور کافی حد تک ڈھلا بھی ہے۔ اپنی اپنی جگہ مسلمان بھی ذہنی طور پر Comfort zone سے باہر نکلنے پر مجبور ہو رہے ہیں۔ صدیوں سے رُکے ہوئے علمی سفر کا احیاء لازم ہو چلا ہے۔ وہ تحریک جو اشاعرہ سے چلی، غزالی کے ہاتھوں بامِ عروج تک پہنچی اور بامتدادِ زمانہ دیگر صالحین و مجددین سے ہوتی ہوئی ''فکرِ اقبال'' میں ڈھلی، ایک بار پھر ڈاکٹر ذاکر نائیک کی نمائندگی میں عصرِ جدید کو پیغامِ نو سے آشنا کیے دے رہی ہیں۔ کتابِ ہذا اسی سلسلے کی کڑی ہے۔

اب مناسب ہے ترا فیض ہو عام اے ساقی

آپ کی نیک تمناؤں، مشوروں اور دُعاؤں کا منتظر

زاہد کلیم
0321-9505602
azahidkaleem@gmail.com

باب 1

اسلام اور ''مروّجہ'' اسلام میں وسیع فرق

سوال: اگر اسلام ہی بہترین ضابطہء حیات ہے تو کیوں اکثر مسلمان بددیانت ہیں، ناقابلِ اعتماد ہیں اور دھوکا دہی، رشوت خوری، منشیات کے کاروبار جیسی مکروہات میں ملوث ہیں؟

ذاکر نائیک۔

1. میڈیا اسلام کو بدنام کرتا ہے

اسلام بغیر کسی شک و شبہے کے بہترین دین ہے ضرور ہے مگر دنیا بھر کا نمائندہ ''میڈیا'' ان تھڑدلے مغربیوں کے ہاتھوں میں ہے جو اسلام کی نظریاتی طاقت سے لرزہ براندام ہیں۔ وہ اسلام سے نہایت خوفزدہ ہیں۔ مغرب کا الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا دونوں ہی دھڑادھڑ اسلام کے خلاف زہریلے مضامین نشر کرنے اور چھاپنے پر مامور ہیں۔ اکثر و بیشتر تو وہ اسلام کے بارے میں غلط اور گمراہ کن باتیں پھیلاتے ہیں، اگر اسلام کی عکاسی کریں بھی تو نہایت منفی انداز میں یہودیانہ طریقے سے کی جاتی ہے۔

ا۔ MEDIA شاید Many Easterns Decieved In America کا مخفف ہے کہ وہ امریکی خود تو ڈنکے کی چوٹ پر جو چاہیں، انسانی حقوق کے نام پر کرتے پھریں البتہ اہلِ مشرق بالخصوص مسلمان آہ بھی بھریں تو میڈیا پر ان کے چرچے دیدنی اور شنیدنی بنا دیے جاتے ہیں۔ امریکی میڈیا کے سخن کرشمہ ساز کے کیا کہنے کہ ابھی تک تو Twin Towers کی تحقیقات کا White Paper تک شائع نہیں ہو سکا اس معاملے میں White House کی متعدد سیاہ کاریاں بھی ''میڈیا'' کی سفید پوشی سمجھئے۔

الف) اگر کہیں کوئی بم وغیرہ پھٹے

تو سب سے پہلے میڈیا مسلمانوں کی طرح رُخ کر کے مفروضوں کی بنا پر الزامات کی بوچھاڑ کر دیتا ہے اور یقین کریں اخبارات کی شہ سرخیاں (غیر ثابت شدہ) مسلمان ملزم کے کرتوتوں کی مذمت سے چھلکی پڑتی ہیں۔ بعدازاں اگر حقیقت یوں کھلے کہ ذمہ دار ''بمبار'' تو کوئی غیر مسلم تھا تو اخبار کے کسی کونے کھدرے میں چھوٹی سی خبر ہوگی کہ اصل ملزم ہاتھ لگ گیا۔

ب) یک رُخی تصویر اور دوُرخا روّیہ

اگر کوئی 50 سالہ مسلمان کسی 15 سالہ لڑکی سے عقد بالرضا کرے تو یہ بات مغربی میڈیا کے اخبارات اپنے پہلے صفحوں پر جلی حروف میں لکھ لکھ اچھالیں گے لیکن جب کوئی ساٹھ (60) سالہ غیر مسلم چھ (6) سالہ بچی کو اپنی ہوس کا نشانہ بناتا ہے تو بالعموم ایسی خبر' اخبار کے اندرونی صفحات میں کہیں ''مختصر خبریں'' کے خانے میں چھپتی ہے۔ ہر روز امریکہ میں 2,713 کی شرح سے عورتوں کی عزت سے کھیلا جاتا ہے لیکن امریکیوں' غیر مسلموں کے یہ ''بدکارنامے'' سرے سے خبر ہی نہیں بنتے۔ چونکہ امریکہ میں یہ رواج' یہ طور حیات اتنا عام ہو چکا ہے کہ بدکاری کا ایسا قبیح فعل اب کوئی چونکانے' چونکنے والی بات نہیں رہی اس لئے اسے خبر کا درجہ ہی حاصل نہیں ہو پاتا۔

2۔ ہر جماعت میں کالی بھیڑیں موجود ہیں

مجھے پتا ہے بعض مسلمان ایسے ہیں جو بددیانت ہیں' دھوکے باز ہیں وغیرہ وغیرہ لیکن ذرا مغربی میڈیا کا طور چشمک بینی ملاحظہ ہو وہ ایسے مسلمانوں کو یوں پیش کرتے ہیں گویا دنیا بھر میں محض مسلمان ہی ہیں جو ایسے واقعات میں ملوث ہوتے ہیں۔ یقیناً ہر معاشرے' ہر گروہ' ہر جماعت میں کالی بھیڑوں کا وجود ممکن ہے مجھے علم ہے کہ بعض مسلمان بھی غیر مسلموں کے ساتھ ساتھ ڈھکے چھپے' شراب کے رسیا ہیں۔

3۔ مسلمان ''بحیثیت مجموعی'' بہترین قوم ہیں

کالی بھیڑوں کی موجودگی کے باوصف' بحیثیت مجموعی مسلمان دنیا کی بہترین جماعت

ہیں۔ ہم مسلمان شراب اور منشیات سے پرہیز کرنے والی دنیا کی سب سے بڑی جماعت پر مشتمل ہیں۔ اجتماعی طور پر دنیا بھر میں سب سے زیادہ خیرات (Charity) بانٹنے والی جماعت' ہم مسلمانوں کی جمعیت ہے۔ دنیا کی کوئی جماعت ایسی نہیں جو مسلمانوں کے سامنے مندرجہ امور میں پانی نہ بھرتی ہو۔

☆......عفت وعصمت کا تحفظ

☆......اعلیٰ درجے کی شائستگی اور متانت

☆......ارفع ترین انسانی حقوق

☆......میدانِ اخلاقیات

4۔ کار کو ڈرائیور کی کارکردگی سے مت پرکھیں

فرض کریں آپ اعلیٰ درجے کی ایک جدید ترین ماڈل کی ''مرسیڈیز'' گاڑی کی کارکردگی جانچنا پرکھنا چاہتے ہیں اور اس آزمائش کے لیے آپ گاڑی ایسے ڈرائیور کے ہاتھوں میں دے دیں جسے گاڑی چلانا تو کجا سٹیئرنگ ویل کو ڈھنگ سے پکڑنا تک نہ آتا ہو تو نتیجتاً وہ گاڑی کو ٹکرا کے تباہ کر ڈالے گا آپ ایسی صورت میں کسے الزام دیں گے؟ کیا یہ گاڑی کا قصور ہے؟ یا اناڑی ڈرائیور صاحب کا؟ یقیناً آپ ڈرائیور ہی کو موردِ الزام ٹھہرائیں گے بالکل اسی طرح کسی گاڑی کا معیار کارکردگی جاننے کے لیے اس کے ڈرائیور کی بجائے گاڑی کی خصوصیات کو بغور پرکھیں جیسے یہ گاڑی کتنی برق رفتار ہے' اوسطاً اس پر کتنا پٹرول خرچ ہوگا' اس کے حفاظتی انتظامات کس قدر قابل اعتماد ہیں وغیرہ وغیرہ اگر میں بلحاظِ دلیل مان بھی لوں کہ مسلمان بُرے کردار کے حامل ہیں تو بھی یہ مفروضہ تشنہ ثبوت ہے کہ اسلام میں کوئی خامی یا سقم ہے۔ مثال کی روشنی میں ہی میں واضح کر دوں کہ اسلام کو ہمیشہ اس کے پیروکاروں کے حوالے سے نہیں پرکھا جا سکتا اگر آپ اندازہ کرنا چاہتے ہیں کہ اسلام کتنا اچھا دین ہے تو پھر اسلام کو اس کے صحیح ترین اور مستند ذرائع سے پرکھیے جو قرآن مجید کی تعلیمات اور حدیث نبویؐ کے جواہر زریں ہیں۔

5۔ اسلام کو اس کے بہترین پیروکار کے حوالے سے جانچیں

یعنی محمد ﷺ کے حوالے سے حقیقتِ اسلام کا اندازہ کریں۔

ے
یہ راز پاسکا نہ مرا عشق بے ثبات
تو کائنات حسن ہے یا حسن کائنات

اگر آپ کو کسی بہترین گاڑی کی عملی کارکردگی کا جائزہ لینا مقصود ہے تو کسی ماہر اور مشاق ڈرائیور کے ہاتھ میں سٹیرنگ ویل تھما دیں اسی طرح اسلام کی جانچ پرکھ کے لیے اس کے مثالی اور بہترین پیروکار اللہ کے آخری نبی ﷺ کی سیرت طیبہ کو دیکھیں۔

مسلمان تو مسلمان، دیگر بہت سے غیر مسلم تاریخ دانوں نے بھی اعتراف کیا ہے کہ محمد ﷺ سب سے بہترین انسان ہیں۔

مشہور زمانہ کتاب ''تاریخ کے 100 با اثر ترین اشخاص'' کا مصنف مائیکل ایچ ہارٹ ہے جس نے دنیا بھر کے عظیم افراد کی فہرست میں محمد ﷺ کو پہلے نمبر پر (Top of the List) رکھا ہے۔ محمد ﷺ کو خراج تحسین پیش کرنے والوں میں تھامس کارلائل اور لا مارٹین جیسے غیر مسلموں کی ان گنت مثالیں درخشاں ہیں۔

باب 2

کثرتِ ازواج

سوال: اسلام میں مرد کو ایک سے زائد شادیوں کی اجازت کیوں ہے؟ بالفاظ دیگر کثرت ازدواج کو اسلام میں کیوں جائز قرار دیا گیا ہے؟

ڈاکٹر ذاکر نائیک: سب سے پہلے کثرت ازواج کی صحیح تعریف جان لینا بہتر ہوگا۔ دراصل کثرت ازواج کا مفہوم ایک ایسے ضابطہء عقد کا ہے جس میں ایک فرد چاہے وہ مرد ہو یا عورت ایک سے زائد شادیاں کرتا ہے۔ کثرتِ ازدواج کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ پہلی قسم میں ایک مرد ایک سے زائد شادیاں کرنے کا روادار ہے جسے Polygyny کہتے ہیں جبکہ دوسری قسم Polyandry ہے جس کی رُو سے ایک عورت ایک سے زائد شرکائے حیات نکاح میں لاتی ہے۔ واضح رہے کہ اسلام میں محدود Polygyny کی اجازت ہے یعنی ایک مرد ایک متعینہ حد تک ایک سے زائد شادیوں کا حق رکھتا ہے جبکہ عورت کے لیے ایک سے زائد شادی کی مکمل ممانعت ہے۔ اب اصل سوال کی طرف رُخ کرتے ہیں کہ مرد کو اسلام ایک سے زائد شادیوں کی اجازت کیوں دیتا ہے۔ یہاں یہ امر ملحوظ نگاہ رہے گا۔

ڈیوڈ مرے (David Murray) ایک مشہور ماہر بشریات ہو گزرا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ ساری تاریخ اٹھا کر دیکھ لیں ایک شادی کی نسبت کثرت ازدواج کا دور دورہ رہا ہے۔ کیتھولک انسائیکلوپیڈیا کی رو سے زمانہ عتیق میں صرف روم اور یونان ایسی جگہیں تھیں جہاں یک زوجگی مروجہ تھی اور انہی دو تہذیبوں کی دین Concubine- Culture بھی ہے یعنی متعدد عورتوں کو گھر میں ڈال لینا قومی اقدار کا اہم حصہ تھا صرف زنان خانہ سے شادی نہ رچاتے اور یہ رسم دراصل کثرت ازدواج ہی کی ایک مہیب شکل تھی تصویر کا دوسرا رخ ملاحظہ ہو کہ گو کثرت ازدواج کی اسلام میں اجازت ہے مگر جس قدر شدت سے اسے مغربی میڈیا نے اُچھال اُچھال کر حقوق نسواں کی خونی شہ سرخیاں بنا کر پیش کیا ہے اسی تناسب سے یہ اسلامی معاشروں میں نہایت کم ہے۔ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

1۔ ''قرآن رُوئے ارضی پر واحد صحیفہ ہے جو مرد کو ایک شادی کا کہتا ہے۔''

قرآن مجید درحقیقت تاریخ کائنات میں پوری زمین پر واحد صحیفہ آسمانی ہے جس میں مرد کو ایک شادی کرنے کو کہا گیا ہے۔ یقین کریں دوسرا ایسا کوئی صحیفہ یا کتابچہ اخلاق و معاشرت سرے سے موجود ہی نہیں جو مردوں کو ایک اور صرف ایک بیوی کے ساتھ رہنے کی احسن ہدایت کرتا ہو چاہے بھگوت گیتا ہو' رامائن ہو' ویدانت ہو مہا بھارت ہو یا تالمود و وانا جیل سب کے سب صحائف میں مردوں کی شادیوں کے تعین کے حوالے سے کوئی واضح اشارہ نہیں ملتا۔ مذکورہ مسودات مرد کو من چاہی کثیر شادیوں کی اجازت دیتے ہیں ان کتابوں میں تنگیٔ داماں کا کوئی ذکر سرے سے ہی نہیں۔ ہاں بعد ازاں ہندو پروہتوں اور نصرانی پادریوں نے مردوں کو ایک شادی کا پابند ٹھہرایا۔ ہندوؤں کے صحائف ہی کو لیں تو ان کے مطابق ہندوؤں کی بڑی مذہبی شخصیات بیویوں کی کثیر تعداد پر قناعت فرماتیں جیسے مہاراجہ دشرات کی ایک سے زائد بیویاں تھیں۔ کرشنا متعدد بیویوں کی ہمراہی میں جیا۔ درحقیقت دورِ قدیم میں نصرانی مردوں کو جس قدر تعداد میں بیویوں کی خواہش ہوتی' اتنی ہی شادیاں کرنے کی اجازت تھی چونکہ انجیل مقدس بیویوں کی تعداد پر کوئی پابندی عائد نہیں کرتی اس لئے مردوں کو کھلی چھٹی حاصل رہی۔ کچھ ہی صدیاں قبل کلیسا نے مردوں کے لیے صرف

(گزشتہ سے پیوستہ) ایک جدید (2004ء) سروے کے مطابق دنیا بھر کے تقریباً 2 سے تین فیصد مسلمان ایک سے زائد بندھنوں میں بندھے ہوئے ہیں اور فی الحقیقت محدود ذرائع آمدنی وغیرہ جیسے کتنے ہی مسائل کے مدنظر ایک مسلمان دوسری شادی کا سوچنے تک سے کتراتا ہے دیگر خاندانی' معاشرتی' ثقافتی اور نفسیاتی مسائل کے بکھیڑے الگ مغرب میں ''بے بندھن'' کیا کیا جنسی روابط اور غیر فطری رشتے قائم کئے جاتے ہیں کم از کم ''کثرت ازدواج'' ان کا ذرا سا بھی مقابلہ کرنے سے قاصر ہے ایک سے زائد جنسی روابط کے معاملے میں مشرق اور بالخصوص امت مسلمہ ابھی مغرب سے قطبین کی دوری پر پسماندہ و درماندہ ہے۔

شکوہ بے جا بھی کرے کرے تو لازم ہے ''شعور''

بھارت میں بچیوں کی سرکوبی ایک قبیح فعل ہے اور اسی لئے یہ دنیا کا بڑا ملک ہونے کے باوجود آبادی کے حوالے سے جنسی عدم توازن کا شکار ہے پھر جہیز جیسی رسوم نے شادی کو ''عقدہ مشکل تر'' بنا چھوڑا ہے بہرحال فطری طور پر ایک عورت کی جسمانی ساخت اور معمولات' مرد سے مختلف ہیں عورت سارا سال قدرتی حوالوں سے معذور ہونے کے سبب بھرپور روابط قائم نہیں رکھ سکتی۔

ایک بیوی کی حد جاری کی ہے۔ تالمودی قانون کے مطابق ابراہیمؑ کی تین ازواج تھیں جبکہ سلیمانؑ کا حرم تو کئی سو خواتین پر مشتمل تھا۔ یہودیت میں مدت تک ایسی متعدد شادیوں کا سلسلہ جاری و ساری رہا تا آنکہ ایک یہودی ربی جرم شوم ابن یہودی (960 سے 1030 دور مسیح تک) نے ایک مذہبی ترمیم کے ذریعے اسے مکمل ممنوع قرار نہ دے دیا۔ اس کے باوصف مسلمانوں میں آباد یہودی کثرت ازدواج کے قانون کا 1950 تک مکمل اتباع کرتے رہے۔ آخر کار اسرائیل کے یہودی ربی ادارے نے ایک مذہبی حکم نامے کے ذریعے یہود کو ایک اور صرف ایک شادی کا پابند بنا دیا۔ یہاں ایک لطف انگیز امر کی طرف اشارہ خالی از دلچسپی نہ ہوگا کہ بھارت میں 1975ء کے اعداد و شمار کے نتائج کی روشنی میں دیکھا گیا ہے کہ مسلمانوں کی نسبت ہندوؤں میں متعدد شادیوں کی شرح زیادہ رہتی ہے۔ ''اسلام میں مقام عورت'' کی کمیٹی کے مطابق ایک رپورٹ پیش کی گئی جو 1975ء میں زیور اشاعت سے آراستہ ہوئی۔ اس کے صفحہ 66 اور 67 پر مندرج ہے کہ 1951 سے 1961 عہد مسیح تک کثرت ازدواج کی شرح مسلمانوں کی نسبت ہندوؤں میں کہیں زیادہ تھی یعنی مسلمانوں میں اس کا تناسب اگر 4.31 فیصد پایا گیا تو خوش ذوق ہندو 5.06 فیصد سے بازی لے گئے گو کہ ہندوستانی دستور و آئین میں کسی بھی غیر مسلم کے لیے ایک سے زائد شادیاں کرنا مکمل طور پر ممنوع اور غیر قانونی ہے کثرت ازدواج کے قانونی طور پر حرام ہونے کے باوجود زیادہ بیویوں کے حامل ہونے کے موازنے میں ہندو' مسلمانوں سے بازی لے گئے۔ چلیں پہلے پہل تو کسی پر بھی بشمول ہندو حضرات کثرت ازدواج کی پابندی نہ تھی۔ البتہ بعد ازاں 1954 عہد مسیح میں جب ''ہندو میرج ایکٹ'' ایک قانون کی حیثیت سے منظور ہوا تو ہندوؤں کو ایک بیوی پر قانع رکھنا ہندوستانی آئین کی شق قرار پایا۔ لہٰذا ہندوؤں کے لیے ایک سے زائد خواتین سے شادیاں کرنا غیر آئینی اور غیر قانونی ٹھہرا۔ عصر حاضر میں یہ ہندوستان کی آئینی بالا دستی کا نتیجہ ہے کہ ہندوؤں کو ایک شادی تک محدود کر دیا گیا۔ وگرنہ ہندوؤں کے مذہبی صحائف میں کچھ اور ہی ارشادات اور فرمودات ہیں۔

آئیں! جائزہ لیں کہ اسلام مرد کو ایک سے زائد بیویوں کی اجازت کیوں دیتا ہے؟

2۔ ”قرآن مجید ایک محدود تعداد میں ایک سے زائد تبادلوں کی محض اجازت دیتا ہے۔“

یعنی قرآن مجید کہیں بھی ہرگز ہرگز لازم قرار نہیں دیتا کہ ایک سے زائد شادیاں کی جائیں نہ ہی اس سے درجات مسلم میں کوئی مثبت فرق پڑتا ہے۔ جیسا میں پہلے کہہ چکا کہ قرآن روئے زمین پر واحد سچا صحیفہ خداوندی ہے جو صرف ایک شادی کا کہتا ہے اس شرطیہ اظہار کا پورا سیاق وسباق قرآن مجید میں سورۃ النساء کی آیت مبارکہ 3 سے ملاحظہ ہو۔

فانکحو ماطاب لکم من النساء مثنیٰ و ثلث و ربع ج فان خفتم الا تعدلو فواحدۃ

”تو نکاح کرلو تم ان سے جو پسند آئیں تم کو عورتیں دودو، تین تین، چار چار پھر اگر خوف ہو تمہیں یہ کہ تم عدل نہ کرسکو گے تو بس ایک“

نزول قرآن سے قبل مردوں کی شادیوں کی کوئی حد مقرر تھی ہی نہیں۔ اکثر مرد بیشمار شادیاں رچاتے کچھ تو سینکڑوں تک جا پہنچتے۔ اسلام نے 4 شادیوں کی ایک بالائی حد متعین کردی اور بلاشبہ اسلام مرد کو دو، تین بلکہ چار شادیوں تک کی اجازت تو دیتا ہے مگر ساتھ ہی ساتھ متعلقہ بیویوں کے مابین عدل کی کڑی شرط بھی لگاتا ہے۔ اسی سورۃ النساء کی آیت مبارکہ 129 ملاحظہ کریں اور دیکھئے کہ شرط انصاف ہے۔

و لن تسطیعو ان تعدلو بین النساء و لو حرصتم

”اور تم قدرت نہیں رکھتے کہ عدل کرسکو بیویوں کے درمیان خواہ کتنا ہی چاہو تم“

لہذا واضح رہے کہ اسلام کی رُو سے مرد کا ایک سے زائد عورتوں سے شادیاں کرنا کوئی قانون یا حکم نہیں ہے بلکہ محض استثناء ہے یعنی بحالت مجبوری جائز ہے یا کسی دیگر صورت میں روا ہے۔ لوگوں کی کثیر تعداد اس غلط فہمی میں مبتلا ہے کہ مسلمان کے لیے ایک سے زائد بیویاں رکھنا لازم اور ضروری ہے ضمناً محل نظر رہے کہ اسلام میں اوامر ونواہی کے پانچ درجات ہیں۔

1۔ فرض یعنی جس کا سرانجام دینا لازماً ضروری ہے۔
2۔ مستحب یعنی جس کی حوصلہ افزائی کی گئی ہے اور مستحسن گردانا گیا ہے۔

3۔ مباح، جائز یعنی جس کی محض اجازت ہے، حلال ہے۔
4۔ مکروہ یعنی جس کی حوصلہ شکنی کی گئی ہو جس سے ترجیحاً اجتناب بہتر ہو۔
5۔ حرام یعنی جس کی کلی ممانعت کی گئی ہو یا مکمل اجتناب لازم ہو قرار دیا گیا ہو۔

مردوں کا ایک سے زائد شادیاں کرنا تیسرے رکن یعنی ”مباح“ کے زمرے میں آتا ہے جو حلال وحرام کے بین بین ہیں جس کے ارتکاب کی محض اجازت دی گئی ہے یہ ہرگز، ہرگز نہیں کہا جاسکتا کہ وہ مسلمان جس کی دو، تین یا چار بیویاں ہیں ایک بیوی والے مسلمان سے بہتر مسلمان ہے۔

آئیں پس پردہ عوامل واسباب پر بھی نگاہ ڈالتے چلیں حقیقت یہ ہے کہ عورتیں مردوں کی نسبت زیادہ مدت زندہ رہتی ہیں یعنی ان کی اوسط عمر مردوں سے بڑھ کر ہے۔ یہ توازن قدرت ہے کہ عورت اور مرد تقریباً یکساں تعداد میں پیدا ہوتے ہیں لیکن ایک بچی میں ایک بچے کی نسبت بیماریوں کے خلاف قوت مدافعت کی صلاحیت زیادہ ہوتی ہے۔ ایک بچی جراثیم اور بیماریوں کا مقابلہ ایک بچے کی نسبت بدرجہا بہتر کرسکتی ہے اسی باعث عالم طفولیت میں اموات کی شرح لڑکیوں کی نسبت لڑکوں میں زیادہ ہوتی ہے۔ جنگوں میں عورتوں کی نسبت مرد ہی بڑی تعداد میں ہلاکتوں کا سامنا کرتے ہیں۔ حادثات، سانحات اور بیماریوں میں بھی عورتوں کی نسبت مرد زیادہ شکار مرگ بنتے ہیں چونکہ عورتوں کی اوسط عمر مردوں سے زیادہ ہے آپ کسی معاشرے، کسی زمانے میں جھانکیں آپ کو بیواؤں کی نسبت رنڈوے حضرات نہایت کم تعداد میں ملیں گے۔ (راقم الحروف کے خیال میں شاید عورت کی طویل العمری کا راز اس کی نفسیاتی ساخت میں بھی مضمر ہے) جبکہ بھارت میں مردوں کی تعداد عورتوں سے زیادہ ہوچکی ہے۔ جس کا سبب عورتوں کو شکم مادر میں اور بعد از پیدائش مار ڈالنے کی رسم قبیح ہے۔ ہندوستان بشمول دیگر پڑوسی ممالک کے ان چند ایک ممالک کی فہرست میں آتا ہے جہاں عورتوں کی آبادی مردوں سے کم ہے۔ وجہ صاف عیاں ہے کہ شکم مادر میں ”متوقع بچی“ کی شناخت پر اسقاط حمل کروالیا جاتا ہے اور ایسی بن جنم بچیوں کی شرح اموات دس لاکھ سالانہ ہے اگر اس رسم قبیح کا سدباب کر دیا جائے تو فطری طور پر انڈیا میں بھی عورتوں کی تعداد مردوں کی نسبت بڑھ کر رہے گی۔ علاوہ ازیں ”دنیا بھر میں عورتوں کی آبادی مردوں کی نسبت زیادہ ہے۔“ ایک عمومی جائزے کے مطابق صرف ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں عورتوں کی تعداد، مردوں کی نسبت 78 لاکھ نفوس

زیادہ ہے۔ صرف نیویارک کی مثال ہی لیں وہاں 10 لاکھ خواتین، مردوں کے مقابلے میں زیادہ ہیں اور نیویارک کے مردوں کی ایک تہائی آبادی (''مردوں'' کہتے ہوئے شرم آتی ہے۔) ہم جنس پرستوں یعنی سدومیوں پر مشتمل ہے۔ پورے امریکہ میں ہم جنس پرستوں کی تعداد 25 ملین یعنی ڈھائی کروڑ سے زیادہ ہے جس کا مطلب واضح ہے کہ یہ طبقہ ملعون کم از کم عورتوں سے شادی کرنے پر تیار نہیں جبکہ برطانیہ میں عورتوں کی تعداد، مردوں کے مقابلے میں 40 لاکھ نفوس زیادہ ہے۔ جرمنی میں یہی موازنہ کیا جائے تو عورتیں ہی 50 لاکھ ووٹوں سے جیت جاتی ہیں۔ روس میں مردوں کی نسبت، 90 لاکھ سے زائد خواتین موجود ہیں۔ الغرض صرف خدائے علیم و برتر ہی کو معلوم ہے کہ پوری دنیا میں عورتیں، مردوں سے کس قدر زیادہ تعداد میں موجود ہیں۔

3) ہر مرد کو صرف ایک شادی کا پابند کرنا ناقابلِ عمل ہے۔ ستم ظریفی دیکھیں کہ اگر آپ امریکہ میں ہر فرد کو ایک شادی کا پابند بنا لیں اور ہر مرد ایک عورت سے شادی کر بھی لے تو تین کروڑ بدقسمت خواتین بہرحال ایسی ضرور رہ جائیں گی جو شوہر سے محروم زندگی گزارنے پر مجبور ہوں گی۔ (یاد رہے کہ مردود ہم جنس پرستوں کی تعداد ہی صرف ڈھائی کروڑ کے لگ بھگ ہے)۔ اسی طرح شوہروں سے محروم رہ جانے والی عورتوں کی تعداد صرف برطانیہ میں 40 لاکھ، جرمنی میں 50 لاکھ اور روس میں 90 لاکھ ہوگی۔ اتنی ساری تعداد میں عورتیں نکاح سے محروم زندگی بسر کرنے پر مجبور ہو جائیں گی۔

فرض کریں میری بہن کو امریکہ میں شوہر میسر آ نہیں سکتا کہ ہر فرد پہلے ہی ایک شادی رچائے ہوئے ہے یا آپ کی بہن بدقسمتی سے ایسی صورتحال سے دوچار ہو کہ شوہر کے بغیر زندگی ہی اس کا مقدر ٹھہرے تو ایسے میں ایسی خاتون کے لیے محض دو ہی چارہ ہائے کار ہو سکتے ہیں کہ یا تو وہ کسی ایسے فرد سے عقدِ نکاح میں بندھ جائے جو پہلے سے شادی شدہ ہو یا وہ ''عوامی ملکیت'' یعنی Public property بن کر ذلت آمیز زندگی گزارے۔ اس کے علاوہ ایسی خاتون کے لیے منطقی طور پر کسی بھی حوالے سے کوئی اور چارہ کار نہیں۔ دریں صورت وہ لڑکیاں جو باعصمت اور حیادار ہیں یقیناً پہلے راستے کا انتخاب کریں گی یعنی کسی شادی شدہ مرد سے شادی کرنے کا فیصلہ پسند کریں گی۔

البتہ بہت سی عورتیں اپنے شریک حیات کے ساتھ کسی اور عورت کی موجودگی گوارا

نہیں کرتیں لیکن اسلام عورت کی عفت و عصمت اور اس کے انسانی وقار کی حفاظت کی خاطر دوسری شادی کی اجازت دیتا ہے۔ اسلام عورتوں کے لیے ضروری قرار دیتا ہے کہ وہ ذرا سی قربانی دے کر ایک عظیم جذبہء خیر خواہی کے ناطے، اپنی بہنوں کو ایک نقصان عظیم سے بچائیں جس کے نتیجے میں کئی لڑکیاں گمراہی و ضلالت کے راستے سے بچ کر ایک بہتر زندگی گزارنے کی اہل ہو سکیں۔

4۔ ''درحقیقت ایک شادی شدہ مرد سے شادی کر لینا ''پبلک پراپرٹی'' بننے کی نسبت بدرجہا بہتر ہے۔''

مغربی معاشرے میں بالعموم ایک فرد کسی خاتون کو جنسی فریق بنا لیتا ہے یا ایسے ہی کئی ناجائز رشتے بلا نکاح قائم کر لیتا ہے اس کے نتیجے میں عورت ایک ذلت آمیز اور غیر محفوظ زندگی گزارتی ہے۔ طرفہ تماشا ملاحظہ ہو کہ یہی مغربی معاشرہ ایک مرد کی ایک سے زائد باقاعدہ شادی کو قبول کرنے کا روادار نہیں۔ اگر مغربی معاشرہ مرد کی ایک سے زائد شادی کو مروجہ قانون کا درجہ دے تو وہی عورت جو ذلت و اہانت کی غیر محفوظ جنسی و جذباتی غلاظت بھری زندگی گزارتی ہے، شادی کی صورت میں ایک باعزت اور پروقار حالت میں اسی معاشرے میں ایک محفوظ و خوش رنگ حال کی اہل ہو جائے۔ لہٰذا خواتین کے لیے جو مرد میسر نہ آنے کے باعث دو میں سے ایک ہی راستے کا انتخاب کرنے کی پابند ہیں کیا بہتر ہے؟ شادی شدہ مرد سے شادی یا مختلف مردوں کے ہاتھوں میں لعبت عیش و تلذذ بننا؟ اسلام اسی لئے شادی کر کے بہتر زندگی بتانے کے پہلے راستے کا ترجیحی انتخاب کرتا ہے اور دوسرے غلیظ دائرہ کار کی سختی سے ممانعت کرتا ہے۔ علاوہ ازیں دیگر بہت سی وجوہات کی بناء پر بھی اسلام مرد کو ایک سے زائد شادیوں کی اجازت دیتا ہے لیکن اصل مقصود حقوق نسواں کا پاس اور عورتوں کی عفت و عصمت کا تحفظ ہے جنہیں یقینی بنانا لازم ہے۔

عورتوں کا ایک سے زائد شادیاں رچانا

سوال: اگر اسلام میں مرد کو ایک سے زائد شادیوں کی اجازت ہے تو عورتوں پر پابندی کیوں؟ اسلام عورت کو ایک سے زائد شادیاں کرنے کی اجازت کیوں نہیں دیتا؟

ڈاکٹر ذاکر نائیک: لوگوں کی اکثریت بشمول کچھ مسلمانوں کے اس منطق کو سوالیہ نگاہوں سے دیکھتی ہے کہ اسلام مرد کو تو ایک سے زائد شرکائے حیات کی اجازت دیتا ہے پھر عورت کو اس ''مساوی حق'' سے کیوں منع کرتا ہے۔

سب سے پہلے میں واضح کردوں کہ اسلامی معاشرہ کی بنیاد عدل وانصاف اور برابری پر ہے۔ اللہ جل شانہٗ نے مرد اور عورت کو برابری پر پیدا کیا لیکن مختلف صلاحیتوں اور مختلف ذمہ داریوں کے ساتھ۔ عورت اور مرد جسمانی' ذہنی اور نفسیاتی حوالوں سے باہم مختلف ہیں' ان کے دائرہ ہائے کار اور ذمہ داریوں میں بھی واضح فرق ہے۔

امریکی کہاوت ہے کہ صرف بیوہ عورت ہی بتا سکتی ہے کہ اس کا شوہر کہاں ہے ورنہ تہذیب وتمدن کے حوالوں سے جاپان تک عورتوں میں ملکیت کی حس یا Sense of Possesion شدید پایا جاتا ہے عورتیں Share نہیں کرنا چاہتیں اور نفسیات نے ثابت کیا ہے کہ عورت میں محبت' خلوص اور Passivity خود سپردگی کے جذبات شدید ہوتے ہیں جدید سروے کی ایک رپورٹ کے مطابق ''بارش چیتے کی جلد بھگو سکتی ہے دھبے نہیں دھو سکتی۔'' کے مصداق عورت اپنی ہی آزادی کی تحریک سے نالاں ہو رہی ہے۔ اکثر باشعور مغربی خواتین نے مردوں کی طرح آئس ہاکی' سائیکلنگ اور مختلف کھیلوں کا حوالہ دیتے ہوئے شکوہ کیا کہ انہیں Women Rights کے نام پر Defeminsie یعنی غیر نسوانی بنایا جارہا ہے۔ ان کی امتیازی ادائیں بے دام بکی اور خریدی جارہی ہیں اور آخرکار عورت ہی کو بچوں کی پرورش وتربیت میں کوتاہی کا ذمہ دار ٹھہرایا جاتا ہے۔ عورت کو نفسیاتی صحت مندی سے خودشناسی کا موقع دینے کے فریب پر مغلوب اور Passive میدان (بقیہ اگلے صفحہ پر)

1۔ ''مرد اور عورت اسلام کی نظر میں برابر ضرور ہیں یکساں نہیں ہیں''

مسلمان جن عورتوں سے شادی نہیں کرسکتے' اسلام' سورۃ النساء میں (آیات مبارکہ 22 تا23) ان کی فہرست یوں دیتا ہے۔

ولاتنکحو مانکح ابآ و کم من النساء الا ما قد سلف ط انه کان فاحشة و مقتا ط و سآء سبیلا حرمت علکیم امھتکم و بنتکم و اخوتکم و عمتکم و خلتکم و بنت الاخ و بنت الاخت و امھتکم التی ارضعنکم و اخواتکم من الرضاعة و امھت نساء کم و ربائبکم التی فی حجور کم من نسائکم التی دخلتم بھن فان لم تکونو دخلتم بھن فلا جناح علیکم ز وحلآئل ابنآئکم الذین من اصلابکم لا و ان تجمعو بین الاختین الاما قدسلف ط ان الله کان غفورًا رحیماo

''اور مت نکاح کرو تم ان سے کہ نکاح کرچکے ہوں تمہارے باپ ان عورتوں سے مگر جو کچھ پہلے ہوچکا (سو ہوچکا) بے شک یہ تھی کھلی بے حیائی' قابل نفرت کام اور بہت ہی بُری راہ۔ حرام کردی گئی ہیں تم پر تمہاری مائیں اور تمہاری بیٹیاں اور تمہاری بہنیں اور تمہارے باپ کی بہنیں اور تمہاری خالائیں اور تمہاری بھتیجیاں اور تمہاری بھانجیاں اور وہ مائیں جنہوں نے دودھ پلایا تمہیں اور تمہاری دودھ شریک

(گزشتہ سے پیوستہ) تیار کئے گئے۔ واضح رہے کہ باپ کی شناخت نہ ہونے پر بچہ معاشرتی' ذہنی اور نفسیاتی حوالوں سے شدید اضمحلال اور ہیجان کا شکار ہوجاتا ہے' میکسیکو میں شاہراہوں پر ایسے بچے عام مل جاتے ہیں جو عورت اور مرد کے ناجائز جنسی سلاسل کی سزا کا کفارہ معاشرتی ناسور بن کر کرتے ہیں۔ ایسے بچوں کو مغرب کا حسن کلام ملاحظہ ہو' فطری بچے یا Natural Children کہا جاتا ہے۔ افریقہ کے کچھ قبائل میں آج بھی یہ رسم عام ہے کہ ایک عورت کئی کئی مردوں سے اختلاط کرتی ہے اور نتیجہ معلوم! شادی کا ادارہ بہرحال معاشرتی زندگی کا اہم ترین ستون ہے۔ عہد عتیق میں ''اموی نظام'' تھا اور عورت چونکہ زرخیزی کی علامت سمجھی جاتی تھی اس لئے وہی قبیلے کی سردار یا حاکمہ ہوا کرتی۔ تاریخی حوالوں سے پتا چلتا ہے کہ انگریزی لفظ Mother بھی Matter ہی کی شکل ہے کیونکہ دھرتی ماتا کا تصور کائنات کا قدیم ترین تصور ہوسکتا ہے۔ ''اموی نظام'' میں ایک عورت کئی کئی مرد رکھیل یا داشتہ کے طور پر رکھا کرتی اور ''نسوانیت'' کو بہادری کی علامت سمجھا جاتا' مرد کو کمتر گردانا جاتا' اس زمانے کی بادشاہ عورت قطار میں لگے مردوں میں سے اپنے لئے ہم دم شب منتخب کرلیا کرتی تھی۔ مذکورہ زمانہ اوہام ووسواس کا زمانہ تھا جب ''زرخیزی کے مت'' کا چلن شروع نہیں ہوا تھا۔ البتہ انسان نے اپنے کچے پکے علم سے عورت کو برتر تسلیم کر رکھا تھا بعدازاں مرد کی برتری کا زمانہ آیا اور پھر شعور انسانی کی بلوغت سے یہ وہم بھی دور ہوا۔

(رضائی) بہنیں اور تمہاری بیویوں کی مائیں اور وہ لڑکیاں جو پل رہی ہوں تمہارے گھروں میں جو تمہاری ان بیویوں کی اولاد ہوں جن سے تم مباشرت کر چکے ہو‘ لیکن اگر نہ کی ہو مباشرت تم نے ان سے تو نہیں ہے تم پر کوئی گناہ (ان کی لڑکیوں سے نکاح کرنے میں) اور بیویاں تمہارے بیٹوں کی جو تمہارے صلب سے ہوں اور (حرام کردی گئی ہیں) یہ بھی کہ جمع کرو تم دو بہنوں کو (نکاح میں) مگر جو کچھ پہلے ہوگزرا (سو ہوگزرا‘ اب کامل ممانعت ہے) بیشک اللہ ہے معاف کرنے والا اور بہر حال رحم فرمانے والا۔‘‘

فوری بعد ایک آیت مبارکہ میں ارشاد ہے

’’اور حرام کی گئی ہیں تم پر شوہر والی عورتیں‘‘

آئیں بنظر عمیق جائزہ لیں کہ کن اسباب و وجوہات کی بناء پر اسلام عورت کو ایک سے زائد شوہر رکھنے کی سختی سے ممانعت کرتا ہے‘ حسب ذیل نکات ملاحظہ کریں۔

1۔ اگر ایک مرد ایک خاتون سے نکاح کرتا ہے تو والدین کی با آسانی شناخت ممکن ہے۔ ماں اور باپ دونوں کو پہچانا جاسکتا ہے بصورت دیگر معاشرتی مشکلات کا پنڈورا بکس کھل سکتا ہے۔

2۔ اگر خاتون متعدد شادیاں کئے ہوئے ہو تو بچے کی پیدائش کے موقع پر صرف ماں کی پہچان ہی ممکن ہے۔ اسلام نہایت شد و مد کے ساتھ ماں اور باپ دونوں کی پہچان کو بیش از بیش اہمیت دیتا ہے۔ آج کے نفسیات دان ہمیں بتاتے ہیں کہ وہ بچے جو اپنے والدین بالخصوص باپ سے آگاہ نہ ہوں‘ شدید ذہنی صدمات اور نفسیاتی و معاشرتی پریشانیوں کا شکار بنتے ہیں۔ ایسے بچوں کا بچپنا نہایت ناخوشگوار گزرتا ہے یہی سبب ہے کہ طوائفوں کے بچے ایک بھرپور اور صحت مند بچپن سے محروم رہتے ہیں۔ اگر ایسی شادیوں والی عورت کا بچہ اسکول داخلے کی وقت باپ کا نام پوچھے جانے کے رسمی سوال کا سامنا کرے تو ماں کو دو یا دو سے زائد نام حتماً بتانا پڑیں گے۔ مجھے معلوم ہے کہ جدید سائنس نے جینیاتی تجربہ گاہوں کے توسط سے ماں اور باپ کی پہچان ممکن بنا دی ہے اس بناء پر یہ نکتہ جو ماضی میں مشکلات پیدا کرسکتا تھا حال میں یعنی عصر حاضر میں دلیل نہیں قرار پاتا۔

3۔ مردوں میں قدرتی طور پر عورتوں کی نسبت ایک سے زائد شادیوں کی صلاحیت اور خواہش زیادہ ہوتی ہے جبکہ عورتوں کا فطری میلان تقریباً متضاد ہے۔

4۔ حیاتیاتی طور پر مرد میں یہ صلاحیت موجود ہے کہ وہ ایک سے زائد شرکائے حیات سے نباہ کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے دیگر فرائض بطریق احسن سرانجام دے سکے جبکہ ایسی ہی صورتحال میں ایک خاتون متعدد شوہروں سے روابط نبھاتے ہوئے اپنی دیگر بہت سی ضروری ذمہ داریاں پوری کرنے میں دشواری محسوس کرے گی عورت کو اپنے ماہانہ نسوانی معمولات کی بناء پر متواتر کئی روز ناگوار صورتحال کا سامنا رہتا ہے جس کے سبب وہ متعدد نفسیاتی الجھنوں اور عمومی رویے میں خلفشار کا شکار رہتی ہے۔

5۔ ایسی عورت جس کے خاوند ایک سے زیادہ ہوں متعدد بار جنسی مراحل سے گزرنے کی بناء پر جنسی بیماریوں کا ممکنہ طور پر نشانہ بن سکتی ہے۔ مختلف الافراد جنسی روابط خطرناک بیماریوں کے جراثیم کو ہوا دیتے ہیں اور یہ خدشہ زیادہ بڑھ جاتا ہے جب وہ کسی جنسی بیماری میں مبتلا ہو جائے اب چاہے اس کے شوہروں میں سے کوئی شوہر محض اسی پر قناعت کئے ہوئے ہو یہ بیماری سب شوہروں تک منتقل ہو کر رہے گی۔

مذکورہ بالا تو وہ نکات ہیں جو ایک فرد با آسانی جان سکتا ہے شاید کتنے ہی ایسے مزید اسباب و وجوہات ہوں جن کی بناء پر اللہ نے اپنی ’’عقل کل‘‘ کے ذریعے عورت کے لئے ایک سے زائد شادیاں کرنا ممنوع قرار دیا ہے۔

باب 4

عورتوں کے لئے حجاب

سوال: اسلام عورت کو پردوں کے پیچھے رکھ کر اس کی قدر و منزلت کیوں گھٹاتا ہے؟

ڈاکٹر ذاکر نائیک: اسلام میں ''عورت کے مقام'' کو اکثر و بیشتر لادینی ذرائع ابلاغ مذموم نشانہ بنانے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔ اسی سلسلے کی ایک کڑی حجاب یا پردہ ہے جسے اسلامی فقہ کے تحت عورت کے استحصال اور تذلیل کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ اسلامی شریعہ میں فرض حجاب کے پس پردہ دلائل و براہین کے تجزیے سے قبل' آئیں قبل اسلام عورت کی حیثیت اور اس کے مقام پر ایک نظر ڈال لیں۔

1۔ ''درحقیقت ماضی میں عورت کو تذلیل و استحقار کا نشانہ بنایا جاتا تھا اور اسے محض حرص و ہوس کا ایک کھلونا جان کر استعمال کیا جاتا''

ذیل کی امثال سے واضح ہوتا ہے کہ ماضی میں ''عورت کا مقام'' سبھی تہذیبوں میں نہایت ارزل و اسفل تھا۔ حتیٰ کہ عورت کو بنیادی ''انسانی حیثیت'' سے بھی کمتر وقعت و اہمیت حاصل تھی۔

بابلی اور اکادی تہذیب میں گلگامش والے قصے میں نہ صرف اسطورہ کا یعنی دیومالا کا باقاعدہ آغاز ملتا ہے بلکہ تاریخ دانوں کے مطابق دنیا کی یہ عظیم ترین نظم' ہماری معلوم تاریخ کی قدیم ترین نظم بھی ہے۔ اس میں عورت کا مرد سے اختلاط' مرد کی بدنی کمزوری اور ضعف کا نشان بتایا گیا ہے جو کوئی صحت مند بات نہیں البتہ ''بڑے سیلاب'' کا ذکر تقریباً تمام مذہبی کتب بالخصوص سامی صحائف کی طرح یہاں بھی ملتا ہے۔ دنیا کا پہلا اور آج تک سب سے بڑا گردانا جانے والا عظیم دانشور Aristotle عورت کو پراپرٹی سمجھتا ہے اور بھیڑ بکریوں' زیورات اور خدام کی فہرست میں رکھنے پر مصر ہے' منطق' فلسفی موصوف کی یہ ہے کہ عام طور پر عورت جلد مغلوب الجذبات ہو جاتی ہے اس لئے عورت کو مرد کے برابر رتبہ دینا غلط ہوگا' افلاطون اور سقراط نے عورت کی تقدیس کا ذکر کیا البتہ ''مصر کا بازار'' جہاں لونڈیوں کی ٹٹول ٹٹول کر خرید و فروخت کی جاتی۔ آج (امریکی) ضرب المثل بن گیا ہے۔ مصر میں عورت نجس قرار دے دی گئی۔ اسی طرح تصوف کے برخود غلط نظریات کے دعویدار رشی' منی' سادھو' سنتھ بھارت میں ''ناری کے شر'' سے بچ کر مہان بننے کی کوشش کر رہے تھے۔ مزید (بقیہ اگلے صفحہ پر)

بابلی تہذیب:

بابل کے تہذیب و تمدن کے ادوار میں قانونی طور پر عورت ایک گری پڑی مخلوق تھی جسے بنظر حقارت دیکھا جاتا۔ عورت کو بابلی قانون کے تحت کسی طرح کا ''حق'' حاصل نہ تھا۔ اگر کوئی مرد قتل کا مرتکب پایا جاتا تو سزا اس کے بجائے اس کی بیوی پر موت کی شکل میں نافذ کی جاتی تھی۔

یونانی تہذیب:

یونانی تہذیب تمام قدیم تہذیبوں سے بڑھ کر تابناک اور عظیم الشان تصور کی جاتی ہے اور اسی تابناک تہذیب میں عورت تمام تر حقوق سے محروم ایک حقیر و بے وقعت مخلوق تھی یونانی میں پنڈورا Pandora نامی ایک تخیلاتی عورت ہی کو تمام تر انسانی آفات اسطورہ اور مصائب کی اصل بنیاد گردانا گیا ہے۔ (انگریزی اردو میں ''پنڈورا بکس'' یعنی غلاظتوں اور برائیوں کی پوٹ اسی یونانی تخیل سے ماخوذ ہے' راقم الحروف) یونانی معاشرے میں عورت کو مرد سے کمتر اور

(گزشتہ سے پیوستہ) جانکاری سدھارتھ گوتم نے آن کر دی کہ عورت اور آنند دو مختلف چیزوں کے نام ہیں۔ الغرض قدیم زمانے کے پروہت پجاری ہوں یا گیارہویں' بارھویں صدی کے صاحبان کلیسا سبھی نے عورت سے جنسی استفادہ کر کے دوسرے لمحے اسے غلاظت کی پوٹ قرار دیے رکھا۔ انیسویں صدی میں عورتوں کے حقوق کی باقاعدہ داغ بیل ڈالی گئی۔ اب حسن اتفاق سے اسے تہذیبوں کی اضافیت کہیے یا گردش رنگ چمن کہہ لیں کہ یورپ میں امراء کی عورتیں' زمانہ تاریک میں پائنچے بھی اوپر کرنے پر چیں بجبیں ہو جاتی تھیں کہ یہ ان کی شاہی شان کے خلاف ٹھہرتا تھا اور یورپ کے زمانہ روشن نے عورت کو Product بنا کر اس کا سرمایہ دارانہ استحصال کیا اور عورت بصد سرعت یہ فریب حقوق نسواں کے نام پر کھاتی رہی' غضب ہے۔

کیا چیز ہے آرائش و قیمت میں زیادہ
آزادی نسواں کہ زمرد کا گلوبند!

وہی مصر کے بازار ہیں' وہی راہباؤں کے ساتھ جبراً غلط کاریوں کے غلیظ مگر دکھ بھرے قصے ہیں۔ مغربی دنیا نے فیشن کی آرٹ گیلری میں عورت کو ''انسانی چال'' تک سے محروم کر دیا۔ اہل مشرق بھی کم نہیں فلپائن' تھائی لینڈ' کمبوڈیا اور انڈونیشیا کے ساحلوں پر Juvenile Sex کے اڈے قائم ہیں جہاں صاحبان عمر و زر آ کر ساحلوں کے کنارے پانی کی طرح پیسہ بہاتے اور چھوٹی عمر کی بچیوں سے کھیلتے ہیں۔ انڈیا میں عورت محفوظ نہیں اور انڈیا آج AIDS میں بھی نہایت تیزی سے ترقی کر رہا ہے۔ ایک اسلامک میگزین کی رپورٹ کے مطابق فلپائن کی ایک خاتون نے جو امریکہ میں رہائش پذیر ہیں' پردے کے فوائد کا تجربہ کر کے عملاً اسلامی حجاب کو مستقلاً اپنا لیا ہے گو وہ کافی علم میسر نہ آنے کے باعث مسلمان نہیں ہوئیں' فرانس کی دیکھا دیکھی ترکی بھی یورپی روش کو مدنظر رکھ کر حجاب پر پابندی کی فکر میں ہے۔

''نیم انسان'' سمجھا جاتا تھا۔ اگر چہ عورت کو عفت و عصمت کے دائرے میں رکھا جاتا اور اس کی توقیر کی جاتی مگر بعد ازاں یونانی معاشرے پر جنسی کجروی اور حرص و ہوس کے مکروہ جذبات غالب آگئے اور سبھی یونانی طبقوں میں قحبہ گری رواج پا گئی۔

رومی تہذیب:

جس زمانے میں رومی تہذیب اپنی عظمت واجلال کی اوج پر تھی، شوہر کو اپنی بیوی کی جان تک لینے کا حق حاصل تھا، جسم فروشی، عریانی اور برہنگی رومی معاشرے میں بدرجہ اتم موجود تھیں۔

مصری تہذیب:

مصری معاشرے میں عورت کو شر اور شیطنیت کی علامت سمجھا جاتا۔

ارض حجاز...... ماقبل اسلام/قبل از اسلام

اسلام کی عرب میں اشاعت سے پیشتر، عربوں میں عورت کو نہایت حقیر سمجھ کر برتاؤ کیا جاتا اور اکثر و بیشتر بچیوں کو پیدا ہوتے ہی مار ڈالا جاتا تھا۔

2۔ مردوں کے لیے ''حجاب'' فرض ہے۔

رُسوا کیا اس دور کو جلوت کی ہوس نے
روشن ہے نگہ، آئینہ دل ہے مکدر
بڑھ جاتا ہے جب ذوقِ نظر اپنی حدوں سے
ہو جاتے ہیں افکار پراگندہ و ابتر!

لوگ عموماً ''حجاب'' کا تصور صرف اور صرف عورت سے منسوب رکھتے ہیں جبکہ قرآن مجید میں اللہ جل وشانہٗ حجاب کو عورت پر لازم کرنے سے پہلے مردوں کو حکم حجاب کا پابند ٹھہراتا ہے، سورۃ نور میں ارشاد ربانی ہے۔

قل للمومنین یغضوا من ابصارھم ویحفظو فروجھم ذٰلک ازکیٰ لھم ط ان اللہ

خبیر بما یصنعون (آیت مبارکہ 30، سورہ نور)

''کہو مومن مردوں سے کہ نیچی رکھیں اپنی نظریں اور حفاظت کریں اپنی شرمگاہوں کی۔ یہ طریقہ زیادہ پاکیزہ ہے ان کے لئے بیشک اللہ پوری طرح باخبر ہے ان سے جو وہ کرتے ہیں۔''

کسی عورت کو دیکھتے ہی کسی بھی مرد کے دل میں کوئی بُرا، بیہودہ خیال یعنی کوئی غلیظ شیطانی وسوسہ آئے تو اسے چاہے کہ اسی لمحے فوراً اپنی نگاہیں جُھکا لے۔

3۔ خواتین کے لئے حجاب یا پردے کا حکم

سورۃ نور میں ہی اللہ تعالیٰ مذکورہ بالا آیت مبارکہ کے فوری بعد ارشاد فرماتا ہے کہ

و قل للمومنت یغضضن من ابصارھن و یحفظن فروجھن ولا یبدین زینتھن الا ما ظھر منھا و لیضربن بخمرھن علیٰ جیوبھن ص ولا یبدین زینتھن الا لبعولتھن او ابآءھن او آبآء بعولتھن او ابنآءھن اور ابناء بعولتھن او اخوانھن او بنی اخوانھن او بنی اخواتھن او نساءھن او ماملکت ایمانھن اوا لتبعین غیر اولی الاربۃ من الرجال او الطفل الذین لم یظھرو علیٰ عورٰت النساء ص ولا یضربن بأرجلھن لیعلم ما یخفین من زینتھن ط (سورۃ نور، آیت مبارکہ 31)

''اور کہو مومن عورتوں سے کہ اپنی نظریں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور اپنا بناؤ سنگھار نہ ظاہر کریں مگر جو خود ظاہر ہو جائے اور اپنے سینوں پر اپنی اوڑھنیوں کی بُکل مارے رکھیں اور نہ ظاہر کریں اپنا بناؤ سنگھار مگر سامنے اپنے شوہروں کے یا اپنے باپوں کے یا شوہر کے باپوں کے یا بیٹوں کے یا اپنے شوہروں کے بیٹوں کے یا اپنے بھائیوں کے یا اپنے بھتیجوں کے یا اپنے بھانجوں کے یا اپنی عورتوں کے یا (ان کے سامنے) جوان کی ملک یمین میں ہوں یا ان خادموں کے (سامنے) جنہیں (عورتوں کی) خواہش نہ ہو خواہ مرد ہی کیوں نہ ہوں یا ان بچوں کے (سامنے) جو ابھی عورتوں کی پوشیدہ باتوں سے واقف نہ ہوئے ہوں۔ اور نہ مار کر چلیں (زمین پر) اپنے پاؤں اس طرح کہ ظاہر ہو وہ زینت جو انہوں نے چھپا رکھی ہے۔''

4۔ حجاب کا اصل معیار

قرآن مجید اور احادیث مبارکہ کی روشنی میں پردہ کرنے یا حجاب کے معیار کے لئے بنیادی طور پر چھ 6 اصول لازم ہیں۔

1۔ پہلا اصول تو یہ ہے کہ بدن کو کس حد تک ڈھانپا جائے مردوں اور عورتوں کے لئے الگ الگ معیار ہے۔ مردوں کے لیے کم از کم ناف سے لے کر گھٹنوں تک بدن کا حصہ بالباس ہونا لازمی ہے عورتوں کے لیے لازم ہے کہ وہ ماسوائے چہرے اور ہاتھوں کے (کلائیوں تک) سارے کا سارا بدن بالباس یا پردے میں رکھیں۔ اگر خواتین چاہیں تو ہاتھوں اور چہرے کو بھی حجاب میں رکھیں۔ بعض علمائے اسلام بالتاکید ہاتھوں اور چہرے کا ڈھانپا جانا بھی عورت کے لیے لازمی اور فرض قرار دیتے ہیں۔ مذکورہ بالا حدود حجاب کے علاوہ تمام کے تمام چھ معیارات حجاب زن و مرد کے لئے بلا تمیز یکساں ہیں۔

2۔ جو لباس زیب تن کیا گیا ہو وہ ڈھیلا ڈھالا ہو تا کہ مخصوص تفریقی اعضائے بدن نمایاں نہ ہوں۔

3۔ پوشش بدن کا رنگ ایسا نہ ہو جس کے پار سے اعضائے جسمانی دکھائی دے سکیں۔

4۔ ملبوس کا رنگ ایسا بھی شوخ وشنگ اور بھڑکیلا نہ ہو کہ جنس مخالف لپک جھپک کشش محسوس کرے اور ذہن آلودہ خیالات کی جانب راغب ہو۔

5۔ ایسا لباس ہرگز زیب تن نہ کیا جائے جو جنس مخالف کے ملبوس سے متفرق نہ ہو یعنی زن و مرد کے لباس میں روا تفریق برقرار رکھی جائے۔

6۔ ایسا لباس ہرگز نہ پہنا جائے جو کافروں کے روایتی لباس سے مشابہت رکھتا ہو یعنی مسلمانوں کو ایسا لباس زیب تن کرنے سے پرہیز کرنا لازمی ہے جو کافروں کے مذہب کا بالخصوص نمائندہ لباس یا علامتی لباس ہو۔

5۔ ''حجاب میں دیگر طور و اطوار اور کردار بھی شامل ہیں''

درحقیقت حجاب محض ملبوس تک ہی محدود نہیں ہے مکمل حجاب ایک فرد کے طور طریقوں، کردار اور رویے کے علاوہ خلوص نیت سے بھی حیا برتنے کا نام ہے۔ جو شخص محض لباس کے ظاہری حجاب ہی کو کافی و اکمل سمجھتا ہے وہ حجاب کے وسیع تصور سے کوسوں دور ہے اور نہایت محدود حجاب کا پیرو ہے۔ پیراہن کے حجاب کے ساتھ ہی ساتھ آنکھوں کا حجاب، دل و نیت کا

حجاب، فکر و خیال کا حجاب اور ارادہ و فعل کا حجاب بھی از بسکہ ضروری ہے۔ فرد کی چال ڈھال، طرز گفتگو، برتاؤ وغیرہ بھی حجاب کے زمرے میں آتے ہیں۔

6۔ ''حجاب چھیڑ چھاڑ سے بچاؤ کا بہترین ہتھیار ہے۔''

اگر ژرف نگاہی سے کام لیں تو قرآن مجید کی ذیل کی آیت مبارکہ بالاستیعاب عورتوں کے لئے پردے کی فطری ضرورت کو بے نقاب کرتی ہے۔

یاایھاالنبی قل لازواجک و بنتک و نساء المومنین یدنین علیھن من جلا بیبھن ط ذلک ادنیٰ ان یعرفن فلایوذین ط وکان اللہ غفوراً رحیما۔

(سورۃ مبارکہ الاحزاب آیت مبارکہ 59)

''اے نبی! کہو اپنی بیویوں سے اور اپنی بیٹیوں سے اور اہل ایمان کی عورتوں سے کہ وہ لٹکا لیا کریں اپنے اُوپر اپنی چادر کے پلو۔ یہ زیادہ مناسب طریقہ ہے تاکہ وہ پہچان لی جائیں اور نہ ستائی جائیں اور ہے اللہ معاف کرنے والا اور رحم فرمانے والا''

قرآن مجید کا فرمان ہے کہ عورتوں کو حجاب و نقاب کی ہدایت اس لئے کی گئی ہے تاکہ عورتیں حیادار اور باعصمت خواتین کی صورت میں پہچانی جائیں اور اس تقدیس سے بھرپور شناخت کے باعث ہر طرح کی چھیڑ چھاڑ سے محفوظ و مامون رہیں۔

7۔ ''دو جڑواں بہنوں کی مثال ملاحظہ ہو''

فرض کریں دو جڑواں بہنیں یکساں طور پر خوبصورت ہوں اور سرِ راہ یا کسی گلی میں جا رہی ہوں، ایک بہن سراپا اسلامی حجاب کے مطابق ہاتھ اور چہرے کے سوا پوری پوری پردے میں ہو جبکہ دوسری بہن مغربی لباس سے مزین ہو یعنی اس نے منی سکرٹ یا نہایت مختصر لباس کا تکلف کر رکھا ہو۔ دریں اثناء کوئی آوارہ بد باطن راہگیر گلی کے نکڑ پر گھات لگائے ہوئے اپنے ''شکار'' کی تاک میں ہو کہ کسی طرح چھیڑ چھاڑ کے لیے کوئی لڑکی ہاتھ لگے تو بتلایئے کہ وہ آوارہ شخص کون سی لڑکی کو چھیڑے گا وہ اسلامی حجاب کے مطابق ملبوس لڑکی کو نشانہ بنائے گا یا اس لڑکی کو جو مغربی طرز کے مختصر لباس میں طویل داستانوں کی ماہ پارہ بنی ہوئی مجسم دعوت ہے۔ حقیقت میں خیالی مغرب کے یہ برائے نام لباس بالواسطہ طور پر جنس مخالف کو چھیڑ چھاڑ کی دعوت عام کے مظہر ہیں۔ قرآن مجید کا ارشاد بجا طور پر سچ ہے کہ حجاب عورت کی عفت و عصمت کا محافظ ہوتا ہے۔

8۔ ''خاتون سے زیادتی کے مرتکب افراد کے لیے سزائے موت ضروری ہے''

اسلامی شریعہ کے تحت خاتون سے زیادتی کے مرتکب فرد کو سزائے موت دی جاتی ہے۔ اکثر لوگ اس ''سنگین'' سزا پر اظہار حیرت کرتے ہیں کچھ تو یہ سزا سن کر ہی اسلام کو متشددانہ اور ظالمانہ دین قرار دے دیتے ہیں۔ میں نے خود سینکڑوں غیر مسلموں سے ایک سادہ سا سوال کیا ہے کہ خدانخواستہ فرض کریں کوئی آپ کی بیوی' ماں یا بہن سے جبراً زیادتی کرے اور آپ کو منصف بنا کر وہ بدکار آپ کے روبرو لایا جائے تو آپ اسے کیا سزا دیں گے؟ سب کے سب غیر مسلموں نے کہا کہ وہ ایسی زیادتی کے مرتکب فرد کو موت کے گھاٹ اتار دیں گے۔ کچھ نے تو یہاں تک کہہ ڈالا کہ وہ ایسے ملعون بدکار کو سخت اذیتیں دے دے کر ختم کر ڈالیں گے۔ میرا ان لوگوں سے سوال ہے کہ اگر کوئی آپ کی ماں بہن کے ساتھ زیادتی کرے تو آپ اسے کم از کم موت سے دوچار کر کے رہنا چاہتے ہیں لیکن جب اسی ظلم کا نشانہ کسی اور کی بیوی یا بیٹی بنتی ہے تو آپ انسانی حقوق کے نام پر یہ روشن خیالی کا ڈھنڈورا کیوں پیٹتے ہیں کہ ''سزائے موت'' نہایت ظالمانہ اقدام ہے؟ یہ دوہرا معیار کیوں ہے؟ اس غیر یکساں قانون کا کیا جواز ہے؟

9۔ مغرب کا شرف نسوانیت کا دعویٰ فریب محض ہے۔

مغربی ممالک میں آزادیٔ نسواں سراسر فریب ہے جس کے پردے میں اہل مغرب عورت کا جسمانی استحصال ہی نہیں کر رہے بلکہ اسے روحانی تنزل کا شکار بھی بنا رہے ہیں اور وہ عورت کو عورت کے تقدیس بھرے مقام سے گرا چکے ہیں۔ مغربی معاشرے کا دعویٰ تو یہ ہے کہ انہوں نے عورت کو بلند تر مقام پر فائز کر دیا ہے لیکن حقیقت اس کے برعکس ہے۔ انہوں نے عورت کو آرٹ اور کلچر کے نام پر داشتہ' لعبت تلذذ اور گرمیٔ صحبت بزم بنا چھوڑا ہے جو ہوس کے پجاریوں اور کاروبار جنس کے سوداگروں کے ہاتھوں میں محض ایک کھلونے' ایک جزوقتی شے لذت سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔

10۔ ''ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں عورتوں سے زیادتی کے واقعات سب سے زیادہ ہوتے ہیں''

امریکہ کو دنیا بھر میں سب سے زیادہ ترقی یافتہ ملک سمجھا جاتا ہے۔ عورتوں سے زیادتی کے واقعات میں بھی امریکہ سب سے زیادہ ترقی یافتہ ملک ہے کہ یہاں عورتوں سے زیادتی کے واقعات کی شرح دیگر تمام ممالک سے زیادہ ہے۔ امریکہ ہی کے ادارے ایف بی آئی (فیڈرل بورڈ آف انوسٹی گیشن) کے مطابق صرف امریکہ میں 1990ء میں ہر روز اوسطاً 1756 ایسے واقعات رونما ہوئے ہیں جن میں خواتین جنسی تشدد کا نشانہ بنیں۔ بعدازاں ایک رپورٹ میں کہا گیا کہ دراصل امریکہ میں روزانہ عورتوں سے اوسطاً 1900 زیادتی کے واقعات ہوتے ہیں۔ سال البتہ نہیں بتایا گیا عین ممکن ہے کہ یہ 1992ء کی شرح جرائم ہو یا 1993ء میں امریکی کارگزاریوں کی رپورٹ ہو بہرحال امکان ہے کہ اگلے سال امریکی ان جرائم کے ارتکاب میں ذرا اور بہادر ہو گئے ہوں۔ (یاد رہے کہ یہ صرف ان جرائم کی روزانہ شرح ہے جو متعلقہ قانونی اداروں میں رپورٹ ہوتے ہیں اور لوگوں کو ان کا علم ہو جاتا ہے دیگر جانے کتنے ہی واقعات قانونی میز تک پہنچتے ہی نہیں ورنہ ''مہذب مغرب'' کے دستور نرالے ہیں۔)

فرض کریں کہ امریکہ میں ایسی صورتحال ہو کہ ہر عورت اسلامی حجاب کی پابندی کرنے لگے اور جو مرد بھی عورت کو دیکھے تو کسی غلیظ شیطانی وحیوانی خیال سے پرہیز کرتے ہوئے اپنی نظریں جھکا لے۔ ہر عورت ہاتھ اور چہرے کے سوا مکمل طور پر باپردہ ہو یعنی اسلامی حجاب کی مکمل پاسداری کرے اور اس سب کے باوصف اگر کوئی مرد کسی عورت کو ظلم و زیادتی کا نشانہ بنائے تو اسے سزائے موت دی جائے ...... مجھے پوچھنا یہ ہے کہ امریکہ میں ایسی صورتحال میں عورتوں سے زیادتی کے جرائم زیادہ ہوں گے؟ جتنے ہیں اتنے ہی رہیں گے یا کم ہونے لگیں گے؟ (سعودی عربیہ کی زندہ مثال ہمارے سامنے ہے جہاں جرائم کی شرح تمام ممالک کے لیے قابل رشک حد تک کم ہے)

11۔ اسلامی شریعہ کے نفاذ سے عورتوں کے ساتھ زیادتی کے واقعات میں نمایاں کمی ہوگی۔''

قدرتی طور پر جونہی اسلامی شریعہ کا نفاذ ہوگا' مثبت نتائج پیدا ہو کر رہیں گے۔ دنیا کے کسی بھی حصے میں چاہے وہ امریکہ ہو یا یورپ جہاں کہیں اسلامی شریعہ کو عمل میں لایا جائے گا۔ یہ امر یقینی ہے کہ معاشرہ سکھ کا سانس لے گا۔ حجاب عورت کا رتبہ گھٹاتا یا کمتر ہرگز نہیں کرتا بلکہ عورت کو رفعت و تقدس بخشتا ہے حجاب عورت کی عفت و عصمت اور حیاداری کا بھرپور محافظ ہے۔

کیا اسلام بزور تلوار پھیلا

سوال: اسلام کو ''امن کا مذہب'' کیسے کہا جاسکتا ہے جبکہ اسلام تو پھیلا ہی تلوار کے زور سے ہے۔

ذاکر نائیک: فی الاصل کچھ غیر مسلموں میں یہ بر خود غلط شکوہ عام پایا جاتا ہے کہ اگر اسلام کی اشاعت زور و جبر سے نہ ہوتی تو آج یہ کروڑوں کی تعداد میں اپنے پیروکاروں کے ہمراہ ایسا وسیع نہ ہوا ہوتا۔ ذیل میں ہم یہ واضح نکات پیش کرتے چلتے ہیں اسلام کی اشاعت بزور شمشیر ہونا بعید از قیاس ہے کہ اسلام بنفسہ ایسی زندہ و جاوداں سچائی' دلیل اور منطق پر مبنی لائحہ حیات ہے جن کی بناء پر یہ اس قدر جلد جلد دنیا کے گوشے گوشے میں پھیلتا چلا گیا۔

1۔ ''اسلام کا مطلب امن ہے''

اسلام فی الحقیقت عربی کے بنیادی لفظ ''سلام'' سے مشتق ہے جس سے مراد امن' شانتی اور سلامتی ہے۔ اسلام کے معانی ایک فرد کا اپنی رضا اللہ تعالیٰ کو مکمل سونپ دینا بھی ہے پس اسلام فی الاصل دین امن ہے جسے اپنی مرضی و منشاء اللہ تعالیٰ کو احسن الخالقین کو سونپ کر بروئے کار لایا جاتا ہے۔

2۔ ''کبھی کبھار امن برقرار رکھنے کے لیے طاقت کا استعمال ناگزیر ہو جاتا ہے''

اس دنیا کا ہر ہر فرد تو امن اور انسانوں کے مابین ہم آہنگی کی پائیداری کا حامی نہیں ہے بہت سے ایسے بد باطن بھی ہیں جو اپنے مزعومہ مفادات کے حصول کی خاطر نقص امن پیدا کرتے اور معاشرے کو سکھ چین سے جینے نہیں دیتے۔ اسی تناظر میں بنگاہ غائر تقاضائے دوراں

کا مطالعہ کریں تو کھلتا ہے کہ کبھی کبھی امن ہی کو برقرار رکھنے کی خاطر طاقت کا استعمال ضروری ہوجاتا ہے اور بالخصوص معاشرے میں پولیس کا وجود اسی لئے ضروری ہے کہ ملک میں امن وامان قائم رکھنے کی خاطر مجرموں اور شرپسند عناصر کے خلاف ڈٹ کر قوت وطاقت کا استعمال کیا جائے۔

اسلام امن کا داعی ہے لیکن کسی نہایت خطرناک صورتحال کے پیش نظر اسلام اپنے پیروکاروں کو ظلم وتشدد کے خلاف اُٹھ کھڑے ہونے کی ترغیب دیتا ہے۔ ظلم وتشدد کے خلاف جنگ میں کبھی کبھار تو زبردست قوت اور ہتھیاروں کی ضرورت ہوسکتی ہے۔ دراصل اسلام میں صرف فروغ امن اور اشاعت انصاف وعدل کی خاطر طاقت کا استعمال روا ہے۔

3۔ ''مؤرخ ڈی لیسی اولیری کی رائے ملاحظہ ہو''

اسلام کے بزور شمشیر وطاقت پھیلنے کی کج فہمی کا بہترین جواب ایک نامی گرامی مؤرخ ڈی اولیری نے اپنی کتاب ''اسلام ایٹ دی کراس روڈز'' کے صفحہ نمبر 8 پر یوں دیا ہے۔ ''تاریخ اس حقیقت کو واضح ترین انداز میں پیش کرتی ہے کہ اسلام تلوار کے زور پر نہیں پھیلا نہ ہی مسلمان سپہ سالاروں نے مفتوحہ دنیا کو بنوک شمشیر اسلام قبولنے پر مجبور کیا اور نہ ہی مفتوحہ اقوام پر قبول اسلام کے لیے کوئی جبر کیا گیا۔ یہ محض ایک تخیلاتی رنگوں کی بے معنی لوک کہانی ہے جسے متعصب اور اسلام کے مخالف تاریخ دانوں نے تواتر سے حقیقت کے روپ میں پیش کرنے کی سعی کی ہے۔''

4۔ ''اسپین 800 سال تک مسلمانوں کے زیرِ نگین رہا''

مسلمانوں نے اسپین پر قریباً 800 سال تک حکومت کی مگر وہاں کے لوگوں کو تبدیلی مذہب کے لئے کبھی تلوار کی نوک نہیں دکھائی۔ بعدازاں عیسائی صلیبی اسپین میں وارد ہوئے اور اسپین سے مسلمانوں کا صفایا کردیا اور ان کے دورِ حکومت کا کیا کہنا کہ پورے سپین میں ایک محض ایک مسلمان تک نہ بچا تھا جو کھل کر اذان ہی دے سکے یعنی باآواز بلند اللہ کو پکار سکے۔

5۔ ''ایک کروڑ چالیس لاکھ عرب حضرات نسلی عیسائی ہیں۔''

مسلمان قریباً 1400 سال تک خطہ عرب کے بلاشرکت غیرے فرمانروا رہے چند

برسوں کے لیے برطانوی استعمار نے عرب کو اپنی راجدھانی بنایا اور چند برسوں کے لیے عرب کا خطہ فرانسیسیوں کے زیرِ نگین رہا بہرحال آج ایک کروڑ چالیس لاکھ عرب حضرات نسلی عیسائی ہیں یعنی جدی پشتی عیسائی ہیں اور کتنی ہی نسلوں سے عیسائی چلے آ رہے ہیں۔ اگر مسلمانوں نے تلوار چلائی ہوتی تو عرب وحجاز میں ایک اکیلا عیسائی بھی عربی عیسائی نہ ہوتا۔

6۔ ''ہندوستان میں 80 فیصد سے زائد غیر مسلم ہیں''

مسلمانوں نے بھارت پر لگ بھگ ایک ہزار سال تک حکمرانی کی۔ اگر مسلمان چاہتے تو اس قدر قوی ضرور تھے کہ ہر غیر مسلم ہندوستانی کو مسلمان میں بدل ڈالتے جبکہ آج ہندوستان کی 80 فیصد سے زیادہ آبادی غیر مسلموں پر مشتمل ہے۔ آج یہ تمام کے تمام غیر مسلم اس حقیقت کی زندہ وپائندہ شہادت دے رہے ہیں کہ اسلام تلوار سے ہرگز نہیں پھیلا۔ ''انڈونیشیا اور ملائیشیا'' کی مثالیں سامنے رکھیے۔ انڈونیشیا دنیا کا وہ ملک ہے جہاں مسلمانوں کی تعداد سب سے زیادہ ہے۔ اسی طور ملائیشیا میں لوگوں کی اکثریت مسلمان ہے۔ کوئی بتانا چاہے گا کہ کون سی فوج انڈونیشیا یا ملائیشیا میں اُتری تھی؟

7۔ ''افریقہ کا مشرقی ساحل''

بعینہ اسلام افریقہ کے مشرقی ساحل پر نہایت سرعت سے اشاعت پذیر ہوا۔ میں وہی سوال دہراتا ہوں! اگر اسلام تلوار کے زور سے پھیلا تو کون سی مسلمان فوج نے افریقہ کے مشرقی ساحل کا رُخ کیا؟

8۔ ''مشہور تاریخ دان تھامس کارلائل کی رائے ملاحظہ ہو۔''

معروف برطانوی مؤرخ تھامس کارلائل کی رائے ملاحظہ ہو۔ معروف برطانوی مورخ تھامس کارلائل اپنی کتاب Heros and heroworship میں یوں رقمطراز ہے کہ اسلام کا تلوار کے زور سے پھیلنا ایک غلط فہمی سے زیادہ کچھ نہیں، اصل متن دیکھیے۔

''یقیناً تلوار قوت ہے مگر آپ اسے حاصل کہاں سے کریں گے ہر نئی رائے ایک فردِ واحد کی اقلیت سے ابتدا کرتی ہے یہ رائے ایک فرد کے

ذہن کا حصہ ہوتی ہے۔ پوری دنیا میں صرف ایک فرد ہی اس رائے کو پذیرائی بخشتا ہے اور باقی ساری دنیا اس کے خلاف ہوتی ہے۔ اب اگر وہ تلوار اٹھا کر دنیا بھر کے بڑے حصے سے اپنی بات منوانے پر تل بھی جائے تو وہ کچھ کرنے سے عاجز ہے۔ دریں صورت اگر تو کسی شے کو مقبول انام ہونا ہے تو اس شے یا رائے میں از خود اتنی جان لازماً ہونی چاہیے کہ وہ خود کو منوا سکے۔"

8۔ "اسلام میں کوئی جبر نہیں"

دیکھنا یہ ہے کہ اسلام کون سی تلوار کے زور پر پھیلا؟ کیونکہ اگر مسلمان تلوار استعمال کرنا چاہتے بھی تو نہ کر سکتے تھے کہ سورۃ البقرہ کی ذیل کی آیت مبارکہ نے ان پر ایک فطری سی پابندی لگا چھوڑی تھی۔

لا اکراہ فی الدین قف لا قد تبین الرشد من الغیی ج فمن یکفر بالطاغوت و یومن باللہ فقد استمسک بالعروۃ الوثقی ق لا انفصام لہا ط واللہ سمیع علیم ○

"نہیں کوئی زبردستی دین کے معاملے میں' بے شک صاف طور پر الگ ہو چکی ہے ہدایت گمراہی سے سو جس نے انکار کیا طاغوت کا اور ایمان لایا اللہ پر تو یقیناً اس نے تھام لیا ایک ایسا مضبوط سہارا جو کبھی ٹوٹنے والا نہیں اور اللہ سب کچھ سننے والا ہر بات جاننے والا ہے۔"

9۔ "حسن فکر و حکمت کی تلوار سب سے بڑی تلوار ہے۔"

لوگوں کے دلوں اور ذہنوں کو فتح کرنے والی تلوار درحقیقت حکمت و دانش کی وہ قاطع تلوار ہی ہے جس کے زور سے اسلام اشاعت پذیر ہے قرآن مجید سورۃ نحل کی آیت مبارکہ 125 میں یوں گوہر فشاں ہے۔

ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ و الموعظۃ الحسنۃ وجادلھم بالتی ھی احسن ط ان ربک ھو اعلم بمن ضل عن سبیلہ و ھو اعلم بالمھتدین۔

"دعوت دو اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت کے ساتھ اور عمدہ نصیحت کے ساتھ اور مباحثہ کرو

لوگوں سے ایسے طریقہ سے جو بہترین ہو۔ بے شک تیرا رب ہی خوب جانتا ہے اس کو جو بھٹک گیا اس کے راستے سے اور وہی بہتر جانتا ہے ان کو جنھیں ہدایت میسر آ گئی۔"

10- "1934 سے 1984ء تک مذاہب عالم میں اضافے کی شرح پر نظر کریں"

"ریڈرز ڈائجسٹ" 1986ء کے "Almanac" نے گزشتہ نصف صدی یعنی 1934ء تا 1984ء تک اہم مذاہب عالم میں شرح اضافہ کے اعداد و شمار نشر کئے ہیں۔ یہی مضمون بعد ازاں Plain Truth نامی میگزین میں بھی چھپا۔ تیزی سے پھیلنے والے مذاہب میں سرفہرست "اسلام" تھا جو کہ 235 فیصد تک بڑھا جبکہ عیسائیت محض 47 فیصد کی شرح تک بڑھی۔ ایک سوال ہنوز سوال ہے کہ اس نصف صدی کے عرصے میں ایسی کون سی مسلم جنگ وقوع پذیر ہوئی؟ جس نے اہل مغرب کو لاکھوں' کروڑوں کی تعداد میں اسلام قبول کروا دیا۔

11۔ "امریکہ اور یورپ میں سب سے زیادہ تیزی سے پھیلنے والا مذہب اسلام ہے"

آج امریکہ میں سب سے زیادہ اشاعت پذیر مذہب اسلام ہے۔ یورپ میں روز افزوں پھیلتا ہوا مذہب اسلام ہے بتلایئے وہ کون سی تلوار ہے' کون سی نوک شمشیر ہے؟ جس کے جبر سے اہل مغرب آئے دن بڑی تعداد میں دین اسلام قبول کرتے چلے جا رہے ہیں۔

12۔ "ڈاکٹر جوزف ایڈم پیئرسن کی رائے بہت وقیع ہے۔ ملاحظہ ہو"

ڈاکٹر جوزف بجا طور پر کہتے ہیں کہ:

"جنہیں خدشہ لاحق ہے کہ ایک دن اہل عرب کے ہاتھ ایٹمی ہتھیار لگ جائیں گے وہ لوگ شاید اس حقیقت سے ناشناسا ہیں کہ اسلامی بم پہلے ہی پھینکا جا چکا ہے' بالکل اسی دن جس دن محمدؐ اس دنیا میں تشریف لائے تھے۔"

"بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست"

مسلمان بنیاد پرست اور دہشت گرد ہوتے ہیں

خیمہ زن ہو وادی سینا میں مانند کلیم
شعلہ تحقیق کو غارت گرِ کاشانہ کر!

سوال: اکثر مسلمان بنیاد پرست اور دہشت گرد کیوں ہیں؟

ذاکر نائیک: کسی بھی بحث ومباحثہ یا عالمی سرگرمیوں کے ضمن میں بالواسطہ یا بلاواسطہ مسلمانوں کے حوالے سے یہ سوال ضرور بالضرور اٹھایا جاتا ہے ہر طرح کے میڈیا پر بھی ان غلط سلط' گھسے پٹے اور بے بنیاد الزامات کو صریح غلط بیانی اور برخود غلط نظریات و واقعات کی لڑی میں پرو کر پیش کیا جارہا ہے جس کا صحیح تصور اسلام سے سرے سے کوئی تعلق نہیں بنتا۔

درحقیقت ایسے غلط اور جھوٹے پراپیگنڈے اور ہرزہ سرائی ہی کی وجہ سے مسلمان امتیازی سلوک کا نشانہ بنتے ہیں اور جابجا ظلم وتشدد کے دروازے ان پر کھولے جارہے ہیں۔ اس

انتہاپسندی کو کسی بھی نظریے پر شدت سے یا Riggidity کے ساتھ اعتقاد راسخ رکھنے پر محمول کیا جا سکتا ہے۔ علاوہ ازیں از خود کسی مفروضے، قضیے، نظریے، ضابطہ حیات یا مذہب پر راسخ عقیدہ رکھتے ہوئے بالخصوص دیگر افراد کو اپنے ''حلقہء افکار'' میں کھینچ کھینچ کر لانے کی قبیح کوشش بھی ''انتہاپسندی'' ہی کا حصہ ہے۔ ارسطو نے انتہاپسندی کے علی الرغم ''خیر'' یا نیکی کو دو انتہاؤں کے وسطی نکتے سے تعبیر کیا۔ یعنی کسی بھی عمل کی زیادتی یا کمی سے ہٹ کر اعتدال کی راہ اپنانا نیکی ہے جبکہ یہی روشن خیالی کی معتدل روش بدی میں بھی روا ہو سکتی ہے۔ دراصل نیکی اور بدی میں کسی معتدل نکتے کی بجائے اصلی فرق نوعیت کا ہے جسے اسلام نے ''حسنِ نیت'' کی شکل میں سند دے دی ہے۔ مختلف مذاہب میں اعلیٰ اور احسن ترین نمائندہ نیکی کا تصور مختلف نظر آتا ہے جو معاشرتی اقدار اور زمانی حوالوں سے متعین ہوتا آیا (البتہ فلسفے نے ''صداقت کی تلاش'' کو اعلیٰ ترین خیر قرار دیا ہے) مسیحی نکتہء نظر سے ہمدردی ورحم کے جذبات، اہلِ یہود کے ہاں احکامِ الٰہیہ کی پیروی، جین مت میں ''اہنسا'' کا برتاؤ، بدھ مت میں ترکِ حصولِ لذت اور گوشہ گیری اور اسلام میں کسی بھی عمل کا پیمانہ مقرر کرتے ہوئے ''اخلاص'' کو اولین اور ترجیحی وقعت حاصل ہے۔ آج کا مغربی میڈیا بین المذاہب تعصبات اور عدم برداشت کو ہوا دے کر مغربی غلبے (بقیہ اگلے صفحہ پر)

حوالے سے امریکہ میں مسلمان واسلام دشمنی پرمبنی میڈیا کا روّیہ ہی دیکھ لیں کہ جب اوکلاہاما میں بم دھماکہ ہوا تو فوری طور پر میڈیا نے بغیر کسی ثبوت کے تکلف کے اس بم دھماکے کو ''مشرق وسطیٰ کی سازش'' قرار دے دیا۔ بعدازاں تحقیق وتفتیش کرنے پر مجرم امریکی آرمڈ فورسز کا ہی ایک سپاہی نکلا یعنی قصور اپنا نکل آیا۔

آئیں بنیاد پرستی اور دہشت گردی کے اس الزام کا بنظر غائر جائزہ لیں ''لفظ'' بنیاد پرستی کی عرفیت جان لینا بہتر ہوگا بنیاد پرست اس شخص کو کہتے ہیں جو کسی بھی نظریے یا لائحہ فکر کی پیروی کرتے ہوئے اس نظریے یا لائحہ فکروعمل کی خالص پیروی اور راسخ پابندی کرتا ہے۔ ایک شخص کو ایک اچھے ڈاکٹر کی حیثیت سے فرائض کی بجا آوری میں علم طب کی بنیادوں یا مبادیات کو خوب اچھی طرح جاننا' ان کی پیروی کرنا اور ان پر عمل کرنے والا ہونا چاہیے۔ بالفاظ دیگر اسے علم طب میں لازماً بنیاد پرست ہونا چاہیے۔ کسی فرد کو ایک اچھا ماہر ریاضی ہونے کے لئے مبادیات ریاضی کا ادراک ہونا چاہیے ان کے مطابق چلنا چاہیے اور ریاضی کی بنیادوں ہی کے

(گزشتہ سے پیوستہ) کو برقرار رکھنے کی خاطر دوسری اقوام اور دوسرے نظریات کو Opress کرنے میں جتا ہوا ہے جس کا ردِعمل عام صورت حال سے بڑھ کر تہذیبوں کے ایسے تصادم پر منتج ہوا جسے ''انتہاپسندی'' سے موسوم کیا جانے لگا ہے۔

خرد کا نام جنوں پڑ گیا جنوں کا خرد

مغربی میڈیا نے اپنے سخن ہائے کرشمہ ساز سے مسلمانوں کو خاص طور پر نشانے کی زد پر رکھا ہوا ہے۔ اہلِ یہود کی داڑھیاں ان کی دینی روایت ہیں۔ مسلمان کی داڑھی تشدد اور انتہاپسندی کی علامت ہے۔ یسوع مسیح کی دلہنیں گرجا گھروں میں بانقاب وباحجاب بصد ناز رہیں مگر جب مسلمانوں کے ہاں یہ فعل مروج دیکھا جاتا ہے تو آزادیٔ نسواں پر حملے کے خلاف مغربی میڈیا اٹھ کھڑا ہوتا ہے۔ تشدد کے عمل کی متنوع اشکال اور متفرق اسباب ہو سکتے ہیں، چند ایک یہ ہیں۔

(۱) اجرامی تشدد (۲) جنگی تشدد (۳) خود ذاتی تشدد (۴) نسلی اور فرقہ وارانہ تشدد (۵) جنسی تشدد (۶) انتقامی اور سزائی تشدد (۷) وحشی تشدد (۸) اصلاحی اور دفاعی تشدد وغیرہ وغیرہ۔ ان میں سے کچھ بقدر نقصان تفویہ (Compensation) اور کچھ مروجہ نظامِ وقت کے مطابق عقوبت (Punishment) کے ملتزم ہیں۔ مغرب کے بعض نامی گرامی ابلاغیاتی ادارے ایک سوچی سمجھی سازش کے تحت ایک بتدریج عمل کی صورت میں پہلے عیسوی ملینیم کے آغاز میں پروان چڑھائے گئے صلیبی جنگی جنون کا دوسرے عیسوی ملینیم میں احیا چاہتے ہیں۔ حقائق صورتِ آفتاب روشن ہیں۔ عراق، افغانستان، فلسطین، سوڈان، کشمیر اور اب پاکستان ......کون دہشت گرد ہے؟ اور کون دہشت گردی کا نشانہ بنا ہوا ہے؟ عملِ تشدد کا انسانی تنازعات اور طموحات کی خاطر استعمال انتہائی حقیر حربہ ہے جو اکثر حیوانی جبلت کے غلبہ کا نتیجہ ہوتا ہے۔

مطابق عمل بھی کرنا چاہیے الغرض اسے ریاضی کے میدان میں بنیاد پرست ہونا چاہیے اور وہ جو اچھا سائنسدان بننا چاہتا ہے اسے چاہیے کہ وہ سائنس کے بنیادی اصولوں کو جانے ان کی پیروی کرے اور ان پر عمل کرے یعنی ایسے شخص کو سائنس میں بنیاد پرست ہونا چاہیے۔

1۔ ''سبھی بنیاد پرست یکساں نہیں ہوتے''

تمام بنیاد پرستوں کو ایک نظر سے دیکھنا بھی التباس پیدا کرتا ہے۔ سارے بنیاد پرستوں کو پرکھے بغیر اچھے یا برے کے خانوں میں رکھ چھوڑنا بھی سنگین غلطی ہوگی۔ کسی بھی بنیاد پرست کی امتیازی تقسیم یا تفریق کا انحصار اس کی بنیاد پرستی کے میدان یا دائرہ کار پر ہے۔ ایک بنیاد پرست لٹیرا یا چور معاشرے کے لئے ناسور ہے اس لئے ناپسندیدہ ٹھہرتا ہے اس کے برعکس بنیاد پرست ڈاکٹر کار مسیحائی سے معاشرے کو صحت مندانہ فائدے سے ہمکنار کرتا ہے اور عزت و توقیر کا سرچشمہ ٹھہرتا ہے۔

2۔ ''مجھے بنیاد پرست مسلمان ہونے پر فخر ہے''

میں ایک بنیاد پرست مسلمان ہوں جو الحمدللہ اسلام کے بنیادی اصولوں کو جاننے' ان پر عمل پیرا ہونے کی بھرپور کوشش کرتا ہے ایک سچے مسلمان کو بنیاد پرست ہونے میں کوئی جھجک یا باک کیسا؟ مجھے اپنے بنیاد پرست مسلمان ہونے پر فخر ہے کہ میں اس حقیقت سے بخوبی آشنا ہوں کہ اسلام کے بنیادی اصول انسانیت اور ساری دنیا کے لئے سربسر فلاح ہی فلاح ہیں۔ اسلام کا ایک بھی بنیادی اصول ایسا نہیں جو ازخود نسل انسانی کے مفادات وفلاح کے منافی ہو۔ میں جانتا ہوں کہ بہت سے لوگ اسلام کے متعلق غلط فہمیاں گھڑ کے متعدد اسلامی تعلیمات کو غیر منصفانہ یا ناجائز سمجھتے ہیں جس کا بنیادی سبب اسلام کے بارے میں غلط اور ناکافی علم ہے مگر جب کوئی فرد کھلے ذہن ودل سے اسلام کو اپنے فکروعمل کے کٹہرے میں کھڑا کرتا ہے تو اسے اس حقیقت عظمیٰ سے فرار ناممکن لگتا ہے کہ اسلام انفرادی اور اجتماعی دونوں حوالوں سے سربسر فلاح اور خیر کا سرچشمہ ہے۔

''لفظ بنیاد پرست کے لغوی معانی' کیا ہیں ویبسٹر webster ڈکشنری کے مطابق ''بنیاد پرستی'' امریکن پروٹسٹینٹ ازم کی ایک تحریک تھی جو بیسویں صدی عیسوی کے اوائل میں

شروع ہوئی۔ اس تحریک کے بنیادی مقاصد کے محرکات جدیدیت کے خلاف ردعمل' انجیل کے منزہ عن الخطا ہونے پر اصرار اور انجیل کو لفظ بہ لفظ تاریخی حرف خداوندی ماننے کے ساتھ ساتھ اصل اصولِ دین عیسوی اور اخلاقی اقدار کا تحفظ تھا۔ اس بنیاد پرستی کی تحریک کا بنیادی ایجنڈا انجیل کو کلام الٰہی ماننے کا عقیدہ تھا۔ اس تناظر میں واضح ہوتا ہے کہ بنیاد پرستی کا لفظ سب سے پہلے ان عیسائیوں کے لئے مستعمل ہوا جو انجیل کو بغیر کسی شائبہ خطا اور غلطی' خداوند کی طرف مرسلہ حرف بہ حرف پیغام وحی قرار دیتے تھے۔

جبکہ اوکسفورڈ ڈکشنری کے مطابق ''بنیاد پرستی'' سے مراد ''کسی بھی مذہب خاص طور پر اسلام'' کے قدیم اور بنیادی عقائد میں راسخ اور پختہ ہونا ہے۔

آج جونہی کوئی شخص لفظ بنیاد پرست کہتا سنتا ہے بلا توقف وہ مسلمان کے متعلق سوچنا شروع کر دیتا ہے اور ایسا مسلمان اکثر دہشت گرد یا دہشت پسند ہوتا ہے۔

3۔ ''ہر مسلمان کو دہشت گرد ہونا چاہیے''

دہشت گرد دراصل اسے کہا جاتا ہے جو دہشت اور خوف پھیلائے۔ جونہی کوئی چور پولیس کو دیکھتا ہے اس پر دہشت طاری ہو جاتی ہے' پولیس' چور کے لئے دہشت گرد ہے بعینہٖ ہر مسلمان کو سماج دشمن عناصر کے لئے دہشت گرد ہونا چاہیے تاکہ اسے دیکھتے ہی چوروں' لٹیروں اور بدکاروں وغیرہ پر دہشت طاری ہو جائے۔ جب بھی کوئی سماج دشمن شخص مسلمان کو دیکھے' دہشت زدہ ہو کر رہ جائے یہ حقیقت ہے کہ لفظ ''ٹیررسٹ'' کا اطلاق بالعموم ایسے فرد پر ہوتا ہے جو عام اور معصوم لوگوں میں دہشت یا خوف وہراس پھیلاتا رہے لیکن ایک سچے مسلمان کو صرف مخصوص لوگوں کے لئے دہشت گرد ہونا چاہیے۔ جیسے سماج دشمن عناصر وغیرہ البتہ عام معصوم لوگوں کے لئے ہرگز نہیں۔ درحقیقت ایک سچے مسلمان کو معصوم لوگوں کے لیے امن کا وسیلہ بن کر جینا چاہیے۔

4۔ ''ایک ہی فرد' ایک ہی سرگرمی کے لیے مختلف القابات کیوں بنائے جاتے ہیں جیسے بیک وقت دہشت گرد بھی اور محبِّ وطن بھی۔''

برطانوی استعمار سے ہندوستان کی آزادی سے قبل' وہ مجاہدانِ حریت جو انگریزی

استعمار کے خلاف برسرِپیکار ہوتے' انہیں اہلِ انگلستان تو ''دہشت گردوں'' کے عنوان سے ملقب فرماتے جبکہ آزادی پسندوں کو اہلِ ہندوستان بنظرِ تحسین دیکھتے اور انہی حریت پسندانہ سرگرمیوں کی بنا پر انہیں ''محبِ وطن'' کا لقب دے کر داد و تحسین کے ڈونگرے برسائے جاتے۔

یوں ملاحظہ کریں تو عجیب اور دلچسپ حقیقت عیاں ہوتی ہے کہ ایک ہی جیسے گروہ کو ایک ہی جیسی سرگرمیوں کی بناء پر دو مختلف القابات سے نوازا گیا۔ ایک (برطانوی استعمار) اگر انہیں دہشت گرد کہہ کر پکارتے ہیں تو دوسرے (یعنی اہلِ ہندوستان) انہی لوگوں کو ''محبِ وطن'' کے نام سے سلام پیش کرتے ہیں جو لوگ اس خیال کے حامی تھے کہ برطانوی استعمار کو انڈیا پر راج کرنے کا حق حاصل ہے وہ انہیں Terrorist کہتے جبکہ وہ لوگ جن کا نقطہ نظر یہ تھا کہ صاحبان برطانیہ کو اہلِ ہندوستان پر جبراً حکمرانی کا کوئی حق نہیں' انہی لوگوں کو محبِ وطن اور مجاہدین حریت کہہ کر پکارتے تھے۔

بنابریں' کسی شخص کو پرکھنے اور کٹہرے میں لانے سے قبل یہ بات نہایت اہمیت کی حامل ہے کہ منصف صاحبان کی غیر جانبداری کو از بسکہ یقینی بنایا جائے۔ کسی بھی معاملے کو ہر دو طرف سے اچھی طرح جانچا پرکھا جائے' مکمل طور پر دونوں فریقین کا موقف سنا جائے' پھر صورتحال کا غیر جانبدارانہ اور دقیق تجزیہ کیا جائے' ہر فریق کے وجہ اقدام اور ارادے کو سنجیدگی سے زیرِ غور لایا جائے تو...... اس صورت میں ہم کسی بھی فریق کے ساتھ حسنِ معاملہ سے انصاف کر پائیں گے۔

5۔ ''اسلام کا مطلب امن ہے''

دراصل اسلام عربی کے لفظ ''سلام'' سے ماخوذ ہے جس کے معانی امن اور آشتی کے ہیں۔ اسلام دینِ امن ہونے کے ناطے اپنے پیروکاروں کو ان بنیادی اصولوں سے روشناس کرواتا ہے جن کی بناء پر دنیا بھر میں امن کو نہ صرف برقرار رکھا جا سکے بلکہ زیادہ سے زیادہ فروغ بھی دیا جا سکے۔

لہٰذا ان بنیادی اصولوں کی روشنی میں' ہر مسلمان کو بنیاد پرست ہونا چاہیے' ہر مسلمان دینِ امن کی مبادیات کا اتباع کرے یعنی اسلام کی پیروی کرے۔ ساتھ ہی ساتھ امن اور عدل و انصاف کو فروغ دینے کی خاطر ہر مسلمان کو ضرور بالضرور سماج دشمن اور شرپسند عناصر کیلئے دہشت گرد (Terrorist) بھی ہونا چاہیے۔

باب 7

اسلام میں گوشت خوری

سوال: کسی جانور کو جان سے مار ڈالنا ایک ظالمانہ فعل ہے مسلمان گوشت کیوں کھاتے ہیں؟

ذاکر نائیک: سبزی خوری اب دنیا بھر ایک تحریک کی شکل اختیار کر چکی ہے بہت سے لوگ تو اسے جانوروں کے حقوق سے بھی منسوب کرنے لگے ہیں۔ درحقیقت لوگوں کی ایک بڑی تعداد گوشت خوری اور گوشت سے متعلقہ دیگر اشیاء کے استعمال کو حیوانی حقوق (Animal Rights) کی خلاف ورزی تصور کرتی ہیں۔ اسلام تمام جاندار مخلوقات کے لیے رحم و ہمدردی کی تلقین کرتا ہے اس کے ساتھ ساتھ اسلام کے مطابق اللہ جل شانہ نے زمین اور زمین پر موجود رنگا رنگ فوائد کو نوعِ انسانی کے جائز استعمال کی خاطر تخلیق کیا ہے۔ اس معاملے کا انحصار نوعِ انسانی پر ہے کہ دنیاوی وسائل کو عدل و انصاف اور قرینے سے استعمال میں لائے کہ زمین کے یہ تمام وسائل نعمتِ خداوندی اور اللہ جل شانہ کی امانت ہیں۔

آئیں! اس حکمت و دلیل کے دیگر پہلوؤں کا جائزہ لیں۔

1۔ ''مسلمان' محض سبزی خور بھی ہو سکتا ہے''

اگر ایک مسلمان محض سبزیوں پر ہی اکتفا کرتا ہے تو بھی وہ ایک نہایت اچھا مسلمان بن کر زندگی بتا سکتا ہے گوشت خوری کسی بھی مسلمان پر فرض نہیں قرار دی گئی۔

2۔ ''قرآن مجید مسلمانوں کو گوشت خوری کی محض اجازت دیتا ہے۔''

درج ذیل آیات قرآنی اس حقیقت پر صاد ہیں۔

سورہ مائدہ کی پہلی آیت مبارکہ ملاحظہ ہو۔

یاایها الذین امنوا وفوبا العقود ط احلت لکم بهیمة الانعام اِلا ما یتلیٰ علیکم غیرمحلی الصیدو انتم حرم ط ان الله یحکم ما یرید.

''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو پورے کرو عہد و پیمان حلال کئے گئے ہیں تم پر مویشی سوائے ان کے جو (آگے) بیان کئے جائیں گے تم سے نہ حلال سمجھو شکار کرنے کو جبکہ ہو تم احرام میں بے شک اللہ حکم دیتا ہے جو چاہے۔''

سورہ مبارکہ النحل کی آیت 65 میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

والانعام خلقها ج لکم فیها دف ءٌ و منافع و منها تاکلون.

''اور چوپائے' پیدا کیا ہے اللہ نے ان کو بھی تمہارے لئے ان میں جاڑے کا سامان ہے اور ہر طرح کے فائدے اور انہی میں سے بعض کو تم کھاتے ہو۔''

المومنون کی آیت مبارکہ 21 میں فرمان ہے۔

وان لکم فی الانعام لعبرة ط نسقیکم مما فی بطونها و لکم فیها منافع کثیرة و منها تا کلون.

''اور یقیناً تمہارے لئے مویشیوں میں بھی ایک مقام غور و فکر ہے۔ پلاتے ہیں ہم تم کو اس میں سے جو ان کے پیٹوں میں ہے اور تمہارے لئے ان میں بہت سے اور فائدے بھی ہیں اور انہی میں سے بعض کو تم کھاتے ہو۔''

مذکورہ بالا آیات قرآنی سے واضح ہوا کہ گوشت خوری اسلام میں حلال یا جائز قرار دی گئی ہے واجب یا فرض نہیں البتہ مستثنیات کی صورت دیگری ہے۔

3۔ ''گوشت غذائیت سے لبریز اور لحمیات کا خزینہ ہے۔''

گوشت اور دیگر انسانی غذائیں لحمیات کا اعلیٰ ترین ذریعہ ہیں۔
گوشت میں حیاتیاتی طور پر لحمیات کا مکمل تحفہ موجود ہے۔ یعنی اس میں سارے آٹھ

کے آٹھ امینوایسڈز (Amino Acids) موجود ہیں جو انسانی جسم میں سب کے سب اندر ہی اندر موجود نہیں ہوتے اور انسانی جسم کو خارجی ذریعے سے ان کی ضرورت درپیش آتی ہے گوشت میں فولاد وٹامن B اور نیاسین (Niacin) بھی بھرپور مقدار میں پائی جاتی ہیں۔

4۔ ''انسانی دانتوں کی ساخت ہر طرح کی غذا کے لیے سازگار ہے۔''

اگر ہم سبزی خور جانوروں یعنی گائے' بکری اور بھیڑ وغیرہ کے دانتوں کا جائزہ لیں تو ان تمام جانوروں کے دانتوں کی ساخت حیران کن حد تک یکساں ہے۔ ایسے تمام جانوروں کے دانت ہموار اور مسطح ہوتے ہیں جو دراصل گھاس' سبزہ وغیرہ جیسی خوراک چبانے کے لیے نہایت موزوں ہیں۔ اگر گوشت خور جانوروں کے دانتوں کا مطالعہ و معائنہ کیا جائے جیسے شیر' چیتا وغیرہ تو ظاہر ہوگا کہ ان سب کے دانت یکساں ساخت کے تیز' تیکھے اور نوکدار ہیں جو دراصل گوشت کھانے کے عمل میں نہایت معاون ثابت ہوتے ہیں۔

لیکن اگر ہم انسانی دانتوں کی ساخت کا جائزہ لیں تو یہ بیک وقت سیدھے مسطح ہموار بھی ہیں اور تیز' نوکدار بھی یعنی انسان بیک وقت سبزی خور بھی واقع ہوا ہے اور گوشت خور بھی انسان کے دانتوں میں دونوں خصوصیات موجود ہیں۔ سوال یہ ہے کہ اگر اللہ انسان کو صرف سبزی خوری تک محدود رکھنے کا خواہاں ہوتا تو اللہ ہمیں نوکدار اور گوشت چبا سکنے والے دانت دیتا ہی کیوں؟ بالکل منطقی طور پر' اللہ کی ذات علیم ہے جسے علم ہے کہ انسان کے لئے بہتر ہوگا کہ وہ دونوں طرح کی (یعنی گوشت اور سبزی) غذائیں استعمال کرے۔

5۔ ''انسان سبزی اور گوشت دونوں ہضم کرسکتا ہے۔''

واضح تفریق ملاحظہ ہو کہ سبزی خور جانوروں کا نظامِ انہضام صرف سبزیاں یا نباتات ہی ہضم کرسکتا ہے جبکہ گوشت خور جانوروں کا نظامِ انہضام صرف اور صرف گوشت ہضم کرنے کا متحمل ہوسکتا ہے لیکن یہ اللہ تعالیٰ کی اعلیٰ حکمت ہے کہ انسانی معدہ میں ایسا نظامِ انہضام سے جو سبزی اور گوشت دنوں طرح کی غذائی ہضم کرنے کی صلاحیت کا حامل ہے۔ اگر خدائے قادر و علیم کی رضا یہ ہوتی کہ ہم صرف سبزی ہی کھائیں تو وہ ہمیں ایسا نظامِ انہضام بخشتا ہی کیوں جو سبزی اور گوشت دونوں طرح کی غذا با آسانی ہضم کرسکتا ہے۔

6۔ ''ہندوؤں کے صحائف میں گوشت کھانے کی اجازت ہے۔''

1۔ ہندوؤں کی اکثریت سبزی خوری کی شدت سے پابندی کرتی ہے ان کے خیال میں گوشت خوری ہندو مذہب میں حرام ہے حالانکہ اصل حقیقت یہ ہے کہ ہندو مذہبی صحائف انسان کو گوشت خوری کی اجازت دیتے ہیں۔ ان کی مذہبی کتابوں میں مذکور ہے کہ سادھوؤں' سنیاسیوں نے گوشت کھایا۔

2۔ منوسمرتی ہندوؤں کی کتاب قانون ہے جس میں مذکور ہے کہ:

> ''جن جانوروں کا گوشت کھانا جائز ہے ان کا گوشت کھانے والا کسی برائی کا مرتکب نہیں ہوتا بھلے وہ روز کے روز ہی گوشت کھاتا ہو اس لئے کہ خدا نے کچھ مخلوق کو کھانے اور کچھ مخلوق کو کھائے جانے کی خاطر تخلیق کیا ہے۔'' (باب نمبر 5' اشلوک 30)

3۔ اور دیکھئے منوسمرتی کے اگلے ہی بات یعنی باب 5 کے اکتیسویں (31) اشلوک میں یوں مرقوم ہے۔ ''گوشت خوری جائز فعل ہے خاص طور پر اگر مذبوحہ جانور قربانی کا جانور ہو' پرم پرا یہی ہے کہ اسے خداؤں کا قانون جانا جائے۔''

4۔ مزید برآں' قانون کتاب یعنی منوسمرتی ہی کے باب 5 کے اشلوک 39 اور 40 میں مندرج ہے۔

> ''خدا نے ہی بھینٹ چڑھائے جانے والے جانوروں کو تخلیق کیا تاکہ وہ قربانی کا ذریعہ بنیں...... اس لئے قربانی کی نیت سے کسی جانور کا قتل' قتل نہیں''

5۔ مہابھارت انوشاشن پروا کے باب نمبر 88 میں دھرم راج یدھشترا اور بھشما پشما کے مابین بحث و مباحثہ کا بیان ہے اور نکتہ بحث یہ ہے کہ پتری یا ماہا موہ کے جال سے آزاد ہو کر' پرلوک چلے جانے والے یعنی مرجانے والے کے لیے' شردھا (یعنی والدین کی بعد از انتقال تقریبات پُرملال) میں کون کون سے جانور قربانی' بھینٹ یا نذر کے طور پر پیش کئے جاسکتے ہیں تاکہ پرلوک میں والدین اور دیوی دیوتا خوش ہو

جائیں۔ متعلقہ حصہ ملاحظہ کر لیا۔

''یدھشترا نے کہا'' اوعظمت و جلال اور طاقت کے دیوتا! ہمیں سُجھا کہ وہ کون سی چیزیں ہیں جو اگر تیری نذر گزاری جائیں تو ان کا اجر ابدلآباد تک رہے گا' بتا وہ کون سی قربانیاں ہیں جو پتریوں (پرلوک چلے جانے والوں) کے کارن تیری بھینٹ چڑھائی جائیں تو مدام باقی رہیں گی اور وہ کون سی اشیاء ہیں جو تیرے چرنوں میں قربان کردی جائیں تو تُو حدودِ وقت کے اس پار تک خرم و شاداں رہے گا؟''

جواباً بھشما کہنے لگا'' سنو! میں بتلاتا ہوں اور یدھشترا! کہ شردھا کے موقع پر ادائیگی رسوم میں جہاں لوگوں کی طرف سے تِل' چاول' جَو' ماشا' پانی' جڑی بوٹیاں اور پھل پیش کیے جائیں گے تو اے شہنشاہ! دیوی دیوتا ایک مہینے تک کے لیے خوش ہو جائیں گے اگر مچھلی کا ماس بھینٹ چڑھایا جائے تو پرلوک کے باسی' شردھا کے دن سے لے کر دو مہینے تک ہنسی خوشی سکھی رہتے ہیں' اگر بھیڑ بکریوں کا گوشت ان کی نذر کردیا جائے تو وہ تین ماہ کے عرصے کے لیے شانتی پا جاتے ہیں اور خرگوش کا ماس انہیں چار مہینوں کے لئے خوش رکھتا ہے بکری کا خاص ماس پانچ مہینے' سور کا گوشت 6 (چھ) ماہ اور پرندوں' پنچھیوں کا گوشت انہیں سات ماہ کے لیے شانت اور خوش رکھتا ہے۔ پرشاتا ہرنوں کی قربانی سے وہ آٹھ ماہ کے لیے مطمئن رہتے ہیں اور ''رورو'' سے حاصل شدہ قربانی انہیں نو (9) ماہ کے لیے مسرور رکھتی ہے' گاویہ کے گوشت سے وہ دس مہینے تک کے لئے شانتی پا جاتے ہیں جبکہ بھینس کی بھینٹ انہیں گیارہ مہینے تک کے لئے شاداں رکھتی ہے اور اگر بڑے گوشت یعنی گائے وغیرہ ہی کی نذر گزاری جائے تو شردھا کے موقع پر سور گباش ہونے والوں کی روحیں اور دیوی دیوتا پورے ایک سال کے لئے شاداں و فرحاں رہتے ہیں اور سن! پیاز کو گھی کے ساتھ ممزوج کر کے پتر کی نذر کرنا بڑے

گوشت ہی کی قربانی کے برابر ہے اگر بڑے بیل یعنی وادرنیسا کی قربانی پیش کی جائے تو جانو! روحیں پورے 12 سال کے لیے امان پاگئیں۔ چندر کیلنڈر کے حوالے سے ان کی موت کی برسی پر اگر سور گیاشیوں کے لیے گینڈے کا گوشت نذر کیا جائے تو وہ جاوداں خوش وخرم رہتے ہیں کلسکا بوٹی' کچنا پھول کی پتیاں اور سرخ بکری کا گوشت بھی ان کی مسرتِ دوام کا باعث بنتا ہے۔

7۔ ''ہندو مذہب دوسرے دھرموں سے اثر پذیر ہوا''

اگرچہ ہندوؤں کی مذہبی کتب مقدسہ اپنے ہندو پیروکاروں کو گوشت خوری کی کھلم کھلا اجازت دیتی ہیں مگر ہندوؤں نے خود کو محض سبزی خوری تک محدود کرلیا ہے جس کا بنیادی سبب دیگر مذاہب اور دھرموں سے اثر قبول کرنا تھا ہندوؤں نے بڑے پیمانے پر دوسرے مذاہب کا اثر قبول کیا باالخصوص جین مت نے انمٹ نقوش ثبت کیے۔

8۔ ''نباتات بھی جاندار ہیں''

کچھ مذاہب' جاندار مخلوقات کے خاتمے کے مکمل مخالف ہیں اسی لئے ان کے غذائی قوانین میں صرف اور صرف سبزی خوری کو اختیار کیا گیا ہے اگر کوئی شخص کسی جاندار مخلوق کو ختم یا قتل کیے بغیر زندہ رہ سکتا ہے تو میں پہلا فرد ہوں گا جو ایسا طرز حیات اختیار کرے ازمنہ عتیق میں لوگوں کا گمان تھا کہ پودے کوئی جاندار مخلوق نہیں آج یہ عالمگیر حقیقت ثابت شدہ امر ہے کہ نباتات بھی جاندار ہوتے ہیں لہٰذا وہ لوگ جو گوشت سے مکمل پرہیز رکھے ہوئے ہیں ان کی یہ منطق کہ پودے زندہ مخلوق نہیں ہیں' ادھوری اور حقیقت سے بعید ہے۔

9۔ ''حتیٰ کہ پودوں کو بھی احساسِ درد ہوسکتا ہے۔''

وہ لوگ جنہوں نے گوشت خوری کے خلاف کمر نباتات باندھ رکھی ہے یہ دلیل بھی پیش کرتے ہیں کہ دیکھیں بھائی! پودے تو احساس درد سے عاری ہیں انہیں درد کا احساس ہی نہیں ہوتا اس منطق کی رُو سے کسی پودے کو مارڈالنا کم از کم کسی ذی حیات حیوان کو مارڈالنے کی نسبت

چھوٹا جرم ہے۔ آج کی سائنس عقدہ کشا ہے کہ پودوں میں بھی درد محسوس کرنے کی صلاحیت موجود ہے۔ دراصل کسی پودے کی فریاد وفغاں کا انسانی سطحِ سماعت تک آنا یا سنائی دینا مشکل ہوتا ہے۔ دراصل یہ انسان کی حسِ سامعہ کی تحدید کے باعث ہوتا ہے جو 20 سے لیکر 20,000 میگا ہرٹز تک کی آواز سن سکنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ اس حد (یعنی 20 سے 20,000 میگا ہرٹز) سے کم یا زیادہ کی آواز' انسانی سماعت میں سمانے سے قاصر ہے۔ کتا 40,000 میگا ہرٹز تک کی آواز سن سکتا ہے اس لئے کتا 20,000 سے لیکر 40,000 تک کی ایک ایسی پراسرار سیٹی سن سکتا ہے جسے ہم انسان اپنی محدود سماعت کے باعث ''خاموش سیٹی'' کی آواز سے معنون کرتے ہیں۔ کتا اپنے مالک کی مخصوص خاموش سیٹی کی آواز سنتے ہی بھاگتا چلا آتا ہے۔ ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں ایک زمیندار نے تحقیق وتجربہ سے ایک سائنسی آلے کی ایجاد کو ممکن بنایا ہے جو پودے کی درد کے مارے چیخ پکار کو سماعت کی ایسی سطح صورت پر ڈھال سکے جو انسانوں کے لیے بھی سننا ممکن ہو اُس امریکی کاشتکار نے پیاس کی شدت محسوس کرنے پر پودوں کی چیخ وپکار اور گریہ وفغاں کو فوری طور پر جان لیا اور شناخت کرلی۔ تازہ ترین تحقیقات کے مطابق پودے خوش اور اُداس بھی ہوجاتے ہیں۔ پودے چیختے اور پکارتے بھی ہیں۔

10۔ ''ایسی جاندار مخلوقات کا قتل جو دوحواس کم کے حامل ہوں' کوئی کمتر جرم نہیں ہے۔''

ایک مرتبہ ایک شدت پسند سبزی خور صاحب نے دلیل پیش کی کہ پودوں میں تو پھر دو یا تین حواس ہوتے ہیں جبکہ جانوروں میں پانچ حواس یعنی پُورے حواس خمسہ ہوتے ہیں۔ اس صورت میں ایک پودے کا خاتمہ ایک جانور کے خاتمے کی نسبت کمتر جرم میں شمار ہوتا ہے۔ فرض کریں کہ خدانخواستہ آپ کا بھائی بہرا اور گونگا پیدا ہوتا ہے یعنی عام لوگوں کی نسبت اس میں دوحواس (حسِ شامہ وحسِ سامعہ) کم پائے جاتے ہیں۔ بڑا ہونے پر کوئی اسے مار ڈالتا ہے اب بتلایئے کیا آپ جج سے یہ کہیں گے؟ کہ مجرم کو کم تر سزا دی جائے کیونکہ آپ کے مقتول بھائی کے دوحواس سرے سے تھے ہی نہیں بلکہ اصل میں آپ تو یہ کہہ اٹھیں گے کہ

اس بے حس قاتل نے ایک گونگے بہرے معصوم فرد کو قتل کر دیا جناب منصف کو چاہیے کہ اسے سخت تر سزا دیں۔

فی الحقیقت، فرمان قرآن ہے۔

یاایھا الناس کلو ممّا فی الارض حللا طیباً ولا تتبعوا خطوات الشیطٰن انہ لکم عدو مبین (سورۃ البقرہ آیت مبارکہ 168)

''اے لوگو! کھاؤ وہ چیزیں جو ہیں زمین میں حلال اور پاکیزہ اور نہ پیروی کرو شیطان کے قدموں کی بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔''

''اگر ہر فرد محض سبزی خور ہونے لگے تو روئے ارض پر مویشیوں اور جانوروں کی تعداد بے محابا خطرناک حد تک بڑھ جائے'' جس کی بڑی وجہ ان میں افزائش نسل اور بڑھاؤ' پھیلاؤ کی فطری سرعت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عقل اکبر کو بخوبی علم ہے کہ مخلوقات میں مناسب طور پر توازن کیسے رکھا جائے۔

برسماع راست ہر کس چیر نیست
طعمہ ہر مرغکے انجیر نیست

مجھے ذاتی طور پر کوئی اعتراض نہیں اگر کچھ لوگ سبزی' گھاس (روٹی) ہی کھانے کو منشور حیات بنائے ہوئے ہیں۔ تاہم انہیں گوشت کھانے والوں کو ظالم وغیرہ کہہ کر مذمت نہیں کرنا چاہیے۔ دیکھیں ایک طرح سے ہم گوشت خوروں کا ہی خسارہ ہوگا اگر ہندوستان کے تمام لوگ گوشت خور ہوگئے تو نتیجتاً گوشت کی قیمتیں بڑھ جائیں گی' تاحال تو مناسب ہیں۔

اسلام میں جانوروں کو ظالمانہ طریقے سے ذبح کیا جاتا ہے

سوال: مسلمان حضرات ایک جانور کو اذیتیں دے دے کر آہستہ آہستہ اور درد انگیز طریقے سے اتنے بے رحمانہ انداز میں کیوں ذبح کرتے ہیں؟

ذاکر نائیک: لوگوں کی اکثریت' عرصہء دراز سے جانوروں کو ذبح کرنے کے قرینہء اسلام پر شدومد سے تنقید کرتی چلی آئی ہے۔ کیا ہی بہتر ہو اگر ہم ذیل کے نکات کا بغور مطالعہ کرلیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلام کا قرینہء ذبیحہ انسانی ہی نہیں سائنسی حوالوں سے بھی بہترین ہے۔

1۔ ''اسلام میں جانوروں کو ذبح کرنے کا طریقہ''

یہ طریقہ نہایت بہترین ہے۔ دراصل ''ذکیتم'' ایک فعل ہے جو عربی زبان کے مادہ لفظ

حیرت افروز بات ہے کہ مسلمانوں کو گوشت خوری اور ذبیحہ کے معاملے میں 'بھنویں تنی ہیں' خنجر ہاتھ میں بے تن کے بیٹھے ہیں'' والے روّیے کا سامنا ہے اس کے برعکس اہلِ یہود کا کوشر میٹ یا ذبیحہ گوشت کسی میڈیا کے کیمرے کی آنکھ دیکھنے دکھانے سے قاصر ہے۔ عجیب دُہرے معیارات ہیں۔ تاریخ عالم میں دیوی، دیوتاؤں کی خوشنودی کی خاطر ان کے سامنے انسانی گوشت پیش کیا جاتا تھا۔ زور وزر دار عورتیں، یک دوسالہ انسانی بچے کے خون سے غسل کیا کرتیں کہ بانجھ پن سے دوری حاصل ہو سکے۔ رومن بہادری و دلیری کی خونتانہ فشاں داستانیں ایک طرف رومن بادشاہ حضرات سچ جھوٹ کا فیصلہ متعلقہ ملزمان کو شیر کے سامنے ڈال کر نمٹاتے۔ تفنن طبع کے باعث باقاعدہ ایسے ہال تعمیر کیے جاتے جن کے بالاترین مسند نشیں امراء و وزراء اور ''شرفا'' ہوا کرتے جہاں انسان بمقابلہ انسان ایسے گھناؤنے کھیل پیش کیے جاتے کہ بالآخر درجنوں میں سے آخری زندہ بچ رہنے والا انسان فاتحِ اعلیٰ قرار دیا جاتا۔ ایسے عالم میں عیسیٰ نے آ کر انسانوں کو درسِ تمدن سے آشنا کرنے کی سعیِ پیہم کا بیڑا اُٹھایا۔ سائنس کے مطابق کائنات میں توافق و توازن کے فطری عمل کو برقرار رکھنے کی خاطر کثیر التعداد جانوروں کو بطورِ غذا استعمال کرنا ضروری ہے۔ مسلمان جن جانوروں کو نہایت ادنیٰ درجے (بقیہ اگلے صفحہ پر)

''زکاۃ'' سے ماخوذ ہے''زکاۃ'' کا مطلب تطہیر یا پاکیزہ کرنا ہے۔ جانوروں کو اسلامی طریقہ کار سے ذبح کرنے کی مندرجہ ذیل تین (3) شرائط نہایت لازم ہیں۔

1۔ سب سے پہلی بات یہ کہ جانور کو ایک تیز دھار آلے (چاقو وغیرہ) سے نہایت تیزی سے ذبح کر دیا جائے تا کہ مذبوحہ جانور دوران عمل کم سے کم درد سے دوچار ہو۔

2۔ ذبح کے دوران نرخرہ (سانس کی نالی) گلا اور گردن کی مخصوص رگیں کاٹ دی جائیں۔''ذبیحہ'' ایک عربی لفظ ہے جس کا مطلب ہے''ذبح کیا گیا'' لہٰذا ذبیحہ اس طور ہو کہ متعلقہ جانور کی سانس کی نالی' گلا یا شہ رگ کٹنے سے ہلاکت تو ہو جائے مگر مغز یا Spinal Card کو بالکل محفوظ رکھنا چاہیے۔

3۔ مذبوحہ جانور کے بدن بھر سے اچھی طرح خون کی مکمل نکاسی ہو جانا چاہیے۔ سر کو الگ کرنے سے قبل بدن بھر کا خون نکل رہنا چاہیے۔ اصل مقصد یہ ہے کہ زیادہ سے زیادہ خون مذبوحہ کے بدن سے باہر نکل آئے بصورت دیگر مختلف جراثیم کو کھل کھیلنے کا زرخیز میدان میسر آئے گا۔ حرام مغز کاٹنا اس لئے ممنوع ہے کہ اس صورت میں

(گزشتہ سے پیوستہ) کی اذیت سے دوچار کر کے ذبح کرتے ہیں وہ بصورت دیگر زمین پر اس قدر تیزی سے پھلنے پھولنے کی صلاحیت کے حامل ہیں کہ روئے ارضی پر Food cycle ہی متاثر ہونے لگے۔

اسلامی انسائیکلوپیڈیا (سید قاسم محمود) کے مطابق متعلقہ جانور کو شرعی طریقے سے ذبح کرنے کو ذکاوت (ذکاء، تزکیہ) کہتے ہیں۔ ذکاء کی متعدد صورتیں ہیں۔ (۱) ذبح (۲) نحر (۳) عقر (دیگر جائز طریقہ) ذکاوت الضرورت۔ ذبح کرنے کے عمل میں کم سے کم تکلیف کو سابق رکھنا لازم ہے۔ ظالمانہ رجحان سے بچاؤ کا ایک طریقہ اللہ جل شانہ کا نام مبارک لینا ہے۔ بسم اللہ یا اللہ اکبر کہنا مستحب اور زیادہ احسن ہے۔ آلے کا تیز دھار ہونا نہایت لازم ہے۔ جانور کے ذبح کیے جانے کے بعد اس کے ٹھنڈا ہونے سے پہلے کسی عضو کو کاٹنا مکروہ ہے۔ البتہ کتاب الفقہ کے مطابق ''اضحیہ'' بضم وبکسر الف ویاے غیر مشدد، اُس جانور کو کہتے ہیں جو حصول ثواب کی نیت سے ''ایام نحر'' میں ذبح یا نحر کیا جائے خواہ اعمالِ حج کے مناسک کے دوران یا دیگر کسی صورت میں۔ مذکورہ امر پر تین ائمہ اکرام کا مکمل اتفاق ہے البتہ مالکیہ کے ہاں چونکہ قربانی اعمالِ حج کا لازمی رُکن ہے اس لیے حج کرنے والا قربانی نہیں کرتا (جس کی تاویل الگ ہے) حضرت انس سے روایت ہے کہ محمد ﷺ نے اپنے ہاتھ سے دو جانوروں کو ذبح کیا اور دورانِ ذبح اللہ کا نام ہے۔

''املح'' مکمل سفید یا غالب سفید رنگ کے حامل جانور کو کہا جاتا ہے۔ جبکہ ''اقرن'' وہ جانور ہے جس کے دو سینگ اوسط درجے کے ہوں۔ بہر حال قربانی اور ذبح پر شرعی حوالے سے سبھی مسلمانوں کا اجماع ہے۔ اللہ کو خون، گوشت، کھال نہیں قرب کی سچی نیت پہنچتی ہے۔

دل کی طرف جانیوالی نسیں بھی نقصان سے دوچار ہو سکتی ہیں اور ہوتی بھی ہیں جس کے نتیجے میں پلک جھپکنے میں دل کی دھڑکن بند ہو رہتی ہے اور وہ خون جس کا زیادہ سے زیادہ (مذبوحہ کے بدن سے) اخراج ضروری ہے وہ جسم کے مختلف حصوں میں' نالیوں میں تھم جم کے رہ جائے گا جس سے گونا گوں بیماریوں کا خدشہ ناگزیر ہے۔

2۔''خون دراصل جرثوموں اور بیکٹیریا کی نشوونما کے لئے نہایت زرخیز میدان ہے''

خون فی الحقیقت جراثیم' بیکٹیریا اور زہریلے مادوں سے لبریز ہوتا ہے اور یہ خارج شدہ خون متعدد بیماریوں کے خدشے کو رفع کر دیتا ہے۔

3۔''گوشت کی تازگی تا دیر برقرار رہتی ہے''

اسلامی طریقے سے ذبح کیے گئے جانور کا گوشت زیادہ عرصے تک تروتازہ رہتا ہے کیونکہ مذبوحہ جانور کے بدن سے زیادہ سے زیادہ خون کا اخراج ممکن بنایا جاتا ہے جو ذبح کرنے یا مار ڈالنے کی دیگر صورتوں میں ضرر رساں بھی ہوتا ہے۔

4۔''مذبوحہ جانور کو ذبح کیے جانے کے عمل میں درد کا احساس نہیں ہوتا''

جانور کی شہ رگ کو تیزی سے کاٹ دینا دراصل دماغ کے اعصاب کی جانب رواں دواں خون کے بہاؤ کو فوری طور پر منقطع کر دیتا ہے جس کی وجہ سے درد کی حس ختم ہو جاتی ہے یا بالفاظ دیگر درد کا احساس ہی نہیں ہونے پاتا اور مرتے ہوئے جانور کا تڑپنا' پھڑکنا یا تیز تیز حرکت کرنا درد کے باعث ہرگز نہیں ہوتا بلکہ اعصاب میں خون کی کمی کے باعث کھنچاؤ اور پھیلاؤ سے ہوتا ہے اور اس کا ایک سبب بدن سے خون کا اخراج ہوتا ہے۔ پس مذبوحہ جانور درد کے یا تکلیف کے باعث نہیں تڑپتا پھڑکتا بلکہ احساس درد ختم ہو رہنے کی صورت میں عضلاتی کھچاؤ کا مظاہرہ کرتا ہے۔

گوشت خوری سے مسلمان تشدد پسند ہوجاتے ہیں

سوال: سائنس ہمیں بتاتی ہے کہ انسان جو کھاتا ہے اس کا اثر اس کے رویے اور کردار پر ہو کر رہتا ہے جب یہ خدشہ ثابت شدہ حقیقت ہو چلا ہے کہ گوشت خوری انسان کو تشدد پسند اور خونخوار بناتی ہے تو اسلام مسلمانوں کو کیوں گوشت خوری کی اجازت دیتا ہے؟

1۔ ''اسلام میں محض سبزی خور جانور کھانے کی اجازت ہے۔''

ذاکر نائیک: میں بالکل اتفاق کرتا ہوں اس لئے ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اسلام گوشت خور جانوروں یعنی شیر' چیتا وغیرہ کو کھانا کیوں حرام قرار دیتا ہے۔ یہ گوشت خور جانور وحشی اور خونخوار ہیں۔ ایسے جانوروں کو بطور غذا استعمال کرنا شاید ایک شخص کو مائل بہ تشدد اور خون آشام کر چھوڑے جبکہ اسلام خوردونوش میں محض سبزی خور جانوروں جیسے گائے' بکری' بھیڑ وغیرہ کو جائز قرار دیتا ہے اور مجوزہ حیوانات امن پسند' خوش طینت اور شریف الطبع حیوانات ہیں۔ مسلمان پُرامن اور شریف جانوروں کا گوشت کھاتے ہیں کیونکہ مسلمان امن پسند اور غیر متشدد قوم ہیں۔

2۔ ''فرمودات قرآن مجید کے مطابق محمد ﷺ نے ہر غیر نافع اور شرانگیز شے کی ممانعت کی ہے۔''

قرآن مجید میں ارشاد عالی ہے' سورۃ اعراف کی آیت مبارکہ 157 ملاحظہ ہو

الذین یتبعون الرسول النبی الامی الذی یجدونه مکتوباً عندهم فی التورٰته و الانجیل یا مرو هم بالمعروف وینهٰم عن المنکر و یحلّ لهم الطیبٰت و یحرم علیهم الخبٰئث و یضع عنهم اصرهم و الا غلٰل التی کانت علیهم ط فالذین امنو به و عزروه و نصروه و اتبعوا النور الذی انزل معهٗ لا اولٰیک هم المفلحون ○

''یہ وہ لوگ ہیں جو اتباع کرتے ہیں اس رسول کا جو نبی اُمی ہے جسے پاتے ہیں وہ لکھا ہوا اپنے پاس تورات میں اور انجیل میں' جو حکم دیتا ہے انہیں نیکی کا اور منع کرتا ہے انہیں بدی سے اور ان کے لئے پاکیزہ چیزیں حلال کرتا ہے اور حرام ٹھہراتا ہے ان کے لئے ناپاک چیزیں اور اتارتا ہے ان کے بوجھ ان پر سے' اور کھولتا ہے ان کی بندشیں جو پہلے ان پر تھیں' سو جو ایمان لائیں گے اس پر اور اس کی حمایت اور مدد کریں گے اور اتباع کریں گے اس نور (قرآن مجید) کی جو نازل کیا گیا ہے اس کے ساتھ یہی وہ لوگ ہیں جو فلاح پانے والے ہیں۔''

قرآن مجید سورہ حشر کی ساتویں (۷) آیت مبارکہ میں فرماتا ہے

و ما اتٰکم الرسول فخذوه و ما نهٰکم عنه فانتهو و اتقو الله ط

''اور جو کچھ دیں تمہیں رسولؐ سو اسے لے لو اور جس سے روک دے تم کو رسول' پس رک جاؤ (اس سے) اور اللہ سے ڈرو''

ایک مسلمان کے نزدیک ہر معاملے میں محمد ﷺ کی احادیث مبارکہ اتمام حجّ و براہین ہیں اور ہر لحاظ سے کافی ہیں۔ گوشت خوری میں حلال اور حرام جانوروں کا معاملہ عین منشائے اللہ کے مطابق ہے اور یہاں بھی ہر مسلمان حدیث کے حرف آخر ہونے کو کافی سمجھتا ہے۔

3۔ ''گوشت خور جانوروں کے کھانے کی ممانعت میں محمد ﷺ کی احادیث مبارکہ''

صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی متعدد (مستند' ثقہ) احادیث میں گوشت خوری پر محمد ﷺ کے فرمودات کامل ملتے ہیں۔ صحیح مسلم کے باب ''شکار اور ذبیحہ'' میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی حدیث نمبر 4752 میں اور سنن ابن ماجہ کے باب 13 کی حدیث نمبر 3232 تا 3234 میں

ایک ہی راوی سے یہ بیانات واضح ہوتے ہیں جہاں مذکور ہے کہ محمد ﷺ نے حسب ذیل جانوروں کا گوشت ممنوع وحرام قرار دیا ہے۔

1۔ نوکیلے (نوکدار) دانتوں والے جنگلی جانور یعنی گوشت کھانے والے جانور ممنوع قرار دیے گئے ہیں۔ ان جانور کا تعلق Cat Families سے ہے جیسے شیر، چیتا، بلی، کتا، بھیڑیا، چرخ وغیرہ۔

2۔ دانتوں سے کترنے والے مخصوص جانور جیسے چوہے، گلہریاں اور پنجوں والے خرگوش وغیرہ۔

3۔ مخصوص رینگنے والے جانور جیسے سانپ، مگرمچھ، گھڑیال وغیرہ وغیرہ۔

4۔ شکاری پرندے یا خمدار چونچ یا پنجوں والے پرندے مثلاً گدھ، شکرا، کوا، چیل، اُلو وغیرہ۔

دراصل ایسی کوئی سائنسی شہادت سرے سے ناپید ہے جو بلاظن وریب ثبوت مہیا کر سکے کہ انسان گوشت خوری کے باعث متشدد اور وحشی ہو جاتا ہے۔

باب 10

مسلمان کعبہ کی عبادت کرتے ہیں

سوال: اسلام ہر قسم کی صنم اصنام پرستی کو حرام قرار دیتا ہے تو پھر مسلمان کیوں کعبہ کو پوجتے ہیں اور کعبے کی طرف نماز میں جھکتے اور سجدہ کرتے ہیں؟

ذاکر نائیک: کعبہ فی الحقیقت ایک سمت ہے، قبلہ ہے یعنی ایک ایسی مشترکہ سمت جدھر تمام مسلمان دورانِ نماز رُخ کرتے ہیں۔ یہ ذہن نشین کر لینا ازبسکہ ضروری ہے کہ مسلمان اللہ تعالیٰ کے سوا نہ تو کسی کی پرستش کرتے ہیں نہ کسی کے آگے جھکتے ہیں۔ البتہ دوران نماز وہ کعبے کی طرف رُخ کر لیتے ہیں، منہ کر لینا عبادت کے زمرے میں نہیں آتا۔ اللہ تعالیٰ، وحدہ لاشریک نے سورۃ البقرہ کی آیت مبارکہ 144 میں ارشاد کیا ہے

قد نرٰی تقلب وجھک فی السمآء ج فلنولینک قبلہ ترضھا ص فول وجھک شطر المسجد الحرام ط وحیث ما کنتم فولوا وجوھکم شطرہ ط ان الذین اوتو الکتٰب لیعلمون انہ الحق من ربھم ط وما اللہ بغافل عماً یعملون O

”بیشک ہم دیکھ رہے ہیں بار بار اُٹھنا تمہارے چہرے کا آسمان کی طرف پھیرے دیتے ہیں ہم تمہیں اسی قبلے کی طرف جسے تم پسند کرتے ہو سو پھیر لو تم اپنا رُخ مسجد حرام کی طرف اور جہاں بھی ہوا کرو تم پھیر لیا کرو اپنے رُخ (بوقت نماز) اسی کی جانب اور بے شک وہ لوگ جنہیں اللہ کی کتاب دی گئی خوب جانتے ہیں کہ یہی (قبلہ) حق ہے ان کے رب کی طرف سے۔ اور اللہ ان کاموں سے بے خبر نہیں ہے جو یہ کر رہے ہیں۔“

1۔ ”اسلام فروغ اتحاد پر یقین رکھتا ہے۔“

مثال کے طور پر مسلمانوں میں سے بوقت نماز، ممکن ہے بعض شمال کا رُخ کرنا چاہیں

جبکہ بعض اپنا منہ جنوب کی سمت کرنے کے خواہاں ہوں' بخاطر اینکہ مسلمان اتحاد و یگانگت اور کامل ہم آہنگی کے ساتھ ایک سچے خدا کی عبادت و اطاعت کریں' انہیں صرف اور صرف ایک رخ یعنی کعبہ کی طرف منہ کر کے ادائے صلوٰۃ کا حکم دیا گیا ہے صرف اور صرف کعبہ کی سمت' اگر کچھ مسلمان کعبہ کی مغرب میں اقامت پذیر ہیں تو وہ مشرق کی طرف اپنا منہ پھیر لیں بعینہٖ اگر وہ مشرق میں کہیں رہائش پذیر ہیں تو کعبے کے لیے اپنا رخ مغرب کو کر لیں یہ اتحاد' یگانگت' ہم آہنگی اور یکجہتی کی علامت ہے۔

2۔ ''کعبہ دنیا کے عین مرکز میں واقع ہے''

مسلمانوں ہی نے دراصل سب سے پہلے دنیا کا نقشہ بنایا اس نقشے کے مطابق انہوں نے جنوب کو اوپر اور شمال کو نیچے کی طرف رکھا۔ ''کعبہ کے گرد طواف خدا کی وحدانیت کا مظہر ہے'' جب مسلمان مکہ میں دوران حج' مسجد حرام کا رُخ کرتے ہیں تو وہ کعبہ کے گرد اگرد دائرہ کی صورت میں چکر لگاتے ہیں جسے طواف کہا جاتا ہے۔ (طواف دین اسلام کے بنیادی رکن حج کے لازمی مناسک میں سے ایک ہے)

3۔ ''طواف کا یہ عمل ایمان و اطاعت الٰہیہ کے مظہر کی علامت ہے''

چونکہ ہر دائرے کا ایک مرکز ہوتا ہے اس لئے کائنات بھر کا مرکز خدائے واحد کی ذات اکبر ہے اور وہی خالصتاً تمام تر بندگی و اطاعت کی سزاوار ہے۔

4۔ ''پیکر عدل و شجاعت' خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروقؓ کا فرمان مبارک''

حجر اسود کے حوالے سے محمد ﷺ کے جلیل القدر صحابی حضرت عمر فاروقؓ کا فرمان مبارک نہایت ارفع' قاطع ریب و شرک اور واضح ہے جس کا بیان صحیح بخاری' جلد دوم کی ''کتاب حج'' میں باب 56 کی حدیث مبارکہ نمبر 675 میں آتا ہے۔ حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا۔

''(اے حجر اسود) مجھے بخوبی علم ہے کہ تو محض ایک پتھر ہے جو نہ تو مجھے کوئی نقصان دے سکتا ہے اور نہ ہی کوئی نفع یا فائدہ پہنچا سکتا ہے۔ اگر میں نے محمد ﷺ کو تجھے لبہائے مبارک سے چھوتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھے یوں کبھی نہ چھوتا۔'' اس سے خلیفہ دوم کی محمد ﷺ کی

ذات اقدس سے دلبستگی اور اتباع سنت میں حزم و احتیاط کی شدت بھی واضح ہوتی ہے۔

5۔ ''مسلمانوں نے کعبہ کی چھت پر کھڑے ہو کر اذان دی''

یہ دور اپنے ابراہیم کی تلاش میں ہے
صنم کدہ ہے جہاں لا الہ الا اللہ

محمد ﷺ کے دور مسعود و مبارک میں مسلمانوں نے کعبہ کی چھت پر چڑھ کر اذان دی یعنی نماز کے لیے لوگوں کو پکارا۔ مسلمانوں پر کعبہ کی پرستش کا الزام لگانے والوں سے سوال یہ ہے کہ بتائیں کون بت پوجنے والا اسی بت پر کھڑا ہوگا جس کی وہ پوجا کرتا ہے۔

بیاں میں نکتہء توحید آ تو سکتا ہے
ترے دماغ میں بتخانہ ہو تو کیا کہیے

باب 11

غیر مسلموں کو مکہ میں داخلے کی اجازت نہیں ہے

سوال: غیر مسلموں کو مسلمانوں کے مقدس شہروں مکہ اور مدینہ میں داخلے کی اجازت کیوں نہیں دی جاتی؟

ذاکر نائیک: قانونی طور پر یہ صحیح ہے کہ غیر مسلموں کو مکہ اور مدینہ میں داخل ہونے کی اجازت نہیں ہے۔ مندرجہ ذیل نکات شاید اس پابندی کے پس پردہ مصلحت کو واضح طور پر آشکار کریں۔

1۔ ''فوجی علاقے میں تمام شہریوں کو داخلے کی اجازت نہیں ہوتی''

میں ایک ہندوستانی شہری ہوں اس کے باوصف مجھے انڈیا ہی کے کچھ ممنوعہ مقامات میں داخلے کی اجازت نہیں ہے مثلاً فوجی چھاؤنی کا علاقہ ہر ملک میں ایسی کچھ مخصوص جگہیں ہوتی ہیں جہاں اس ملک کا شہری بھی بار پانے سے قاصر ہوتا ہے اور ہرگز داخل نہیں ہوسکتا۔ صرف وہی شخص جو فوج کا رکن ہے یا جس کا کسی حوالے سے دفاعی معاملات سے تعلق ہے' کنٹونمنٹ کے علاقے میں داخلے کا مجاز ہے۔ بالکل اسی طور اسلام پوری دنیا اور ساری ملتِ انسانی کے لیے ایک عالمگیر دین ہے۔ اسلام کے ''کنٹونمنٹ کے علاقے'' دو مقدس شہر مکہ اور مدینہ ہیں یہاں بھی صرف وہی لوگ جو اسلامی فوج کے رکن یعنی مسلمان ہیں یا اسلام کے دفاعی معاملات میں ہراوّل دستے کے سپاہی مسلمان ہیں' داخلے کے مجاز ہیں۔ یہ قطعی طور پر بے بنیاد سی بات ہوگی اگر ایک عام آدمی اُٹھ کر کنٹونمنٹ ایریا کی پابندی کو موضوعِ سوال بنائے بالکل اسی طور پر کسی بھی غیر مسلم کے لئے یہ نامناسب ہوگا کہ وہ مکہ و مدینہ جیسے مقدس شہروں میں داخلے کی حدود و قیود پر معترض ہونے لگے۔

2۔ ''مکہ اور مدینہ میں داخلے کا اجازت نامہ یا ویزا قابلِ حصول ہے۔''

1۔ جب کبھی کوئی شخص پردیس کو عازمِ سفر ہوتا ہے اسے پہلے ویزا یعنی اس ملک میں داخلے کا اجازت نامہ حاصل کرنا لازم ہوتا ہے۔

اجازت نامے کے اجراء کے لیے ہر ملک کے اپنے اپنے قوانین' قواعد اور ضروریات ہوتی ہیں اور جب تک کوئی فرد ان معیارات پر پورا نہیں اترتا اسے متعلقہ ملک داخلے کا اجازت نامہ یا ویزا میسر نہیں آتا۔

2۔ ویزا جاری کرنے کے معاملے میں امریکہ ایسے ممالک میں سرفہرست ہے جو سخت اور کڑی شرائط اور حدود و قیود کے ساتھ خوب جان پرکھ کر اور چھان پھٹک کر ویزا جاری کرتے ہیں۔ بالخصوص تیسری دنیا کے باشندوں کو ویزا دیتے ہوئے تو ان کی احتیاط کا عالم دیدنی ہوتا ہے ان کی متعدد کڑی شرائط اور ضروریات پوری کرنے پر ہی ویزے کا حصول' ممکن الحصول ہو پاتا ہے۔

3۔ جب میں نے سنگاپور کا دورہ کیا تو ان کی سفری دستاویز پر جلی حروف میں ''سوداگران منشیات کے لئے موت کی سزا'' مرقوم تھا اب اگر مجھے سنگاپور جانے کا شوق چرائے تو مجھے قوانین کو بہر صورت ملحوظ نگاہ رکھنا ہوگا۔ میں پکار پکار کر کہنے سے ر[illegible] کہ موت کی سزا ظالمانہ ہے' بے رحمی ہے اس کے برعکس صرف اس صورت میں [illegible] جب میں سنگاپور کی سفری ضروریات اور حدود و قیود کا پاس رکھوں' سنگاپور میں داخلے کا مجاز ہوں۔

4۔ داخلے کا اجازت نامہ یا ویزا...... وہ بنیادی شرط جسے پورا کرنے پر کوئی بھی فرد کوئی [illegible] بھی انسان باآسانی مکہ یا مدینہ میں داخل ہوسکتا ہے' ہونٹوں سے لا الٰہ الا اللہ محمد [illegible] الرسول اللہ کہتا ہے۔ یہ شرط پوری کرتے ہی آپ پر مکہ مدینہ کے دروازے وا ہو[illegible] لگتے ہیں بس ایک طرزِ حیات اپناتے ہوئے اتنا کہنے کی دیر ہے حرم کھل جائے گا۔

''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اس کے رسول ہیں''

خرد نے کہہ بھی دیا لا الٰہ تو کیا حاصل
دل و نگاہ مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

خنزیر کیوں ممنوع ہے

سوال: اسلام میں خنزیر کا گوشت کھانا کیوں ممنوع قرار دیا گیا ہے؟

ذاکر نائیک: یہ حقیقت کہ خنزیر کا استعمال اسلام میں حرام ہے' ایک جانی پہچانی حقیقت ہے۔ مندرجہ ذیل نکات' اسلام میں ''حرمتِ خنزیر'' کے متعدد پہلوؤں کی توضیح کرتے ہیں۔

1۔ قرآن مجید میں خنزیر کو حرام قرار دیا گیا ہے

قرآن مجید میں کم از کم چار جگہوں پر لحمِ خنزیر کے استعمال کو حرام اور ممنوع قرار دیا گیا ہے۔ سورۃ بقرہ کی آیت مبارکہ 173 ملاحظہ ہو۔

''اس (اللہ) نے تو بس حرام کیا ہے تم پر مردار' خون' خنزیر کا گوشت اور ہر وہ چیز کہ جس پر غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہو۔''

سورۃ مائدہ کی آیت تین میں ارشاد ربانی ہے۔

''حرام کیا گیا ہے تم پر مردار' خون' خنزیر کا گوشت اور وہ جانور کہ جس پر غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہو۔''

سورۃ انعام کی آیت مبارکہ 145 میں ارشاد ہے۔

''کہہ دو! نہیں پاتا میں اپنے پاس آنے والی وحی میں کوئی چیز حرام کسی کھانے والے پر کہ اسے کھائے سوائے اس کے کہ ہو وہ مردار' یا بہتا ہوا خون یا سور کا گوشت اس لئے کہ وہ یقیناً ناپاک ہے۔''

قرآن مجید میں سورۃ نحل کی آیت 115 میں واضح کیا گیا ہے کہ

''حقیقت یہ ہے کہ اس نے تو بس حرام کیا ہے تم پر مردار' خون' سور کا گوشت اور ہر وہ چیز کہ پکارا جائے غیر اللہ (کا) نام اس پر''

کتاب فرقان میں اللہ فرماتا ہے۔

''حرمت علیکم المیتة والدم ولحم الخنزیر و ما اھل لغیر اللہ به.

مندرجہ بالا آیات قرآنی قلب مسلمان میں یہ یقین پیدا کرنے کے لیے کافی ہیں کہ خنزیر اس لئے حرام ہے کہ اللہ نے اسے حرام قرار دیا ہے۔

2۔ خنزیر کی بابت انجیل میں حکم ممانعت

عیسائی حضرات اپنے مذہبی صحائف کے حوالے سے ممکنہ طور پر جلد قائل ہو جاتے ہیں۔ اناجیل میں خنزیر خوری کی مکمل ممانعت ہے۔ کتاب مقدس Leviticus میں ساتویں اور آٹھویں سطر میں یوں مندرج ہے۔

''اور خنزیر کہ اگرچہ اس کے کھر بٹے ہوئے ہیں۔ بہرحال یہ جانور جگالی نہیں کرتا یہ تمہارے لئے ناپاک ہے۔''

''ان کا گوشت تم نہ کھاؤ گے اور نہ ہی تم ان کے تنِ مردہ کو چھوؤ گے وہ تمہارے لئے ناپاک ہیں۔''

انجیل مقدس کی کی کتاب ''کتاب استثناء Book of Deuteronmy کی آٹھویں سطر میں بھی حرمت خنزیر سے خبردار کیا گیا ہے۔

''اور خنزیر کہ اس کے پاؤں کے کھر دو حصوں میں بٹے ہوئے ہیں مگر یہ جگالی نہیں کرتا' تمہارے لئے ناپاک ہے تم نہ ہی اس کا گوشت کھاؤ گے اور نہ ہی اس کے مردہ جسم کو ہاتھ لگاؤ گے۔''

اسی طرح بائبل کی کتاب Isaiah کے باب 65 میں سطر 2 تا 5 بھی خنزیر کے حرام ہونے کو واضح کرتی ہیں۔

3۔لحم خنزیر‘ متعدد بیماریوں کا باعث ہے۔

اب مجھے معاملہ غیر مذہبی لوگوں سے آن پڑا ہے اور یہ دیگر غیر مسلم اور ملحد حضرات تبھی قائل ہونگے جب انہیں محض تعقل‘ منطق اور سائنس کی روشنی میں بتایا جائے۔ خنزیر کا گوشت کھانے سے کم از کم مختلف اقسام کی ستر 70 سے زائد بیماریاں لاحق ہوسکتی ہیں۔ کسی شخص کو سور کا گوشت استعمال کرنے کی صورت میں پیٹ میں کیڑے پڑنے کی بیماری کا لاحق ہونا نہایت قرین امکان ہے اور یہ پیٹ میں کیڑے مختلف اقسام کی حامل بیماریوں کے ہمراہ رینگتے ہیں جیسے کرمِ کروی‘ کرمِ سوزنی یا ہک وارم وغیرہ جن میں سب سے زیادہ خطرناک قسم ٹینیا سولیم (Taenia Solium) کی ہے عام طور پر انہیں ٹیپ وارم (Tape warm) کہا جاتا ہے یہ مریض کی بڑی آنت میں پھلتا پھولتا ہے اور بہت لمبا ہوجاتا ہے اس کے انڈے خون میں شامل ہوکر بدن کے ہر ہر حصے تک جا پہنچتے ہیں اگر یہ دماغ میں سرایت کرجائے تو یہ حافظے کی مکمل تباہی کا موجب بن سکتا ہے۔ آنکھ میں داخل ہورہنے کی صورت میں یہ ٹیپ فارم بینائی زائل کرسکتا ہے۔ اگر یہ دل میں داخل ہورہے تو ہارٹ اٹیک یقینی بناسکتا ہے اور اگر یہ جگر کا رخ کرلے تو جگر کا زیاں الگ الغرض یہ مریض کے بدن کے ہر ہر عضو کو خطرناک حد تک نشانہ بنا سکتا ہے۔ ایک اور نہایت خطرناک کیڑا Trichura Tichurasis نامی ہے۔

خنزیر کے متعلق ایک عام غلط فہمی یہ پائی جاتی ہے کہ اگر اسے خوب اچھی طرح آنچ پر پکا لیا جائے تو اس کے انڈے مرجاتے ہیں جبکہ امریکہ میں کیے گئے ایک تحقیقی منصوبے کے نتائج کے مطابق Trichura Tichurasis نامی کیڑے کے مرض میں مبتلا ہونے والوں کی اکثریت خنزیر کے گوشت کو خوب تیز آنچ پر اچھی طرح گلا کر پکاتی اور استعمال کرتی تھی تحقیق کے مطابق چوبیس (24) میں سے بائیس (22) مریض اچھی طرح پکانے کھانے والے نکلے۔ اس سے صاف طور پر روشن ہوتا ہے کہ آپ عام حالات کی تیز تر آنچ بھی استعمال کرلیں تو خنزیر کے انڈے مرنے والے نہیں۔

4۔سور کے گوشت میں چربی دار مواد ہوتا ہے۔

جو مواد عضلات کی نمو اور افزائش کا موجب ہوتا ہے وہ خنزیر کے گوشت میں نہایت کم پایا

جاتا ہے بہت ہی کم بلکہ یہ چربی سے لبالب بھرا پڑا ہوتا ہے۔ یہ چربی خون کی نالیوں میں جاکر جمنے لگتی ہے دریں صورت ہائپر ٹینشن بالفاظ دیگر بلڈ پریشر کے لئے مہمیز کا کام دیتی ہے اور دل کے دورے کا یقینی سبب بن سکتی ہے۔ اب اس بات میں حیرت کیسی اگر امریکہ میں بسنے والے پچاس 50 فیصد سے زیادہ لوگ ہائپر ٹینشن Hyper Tension جیسے موذی مرض میں مبتلا ہیں۔

5۔خنزیر روئے ارض پر غلیظ ترین جانور ہے۔

خنزیر روئے زمین کا سب سے غلیظ حیوان ہے اس کے کھانے پینے اور رہنے سہنے میں تعفن ہے یہ گوبر‘ لید اور انسانی فضلہ تک کھا جاتا ہے۔ میرے علم کے مطابق یہ بہترین مہتر یا خاکروب ہے جو خدا نے پیدا کیا۔ دیہی علاقوں میں عموماً حوائج فطری کے لیے جدید ٹائلٹ نہیں ہوتے اور دیہی لوگ کھلی فضا میں ہی کوئی گوشہ خلوت کی تلاش کرتے ہیں اکثر و بیشتر گندگی اور فضلہ یہ غلیظ خنازیر صاف چٹ کرجایا کرتے ہیں۔ کچھ لوگ یقیناً منطقی استدلال سے کام لیتے ہوئے احتجاج کرسکتے ہیں کہ آسٹریلیا میں تو باقاعدہ خنزیر خانے تعمیر ہوچکے ہیں جہاں ان خنازیر کو نہایت صاف ستھرے اور غذائی حوالے سے پاکیزہ ماحول میں بسایا گیا ہے مگر یہاں بھی گروہوں کی شکل میں رہتے ہوئے وہ اپنی فطری غلیظ عادات سے باز نہیں آتے آپ چاہے نہیں کتنا ہی صاف و شفاف رکھنے کی سعی رائیگاں کرتے رہیں وہ اپنے ہی نہیں دیگر ساتھیوں کے فضلے کو بھی مزے سے چٹ کرجاتے ہیں۔

6۔خنزیر سب سے زیادہ بے شرم حیوان ہے۔

روئے زمین پر خنزیر سے بڑھ کر شرمناک حد تک‘ شرم سے عاری کوئی جانور نہیں یہ واحد جانور ہے جو دوسرے جانوروں کو اپنے ہم جنس ساتھی کے ساتھ لطف ربائی کی دعوت دیتا ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ امریکہ میں لوگوں کی ایک بڑی تعداد خنزیر خوری سے حظ اٹھاتی ہے۔ تقریبات میں اکثر و بیشتر رقص کے بعد وہ ”تبادلہ زوج“ فرماتے ہیں بالفاظ دیگر ”تم میری بیوی کے شبستاں میں اور میں تمہاری بیوی کے بستر پر“ عمل کرتے ہیں یقین کریں یہ شرمناک فعل

''خنزیریت'' ہے اور اگر آپ خنزیر خورد ہیں تو لامحالہ آپ کا طور طریقہ اور کردار بھی خنزیر جیسا ہو کر رہے گا امریکیوں کی مثال ہی لے لیں۔

(ڈاکٹر ذاکر نائیک نے بجا طور پر غلیظ امریکی معاشرتی تمدن کو ''خنزیریت'' سے تعبیر کیا ہے مگر میں ذاتی طور پر سمجھتا ہوں کہ ''بیوی بدل بازی'' کا یہ امریکی کلچر خنزیر کا گوشت کھانے کے سبب ہی پیدا نہیں ہوا اس کی متعدد دیگر نفسیاتی عمرانی اور تمدنی وجوہ ہیں یہ اکثر امریکیوں کی جنسی کج روی' معاشرتی کج فطری' مادر پدر آزادی اور بے مرکز و محور ''سنہری'' زندگی کی شب بیداری کا شاخسانہ بھی ہے۔ بہت سے دیگر امریکی خنزیر خور ایسا خبیث کھیل نہیں بھی کھیلتے۔ مترجم)

باب 13

الکحل کی ممانعت

سوال: اسلام میں الکحل کا استعمال حرام کیوں قرار دیا گیا ہے؟

ڈاکٹر نائیک: ازمنہ ماقبل تاریخ معلوم سے ''الکحل'' انسانی معاشرے پر ''لعنت کی بارش'' مثال برستی رہی ہے۔ الکحل آج بھی کتنی ہی لاتعداد انسانی جانوں کے زیاں کا باعث ہے اور دنیا بھر میں لاکھوں کروڑوں لوگ اس اذیت ناک کرب سے دوچار ہیں۔ الکحل انسانی معاشرے کو درپیش ان گنت مسائل کی بنیادی جڑ ہے روز افزوں شرح جرائم' دنیا بھر میں آئے دن اجڑتے بکھرتے ہوئے گھروں اور خاندانوں کی شماریات فی لاصل الکحل کی تخریبی قوت کی زندہ و جاوداں شاہد ہیں۔

اور تو اے بے خبر! سمجھا اسے آب حیات؟

☆

☆ آب رز، سوم رس، بنت العنب اور خمر و شراب ہم معنی ہیں۔ امام شافعیؒ کا کہنا ہے کہ جو چیز نشہ آور ہو وہ خمر ہے۔ عربی زبان کے لفظ مسکر اور خمر ایک ہی معانی پر دلالت کرتے ہیں۔ امام ابو حنیفہؒ کا فرمان ہے کہ خمر وہ شراب ہے جو انگور سے بنتی ہے۔ شراب کی حرمت میں قرآن مجید میں چہار آیات کا نزول ہوا ہے۔ شراب نجس عمل ہے اور محمد ﷺ نے اسے ''اُمّ الخبائث'' سے موسوم کیا ہے اور شراب سے کسی طرح کا بھی تعلق رکھنے والے کو ملعون قرار دیا ہے بلکہ نجس العین کہہ کر رسم مے نوشی و گلابی کلیتہً موقوف کر دی۔ البتہ تاریخ ہے انگریز سپہ سالار جنرل رابرٹس نے کہا تھا کہ اگر مجھے شراب سے پرہیز کرنے والی فوج دے دی جائے تو میں روئے عالم کو تہہ و بالا کر دوں۔ افسوس کہ دانایانِ فرنگ، احکام اسلام کا افادہ سمجھتے ہیں ہم واعظوں میں پُر اثر ہیں۔ اسلامی فقہ کی رُو سے شرابی کو ثابت ہو جانے پر چالیس (40) کوڑے مارے جانے کی سزا دی جائے۔ بوقتِ ضرورت مرض کشمکش مرگ و حیات میں شراب و الکحل کے استعمال پر آئمہ اکرام میں اختلاف رہا۔ امام مالک اور امام احمد حنبلؒ جائز قرار دیتے ہیں۔ ابو حنیفہؒ صرف شدتِ تشنگی میں کسی اور ذریعے کی عدم دستیابی کے سلسلے میں استعمال شراب کے (بقیہ اگلے صفحہ پر)

1۔ قرآن مجید میں الکحل کی ممانعت

قرآن مجید فرقان مجید کی سورۃ المائدہ کی آیت مبارکہ 90 میں ارشاد ہے

یاایھا الذین امنو انما الخمر و المیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطن فاجتنبوہ لعلکم تفلحون۔

''اے ایمان والو! یقیناً شراب اور جوا اور بت اور پانسے گندے شیطانی کام ہیں پس ان سے اجتناب کرو تاکہ تم فلاح پاؤ''

2۔ انجیل میں ''ممانعت الکحل''

درج ذیل آیات میں شریعت عیسوی کے صحیفے میں بھی الکحل کی شدت سے ممانعت فرمائی گئی ہے۔

الف) شراب مضحکہ آور ہے' غصہ آور ہے اور پینے والے کی عقل کو مختل کر کے رہتی ہے۔ (Proverbs 20:1)

ب) اور نشہ شراب میں مدہوش نہ ہو رہو (Ephesians 5:18)

شریعت عیسوی میں بھی بالتاکید شراب سے ہشیار رہنے کا حکم دیا گیا ہے کہ یہ فتنہ درحقیقت ''اُم الخبائث'' یعنی تمام برائیوں کی ماں ہے۔

(گذشتہ سے پیوستہ) قائل ہیں۔ عہدِ جاہلیت کے عرب خوب خوب شرابیں لُنڈھاتے اور اپنی شراب نوشی پر نازاں ہوتے حتیٰ کہ ایک موقع پر خانہ کعبہ کی کنجیاں تک ایک مشکِ شراب کے بدلے بیچ ڈالی گئی تھیں۔ میخانہ یورپ کے مشرقی حصے ''روس'' کی واڈکا، اُن کی قومی شناخت بن چکی ہے۔ بادۂ پُرتگالی افسانوی قصہ کی سی کشش رکھتی ہے۔ سفید شراب مشہور ہے فرانسیسیوں نے شیمپین کو ملّی غیرت کا سا جوش دے رکھا ہے۔ انگریز برانڈی کے شائق ہیں۔ شراب ہوش وخرد ہی سے بیگانہ نہیں کرتی، اپنوں بلکہ اپنے سے بھی بیگانہ کر کے رہتی ہے۔ مسکرات کی طویل فہرست میں پوست، چرس، بھنگ، گانجا، کوکین، مارفین، ہیروئین اور نام نہاد سکون آور ٹرنکولائزرز بھی شامل ہیں۔ حسن بن صباح حشیش پلا کر اپنے پیروکاروں کو ''جنت'' کی سیر کراتا اور بعد ازاں اُنہی سے مسلم سکالرز اور مقتدر حضرات کی سرکوبی کا کام لیتا۔ آج بھی سوائے سعودی عرب اور ایران کے اُمتِ مسلمہ اس نجاست سے قابلِ تعریف حد تک چھٹکارا پانے میں بُری طرح ناکام ہے۔ بڑی وجہ شراب کی میڈیا پر تشہیر اور مغربی کلچر کا جزو لاینفک ٹھہرنا ہے۔

3۔ الکحل دماغ کے مزاحمتی (ردوقبول کے) مرکز کو ناکارہ بنا چھوڑتی ہے۔

انسانی دماغ میں ایک مزاحمتی مرکز ہوتا ہے جو تعقل کے زیرِ اثر کسی شے کے جائز یا ناجائز ہونے کی خبر لاتا ہے۔ تعقل کا مزاحم مرکز ہی دراصل کسی فرد کو کسی شے کے برے ہونے سے خبردار کروا کر روکتا ہے مثال کے طور پر ایک فرد والدین' بزرگوں سے بات چیت کے دوران کبھی بھی غلیظ زبان استعمال نہیں کرنا چاہتا اور بالعموم یونہی ہوتا ہے۔ جب کوئی شخص فطری حاجت پوری کرنا چاہتا ہے تو وہ عموماً جائے خلوت کا رُخ کرتا ہے کیونکہ دماغ کا مزاحمتی مرکز جو مرکزِ تعقل ہوتا ہے' اسے ٹائلٹ کی طرف جانے کی ہدایت کرتا ہے۔

جونہی ''الکحل'' اپنا اثر دکھاتی ہے یہ دماغ کے مزاحمتی مرکز سے مزاحم ہونے لگتی ہے القصہ فرد میں تعقل وادراک کی نارمل حس ماند پڑنے لگتی ہے اور وہ امتیاز وفرق کی جرأت کی تاب لانے کا متحمل نہیں ہو پاتا۔

''شراب سیخ پہ ڈالی' کباب شیشے میں'' والا حال ہونے لگتا ہے۔ یہی اصل وجہ ہے کہ مخمور مدہوش فرد ایسا رویہ برتنے لگتا ہے جو اس کی فطری طبیعت کی خصوصیات سے ذرا بھی متماثل نہیں ہوتا۔ مثال کے طور پر نشے میں ڈوبا ہوا شخص اپنے والدین تک سے غلیظ اور غیر مہذب باتوں پر اُتر آتا ہے اور اسے اپنی غلطی کا احساس تک نہیں ہوتا۔ کچھ جرأت رندانہ کے مارے کپڑوں میں ہی پیشاب کر ڈالتے ہیں۔ یعنی ایک طرفہ خطا کے مرتکب ٹھہرتے ہیں' نہ تو ڈھنگ سے بات کر پاتے ہیں اور نہ ہی باقاعدہ طور پر چل ہی سکتے ہیں' پاؤں بے طرح پڑتے ہیں اور شراب کے جنوں میں جانے کیا کیا کچھ بکنے لگتے ہیں جس کا عمومی زندگی میں تصور بھی محال لگتا ہے۔ باہر' اندر رنگ ڈھنگ ایسے قرمزی ہو جاتے ہیں کہ رشتوں کی تمیز تک دُھندلا جاتی ہے مارے نشے کے بدکاری وبدکرداری پر اُتر آتے ہیں' القصہ یہ جام ہائے مئے تلخ' تلخ تر نتائج لا کر رہتے ہیں۔

4۔ شرابیوں میں بدکاری' غیر محرم ومحرم عورتوں سے زیادتی کے واقعات اور ایڈز کا مرض' زیادہ ہوتے ہیں۔

امریکہ میں جرائم کا نشانہ بننے والوں کے لیے قومی سطح پر قائم بیورو آف جسٹس کے صرف 1996ء کے سروے کے مطابق روزانہ 2,713 واقعات تھے جن میں عورتوں کو زیادتی کا

نشانہ بنایا گیا اور اعداد وشمار کے مطابق عورتوں سے زیادتی کے مرتکب افراد کی بڑی اکثریت نے یہ بدکارنامہ نشے کی حالت میں سرانجام دیا۔ عورتوں سے چھیڑ چھاڑ کرنے والوں کی ایک بڑی تعداد بھی نشے کی حالت میں پائی گئی۔

اعداد وشمار کے مطابق امریکہ میں محرمات سے بدکاری کرنے والوں کی تعداد آٹھ فیصد ہے یعنی ہر سو میں سے (12/13) بارہ یا تیرہ افراد اپنی ہی ماؤں بہنوں سے زیادتی کے مرتکب ہوتے ہیں۔ محرمات میں ناجائز جنسی اختلاط کے مظاہر تقریباً تمام کے تمام نشے میں مدہوش فریق یا فریقین کی کارگزاری ہوتے ہیں۔ دنیا کی سب سے زیادہ دہشت ناک بیماری ایڈز کے فروغ میں ''الکحل'' نہایت فعال عامل ومحرک ہے۔

5۔ ہر عادی شرابی اوّل اوّل گرمیٔ بزم کے تقاضے سے شروع کرتا ہے۔

بہت سے شراب نوش خود کو Social Drinkers یا تقریبات کے تقاضوں کا لحاظ رکھنے والے شراب نوش کہہ کر شراب (شر + آب) کے حق میں دلیل لاتے ہیں۔ وہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ تو محض ایک یا دو پیگ' بخاطر بزم یاراں' پی لیا کرتے ہیں کہ کہیں آبگینوں کو ٹھیس نہ لگ جائے ورنہ انہیں خود پر مکمل کنٹرول حاصل ہے اور وہ کبھی نشے میں دھت نہیں ہوئے۔ تحقیق وجستجو سے ثابت ہوا ہے کہ اکثر شرابی بزم یاراں کے ادب آداب نبھاتے نبھاتے عادی مے نوش بن گئے۔ کسی عادی شراب نوش نے پہلی بار جام شراب اس نیت سے نہیں اٹھایا کہ وہ پکا پکا شراب نوش بن جائے کوئی ''معاشرتی شرابی'' Social Drinker دعوے سے یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں کئی برسوں سے آداب محافل کے تقاضوں کو نبھانے کی خاطر شراب پیتا رہا ہوں اور مجھے اس قدر ضبط ذات حاصل ہے کہ کبھی بھی' ایک بار بھی نہیں بہکا۔ (دراصل جس وقت کوئی برسوں سے پینے والا شراب نوش یوں کہہ رہا ہو اس وقت وہ یقیناً بہکا ہوا ہوتا ہے۔)

6۔ حالتِ مخمور میں کیا گیا ایک شرمناک فعل آخری سانس تک کا پچھتاوا بن جاتا ہے۔

فرض کریں کہ ایک معمولی سی شراب اور وہ بھی بتقاضائے محفل یاراں ...... پینے والا

صرف ایک مرتبہ اپنا سیلف کنٹرول یا ضبط نفس کھو دیتا ہے اور نشے میں ہوش وحواس سے بیگانہ ہو کر وہ کسی خاتون سے زیادتی کا ارتکاب کر بیٹھتا ہے یا اپنی محرمات (ماں' بہن' بیٹی وغیرہ) سے بدکاری کر ڈالتا ہے تو بھلے وہ بعد میں لاکھ پچھتاتا پھرے نادم ہو' پشیمان ہو لیکن ایک عام انسان ہونے کے ناطے یہ احساسِ گناہ زندگی بھر اس کی ذات کو دیمک کی طرح چاٹتا رہے گا۔ گناہ میں ملوث دونوں فریقین کے ذہنی' جسمی' نفسیاتی خسارے اور نقصان کا اندازہ بھی نہیں لگایا جاسکتا اس پر مستزاد یہ کہ ایک لمحاتی خطا کے شکار اور شکاری دونوں ہی ایک ناقابل تلافی نقصان سے گزرتے ہیں...... جسے کبھی' کبھی بھی پورا نہیں کیا جاسکتا۔

7۔ احادیث مبارکہ میں بھی الکحل کی مکمل ممانعت کی گئی ہے۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

الف) ''الکحل'' تمام برائیوں کو جنم دیتی ہے (أم الخبائث ہے) اور تمام برائیوں سے بڑھ کر شرمناک برائی ہے۔ (سنن ابن ماجہ' جلد سوم' کتاب مسکرات' باب 30' حدیث 3371)

ب) ہر وہ شے جو زیادہ مقدار کی صورت میں نشہ آور ہو اس کی تھوڑی مقدار بھی حرام ہے۔ (یعنی تمام مسکرات کی کلی ممانعت ہے) (مذکورہ حدیث کی روشنی میں کسی چسکی یا Sip کی گنجائش بالکل نہیں)

ج) اللہ عزوجل شراب پینے والے پر ہی نہیں بلکہ بالواسطہ یا بلاواسطہ کاروبار شراب سے منسلک لوگوں پر بھی لعنت بھیجتا ہے۔ (سنن ابن ماجہ' جلد سوم' کتاب مسکرات' باب 30' حدیث 3380)

د) حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ محمد ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ شراب کے کاروبار میں ملوث یا منسلک دس 10 افراد پر لعنت بھیجتا ہے۔

☆ ......وہ جو اسے کشید کرتا ہے۔

☆ ......وہ جس کے لیے کشید کی گئی۔

☆ ......وہ جو شراب کو پیتا ہے۔

☆ ......وہ جو شراب ایک جگہ سے دوسری جگہ ڈھو کر لے جاتا ہے۔

☆......وہ جس کے پاس یہ لائی جاتی ہے یا لائی گئی۔

☆......وہ جسے پیش کی جائے۔

☆......وہ جو اسے فروخت کرتا ہے۔

☆......وہ جو کاروبار شراب سے نفع اندوزی کرتا ہے۔

☆......وہ شخص جو شراب خریدتا ہے۔ (بیوروکریسی کے تحفے بھی ملحوظ رہیں۔)

مسکر☆ اشیاء کے استعمال کی ممانعت کی متعدد سائنسی وجوہات ہیں یعنی الکحل سے متعلقہ جان لیوا حقائق سائنسی حوالے سے کلی طور پر مصدقہ ہیں دنیا میں سب سے زیادہ تعداد میں اموات کا ایک بڑا مشترکہ سبب درحقیقت الکحل کا استعمال ہی قرار پاتا ہے۔ ہر سال لاکھوں لوگ الکحل کے استعمال کے باعث جان سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔ میرا خیال ہے مجھے شراب و مسکرات کے تمام نقصانات گنوانے کی ضرورت نہیں ہے۔ بخاطر اینکہ اکثر نقصانات اکثریت کے علم میں ہیں سطور زیریں میں الکحل سے متعلقہ چند امراض کی ایک سادہ سی فہرست ہے۔

1) جگر کی نہایت مہلک بیماری Cirrhosis of liver الکحل سے وابستگی سے وابستگی کا شاخسانہ ہے یہ بہت عام بیماری ہے۔

2) دوسرے امراض میں معدہ، سر، گردن اور آنت کا سرطان عام ہے۔

3) فم معدہ اور آنتوں کی سوزش، لبلبہ کی سوجن کے علاوہ مشہور زمانہ ہیپاٹائٹس بھی الکحل کے برتاؤ سے ماخوذ امراض ہیں۔

4) امراض قلب، ہائپرٹینشن جو بلڈ پریشر پر منتج ہوتی ہے، الکحل ہی کی دین ہے انجائنا اور دل کے دوروں کا سبب بھی بلائے الکحل ہے اسی سے Coronary Artherosclerosis کی بیماری بھی ملحق ہے۔

☆مسکرات جیسے جامع ومانع میں اسلام نے ہر طرح کے نشے سے گریز کو لازمی قرار دیا ہے انسانی سماج اور تمدن پر تاریخی نگاہ ڈالی جائے تو کھلتا ہے کہ انسان دنیا کے ہر حصے میں کسی نہ کسی طور مسکرات یا نشہ آور اور مسکن اشیاء کا قیدی رہا ہے، حقائق سے فرار، منشیات کے استعمال کا ایک بڑا سبب ہے مگر یہ بات ملحوظ نگاہ رہے کہ زمانہ قدیم میں طبقہء امرا یا Elites کا یہ ملعون طرز تعیش تھا بعد ازاں اس کی "دستی" شکلیں عام آدمی کی رسائی میں بھی آ گئیں اور زندگی آغوش مرگ میں مثل طفل کھیلنے لگی، جدید دور میں بین الاقوامی دوا ساز ادارے "الکحل" کے ساتھ زندگی بخش ادویات بنا رہے ہیں جن سے مسلم عوام کی اکثریت بے خبر ہے۔

5- یکدم بیگانہ ہوش و حواس ہو رہنے کی بیماری، مرگی، تشنج اور مفلوج ہو رہنے والی کتنی ہی بیماریوں کا تعلق "الکحل" کے انسانی بدن میں دخول کے باعث ہوتا ہے۔

6- الکحل کا رندانہ استعمال کتنی ہی اعصابی بیماریوں کی مجتمع علامات جلو میں لئے آتا ہے جن میں سے کچھ مشہور نام ہیں جیسے

☆......پیریفرل نیوروپیتھی۔ Peripheral Naeuropathy

☆......کارٹکل اٹرافی Cortical Atrophy

☆......سیری بیلر اٹرافی Cerebellar Atrophe

7- کورسیکف سنڈروم Korsakoff Syndrome، ورنیکل جس کے ساتھ ساتھ واقعات عہد قریب کا حافظے سے محو ہو جانا اور کچھ مخصوص یادوں کا اختلال ذہنی کا باعث بن جانے کی بیماریاں بھی اسباب بلا نوشی کا نتیجہ ہیں اور الکحل کا ازحد Thiamine کی کمی کا باعث بھی بنتا ہے۔

8- بیری بیری Beri Beri اور وٹامن کی کمی کی دیگر بیماریوں کی بہتات بھی "الکحل" سے رشتے کا نتیجہ ہے حتیٰ کہ Pallagra جیسی جلدی بیماری بھی الکحل کے صاحبان کو لاحق ہو سکتی ہے۔

9- Delerium Tremens جیسی مہلک بیماری بھی الکحل استعمال کرنے والوں کو لاحق ہو سکتی ہے۔ آپریشن کے بعد والے مریض بھی کبھی کبھار اس کا نشانہ بنتے ہیں۔ پرہیز یا اجتناب کے دوران بھی یہ بیماری Withdrawal Effects کے طور پر لاحق ہو سکتی ہے۔ اور اس قدر پیچیدہ صورت اختیار کر لیتی ہے کہ بڑے سے بڑے اچھے ہسپتال میں علاج کے باوجود مریض آخرش قبرستان کا رُخ کرتا ہے۔

10- بڑی تعداد میں Endocrine جیسے غدودی امراض الکحل کا تحفہ ہیں جیسے Myxodema سے لے کر Hyperthyroidism اور فلورڈ کرشنگ سنڈروم وغیرہ

11- Hematological کے اثرات بدنہایت دیرپا اور گوناگوں ہوتے ہیں۔ الکحل کے استعمال کی ایک بڑی وجہ Mactrocytic Anemia ہے جو فولک ایسڈ

کی کمی کے باعث لاحق ہونے والا مرض ہے۔ Zeives Syndrome جو مزید تین بیماریوں کی ماں ہے (جیسے یرقان) بھی الکحل ہی کی بے طلب دین ہے۔

12۔ الکحل استعمال کرنے والوں میں خون کے جسیموں کی ترتیب و ترکیب ایسی بگڑتی ہے کہ خدا کی پناہ! اکثر بیماریوں کا علاج موت ہی سے ممکن ہو پاتا ہے۔

13) عام طور پر مستعمل گولی فلیجل (Flagyl) شراب کے ساتھ مل کر مرگ دو آتشہ کا سامان مہیا کرتی ہے۔

14) مکررالوقوع انفیکشن (حامل عفونت) تو عادی شراب نوشوں میں بہت عام اور ارزاں ہے۔ کسی بھی بیماری کے خلاف قوت مدافعت یا جراثیم کے خلاف انسانی بدن کا مزاحمتی نظام، الکحل کے متواتر استعمال سے، مکمل طور پر ناکارہ ہو جاتا ہے۔

15) شرابی سینے کے انفیکشن کے لئے تو از بسکہ بدنام ہیں نمونیا الگ پھیپھڑوں کی سختی کے باعث دقت دم، دم نہیں لینے دیتی ستم بالائے ستم تپ دق بھی ذوق سے کا نتیجہ ہو سکتی ہے اور یہ شراب نوشوں میں عام ہے۔

16) شدید نشے کی حالت میں عموماً شراب نوش قے کر ڈالتا ہے شراب مقئی ہے اور اس صورت احوال میں کھانسی کا مدافعتی نظام مفلوج ہو کر رہ جاتا ہے۔ قے کے پھیپھڑوں میں داخل ہونے پر نہ صرف نمونیہ لاحق ہو سکتا ہے بلکہ اکثر پھیپھڑوں کی بیماریاں بھی جنم لیتی ہیں۔ حتیٰ کہ نظام تنفس میں پے در پے خلل موت پر انجام پذیر ہوتا ہے۔

17) ''الکحل'' کے اثرات بد کا خواتین ☆ پر خطرناک اثر بالخصوص قابل ذکر ہے خواتین دراصل مردوں کی نسبت زیادہ با آسانی الکحل سے متعلقہ Cirrhosis کا نشانہ بنتی ہیں اور بالخصوص دوران حمل تو الکحل رحم مادر پر شدید تباہ کن اثرات نقش مرتب ہے۔ آج کل رحم مادر میں الکحل سنڈروم کے اثرات وسیع سطح پر علم طب کا موضوع مطالعہ ہیں جن کی رو سے حالیہ علم کے مطابق متوقع بچے کی پیدائش اور بچے کی ذہنی و جسمانی ساخت خطرناک حد تک متاثر ہو سکتی ہے۔

☆ کثرت شراب نوشی کے باعث خواتین کے ہاں مغرب میں ایسے بچوں کی بھی پیدائش سامنے آئی جو مفلوج اور اپاہج تھے۔ تحقیقات ثابت کر چکی ہیں کہ دوران حمل زیادہ سکون آور نشی چیزوں سے متوقع اولاد متاثر ہوتی ہے۔

18) متعدد جلدی بیماریوں کا دارو مدار الکحل کے استعمال پر ہے۔

19) خارش، گنجاپن، ناخنوں میں عفونت زا حالت زار اور جبڑوں میں جلن اور سوزش بھی شراب نوشوں میں پائی جانے والی عوام بیماریاں ہیں۔

8) شراب ایک مرض ہے۔

ان دنوں میڈیکل ڈاکٹرز ذرا زیادہ ہی روشن خیال ہو چلے ہیں۔ وہ شراب اور شراب کے رسیا لوگوں کو ''عادات بد'' میں شمار کرنے کی بجائے اعتدال کی رو سے انہیں قابل رحم سمجھتے ہیں اور شراب نوشی کو ''عادت قبیحہ'' کی بجائے ''بیماری'' سے موسوم کرتے ہیں۔

اسلامک ریسرچ فاؤنڈیشن نے ایک پمفلٹ شائع کیا ہے جو حقیقت کی پردہ کشائی کر کے صاف صاف کہتا ہے کہ اگر شراب ایک ''بیماری'' ہے تو یہ دنیا کی واحد محیر العقول بیماری ہے۔ جو بوتلوں میں خرید و فروخت کے لیے موجود ہے۔ جس کی تشہیر کا سامان اخبارات، مجلوں، ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر عام کیا جاتا ہے۔ جس کے فروغ کے لیے باقاعدہ لائسنس جاری کیے جاتے ہیں۔ جو گورنمنٹ کے ریونیو میں فراواں دولت لاتی ہے۔ شاہراہوں پر خونریز اموات کے سانحات کا سامنا کرتی ہے۔ شراب واحد بیماری ہے جو گھروں کو اُجاڑ، شکستہ اور ویران کر کے خاندانوں کو توڑ پھوڑ کر رکھ دیتی ہے اور شرح جرائم میں خوب خوب اضافے کا باعث بنتی ہے۔ جس کے فروغ اور پھیلاؤ میں بے چارے جراثیم اور وائرس معصوم ہیں۔

9) الغرض شراب بیماری نہیں شیطان کی نجس حرفت فن ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنی حکمت کاملہ سے شیطانی جال سے خبردار کیا ہے۔ اسلام کو دین فطرت یا انسان کا فطری مذہب کہا جاتا ہے اسلام کی ہر خفی وجلی حکمت کا مقصود انسان کی مثالی فطرت کا بھرپور تحفظ ہے جبکہ الکحل فطرت انسانی سے کھلم کھلا انحراف ہے یوں یہ فرد واحد ہی نہیں پورے معاشرے کو غیر فطری نشیبوں میں لا اُتارتی ہے۔ الکحل یا شراب انسان کو اشرف المخلوقات سے گرا کر حیوانات کے درجے پر لا ٹھہراتی ہے وہی انسان جو خود کو شرف انسانی کا دعویدار ہونے کے باعث وحوش سے برتر گردانتا ہے۔ ''یا حسرت علی العباد'' کہ اشرف المخلوقات کیسے فریب شیطان سے اسفل السافلین بن جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ اسلام میں ''الکحل'' کا استعمال حرام قرار دیا گیا ہے۔

باب 14

گواہی میں مرد وزن کی برابری

سوال: اسلام میں دوعورتوں کی گواہی ایک مرد کی گواہی کے برابر کیوں ہے؟

1۔ایک دوعورتوں کی گواہی ہمیشہ ایک مرد کی گواہی کے برابر نہیں ہے۔

ذاکر نائیک: قرآن میں کم ازکم تین مقامات پر بغیر عورت اور مرد کی تفریق کے' گواہی یا شہادت کا ذکر کیا گیا ہے۔ میراث یا ترکے کی وصیت کے وقت صرف دو افراد چاہے مرد ہوں یا خواتین' کی گواہی یا شہادت درکار ہوتی ہے قرآن مجید کا سورۃ المائدہ کی آیت مبارکہ 106 میں فرمان ہے۔

یاایھا الذین اٰمنوا شھادۃ بینکم اذا حضر احد کم الموت حین الوصیته اثنٰن ذوا عدل منکم او اٰخرٰن من غیر کم ان انتم ضربتم فی الارض فاصا بتکم مصیبة الموت ط تحبسو نھمامن بعد الصلوۃ فیقسمٰن باللہ ان ارتبتم لانشتری به ثمناً و لو کان ذا قربیٰ لا و لا نکتم شھادۃ اللہ انا اذا لمن الاثمینo

''اے ایمان والو! تمہارے درمیان جب تم میں سے کسی کی موت قریب آپہنچے بوقت وصیت (گواہ ٹھہرالو) دوصاحب عدل افراد یا دوسرے تمہارے اغیار (غیر مسلم) میں سے' اگر تم حالت سفر میں ہو اور آپڑے تم پر مصیبت موت کی' تو روک لو ان دونوں کو نماز کے بعد سوقسم کھائیں یہ دونوں اللہ کی اگر تمہیں شبہ پڑے (اور وہ کہیں کہ) نہیں حاصل کرینگے ہم گواہی کے بدلے میں مالی فائدہ اگر چہ کوئی ہمارا قربت دار ہو اور ہم نہیں چھپائیں گے اللہ کی گواہی (اور) اگر ایسا کریں تو بے شک ہم گنہگاروں میں سے ہونگے۔''

بعینہ طلاق کے معاملے میں صرف دوصاحبان عدل گواہ درکار ہیں۔

ملاحظہ ہو قرآن مجید کی سورۃ طلاق کی دوسری آیت مبارکہ

فاذا بلغن اجلھن مامسکوھن بمعروف او فارقوھن بمعروف و اشھدوا ذوی عدل منکم و اقیموا الشھادۃ للہ ط ذٰلکم یوعظ به من کان یو من باللہ و الیوم الآخر ط ومن یتق اللہ یجعل له مخرجًا o

''پھر جب وہ پہنچ جائیں اپنی عدت (کے خاتمے) پر پھر انہیں بھلے طریقے سے روک لو یا انہیں بھلے طریقے سے جدا کردو اور گواہ بنالو دو عادل افراد کو اپنوں میں سے اور (اے مسلمانو!) ٹھیک ٹھیک دو گواہی اللہ کے لئے یہ ہے وہ نصیحت جو کی جارہی ہے ہر اس فرد کو جو اللہ پر ایمان رکھے ہوئے ہے اور جو شخص ڈرتا رہے گا۔ اللہ سے (یعنی اللہ کی خاطر ہر معاملے میں احتیاط اور حیا واخلاص سے کام لے گا) پیدا کردے گا اللہ اس کے لئے نکلنے کا کوئی راستہ''

اسی طرح پاک دامن اور باعصمت عورتوں کے خلاف الزام لگانے کی صورت میں محض چار (4) افراد کی گواہی ضروری ہے جیسا کہ کتاب اللہ کی سورۃ نور میں آیت مبارکہ 4 کے مطابق فرمان ہے۔

والذین یرمون المحصنٰت ثم لم یا توا باربعة شھدآء فاجلدوھم ثمٰنین جلدۃً و لا تقبلو لھم شھادۃً ابدًا ج و اولٰئک ھم الفٰسقونo

''اور وہ لوگ جو تہمت لگائیں پاک دامن عورتوں پر پھر نہ لاسکیں وہ چار گواہ تو کوڑے مارو انہیں اسّی (80) کوڑے اور (آئندہ) ان کی گواہی کبھی بھی نہ قبول کرو اور یہی لوگ فاسق ہیں۔''

2) صرف مالی معاملات میں دوعورتوں کی گواہی ایک مرد کی گواہی کے برابر ہے۔

یہ ہرگز' ہرگز حقیقت نہیں کہ دوعورتوں کو گواہی ہمیشہ ایک مرد کی گواہی کے مساوی درجہ رکھتی ہے۔ البتہ محض کچھ مخصوص معاملات میں یہ صحیح ہے اور فی الحقیقت' قرآن مجید میں گواہی کے حوالے سے ایسی پانچ (5) آیات موجود ہیں جہاد مرد یا عورت کی تفریق روا نہیں رکھی گئی۔

پورے قرآن حکیم میں صرف ایک آیت ہے جس کے مطابق ایک مرد کی گواہی ☆ دوعورتوں کے برابر قرار دی گئی ہے اور یہ آیت مبارکہ سورۃ بقرہ کی آیت 282 ہے جو قرآن کی طویل ترین آیت ہے اور مالی معاملات کے موضوع پر ہے، ملاحظہ ہو۔

یاایھاالذین امنوآ اذا تداینتم بدین الٰی اجل مسمًی فاکتبوہ ط

''اے ایمان والو! جب لین دین کرو تم ادھار کا کسی میعاد معین کے لئے اسے لکھ لیا کرو۔''

واستشھدو اشھیدین من رجالکم ج فالم یکونا رجلین فرجل و امراتٰن ممن ترضون من الشھدآء ان تضل احدٰھما فتذکر احدٰھما الاخری ط ولایابَ الشھدآء اذا مادعوا ط

''اور گواہ بنالو دو مرد اپنے مردوں میں سے پھر اگر نہ موجود ہوں دو مرد تو ایک مرد اور دو عورتیں ایسے لوگوں میں سے جو تمہیں پسند ہوں بطور گواہ تاکہ (اگر) بھول چوک ہوجائے ان میں ایک سے تو یاددہانی کروادے ان میں سے ایک دوسری کو''

مذکورہ آیت قرآنی محض معالی معاملات سے متعلق ہے اور ایسے مالی معاملات میں دونوں فریقین کے درمیان طے پانے والے معاہدے کو ترجیحاً دو مرد گواہوں کی موجودگی میں ضبط تحریر میں لانے کی ہدایت کی گئی ہے اور بالخصوص دو مرد موجود نہ ہوں تو پھر ایک مرد اور دو خواتین کی گواہی کو کافی گروانا گیا ہے۔ مثال کے طور پر...... بالفرض ایک شخص کسی بیماری کے باعث آپریشن کے مرحلے سے گزرتا ہے اپنے طریقہ علاج کی درستگی کی تصدیق کی خاطر وہ بیمار فرد دو ماہر سرجن افراد کے حوالوں کو ترجیح دے گا۔ اگر وہ دو سرجن ملنے سے محروم رہتا ہے تو وہ ایک سرجن اور دو عمومی پریکٹس کرنے والے ڈاکٹرز جو فقط ایم بی بی ایس ڈاکٹرز ہیں کا انتخاب کرنا چاہے گا۔ بہر حال یہ اس کی ثانوی ترجیح ہوگی۔

☆ آنحضرت ﷺ کا فرمان مبارک ہے کہ ''کیا میں تم کو بہترین گواہ کی خبر نہ دوں۔ یہ وہ شخص ہے جو گواہی کی بابت دریافت کئے جانے سے پہلے اپنی گواہی ادا کردے۔'' جن کی گواہی مقبول ہی نہیں ان میں سرفہرست نابینا، مملوک، کذاب، باہمی اقرباء، نوحہ خواں عورت، مغنیہ، مخنث، سود خور، فحش گو، شرابی، پانسہ اور شطرنج کھیلنے والے اور سرعام مکروہ ناپسندیدہ کام کرنے والے ہیں۔

درج بالا مثال سے وضاحت روشن ہوتی جائے گی آپ سنجیدگی سے تدبر کریں اور معاملے کی نوعیت کو ملحوظ خاطر رکھیں بالکل اسی نہج پر مالی معاملات طے کئے جانے کے وقت دو مردوں کو ترجیح دی جاتی ہے۔ اسلام مردوں کو اپنے خاندان بھر کے لیے کماؤ حضرات دیکھنے کا خواہاں ہے۔ اب چونکہ اکثر و بیشتر مالی ذمہ داریوں کا بوجھ مرد حضرات کے کاندھوں پر ہوتا ہے۔ اس لئے قدرتی طور پر انہیں عورت کی نسبت مالی لین دین اور روپے پیسے کے معاملات میں اونچ نیچ کا بہتر پتا ہوتا ہے۔ جبکہ دوسری صورت میں ایک مرد اور دو عورتیں گواہ بن سکتی ہیں تاکہ اگر کوئی خاتون بھول چوک کا شکار ہو جائے تو دوسری فوراً اسے اصل معاملے کی یاددہانی کرادے۔ یہاں عربی کا جو لفظ قرآن مجید میں استعمال کیا گیا ہے وہ ''تضل'' ہے جس کا مطلب اُلجھن میں پڑ جانا یا خطا کر جانا ہے۔ مجھے علم ہے کہ بہت سے مترجمین قرآن نے ''تضل'' لفظ کے معانی ''بھول جانا'' لکھے ہیں جو صریحاً غلط معانی ہیں لہٰذا صرف مالی لین دین سے ہی ایسی صورتحال ترکیب پاتی ہے جہاں دو خواتین کی گواہی ایک مرد کی شہادت کے برابر ٹھہرتی ہے ورنہ تو معاملہ اکثر اس کے برعکس بھی آن پڑتا ہے۔

3) دوخواتین کی گواہی ایک مرد کی گواہی کے برابر......

معاملہ قتل میں تاہم کچھ اسلامی دانشوروں کی رائے میں معاملہ قتل کی گواہی کے موقع پر نسوانی نفسیات اور رویہ اپنا رنگ غلط بھی دکھا سکتے ہیں جیسے اکثر ایسے معاملات میں خواتین، مردوں کی نسبت اپنی فطری طبیعت کے باعث زیادہ خوفزدہ ہوجاتی ہیں اور یوں کسی جذباتی حالت کے ہیجان میں کوئی خاتون اُلجھن کا شکار ہوسکتی ہے۔ بناء براین کچھ فقہا کے مطابق قتل جیسے انتہائی تشدد آمیز واقعہ میں بھی دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کی گواہی کے برابر متصور ہوگی۔ باقی تمام معاملات میں ایک خاتون کی گواہی ایک مرد کی گواہی کے بالکل برابر ہے۔

4) قرآن مجید صاف طور پر ایک عورت کی گواہی کو ایک مرد کی گواہی کے برابر قرار دیتا ہے۔

کچھ ایسے مذہبی علماء ہیں جو ہر معاملے میں شدت سے، دو عورتوں کی گواہی کو ایک مرد کی گواہی کے برابر بتاتے ہیں، مگر یہ صریحاً غلط ہے اور اس سے اتفاق کرنا ممکن نہیں، بوجوہ کہ

قرآن مجید، سورہ نور کی آیت مبارکہ چھ (6) میں واضح طور پر ایک عورت کی گواہی کو ایک مرد کی گواہی پر محمول کرتا ہے۔ ملاحظہ کریں۔

والذین یرمون ازواجھم و لم یکن لھم شھدآء الا انفسھم فشھادۃ احدھم اربع شھدات باللہ انہ لمن الصدقین٥

''اور وہ لوگ جو الزام لگائیں اپنے شرکائے حیات پر اور نہ ہوں ان کے پاس اپنی ذات کے سوا گواہ تو گواہی ان میں سے ہر ایک کی (یہ ہے) کہ اللہ کی قسم کھا کر چار مرتبہ شہادت دے کہ بے شک وہ (اپنے الزام میں) سچوں میں سے ہے۔''

5) حضرت عائشہؓ ام المومنین کی تنہا روایت کردہ حدیث بھی سند ہے۔

ام المومنین حضرت عائشہؓ جو ہمارے نبی محبوب ﷺ کی زوجہ مطہرہ ہیں متعدد احادیث کی راوی ہیں۔ صرف ان کی اکیلی ذات مبارکہ کی بناء پر ان سے مروی 2220 احادیث کو سند کا درجہ حاصل ہے۔ کیا یہ کافی ثبوت نہیں ہے کہ اسلام میں ایک عورت کی گواہی قابل قبول ہی نہیں نہایت اہم بھی ہے۔

رویت ہلال کے حوالے سے متعدد فقہاء کا زاویہ نظر یہ ہے کہ ایک عورت کی گواہی کافی اور مقبول ہے۔ ذرا تصور کریں اسلام کے ایک نہایت اہم رکن کی خاطر ایک عورت کی گواہی کافی تسلیم کی جاتی ہے یعنی رمضان المبارک کا چاند دیکھ کر ایک عورت گواہی دے دے تو تمام مرد و زن مسلمان متفقہ طور پر اس کی گواہی کو قبول کرتے ہیں۔ کچھ فقہا کی رائے ہے کہ ابتدائے رمضان کے ایک جبکہ رمضان المبارک کے خاتمے پر دو گواہیاں لازمی ہیں اور اس سے سرمو فرق نہیں پڑتا کہ گواہ مرد ہے یا خاتون ہے۔

درحقیقت تاریخ عالم شاہد ہے کہ اسلام نے عورت کو مقام رفعت سے نوازا ہے اور اسے ضلالت و پستی کے گڑھوں سے نکال کر اعلیٰ حیثیت بخشی ہے جس کی نظیر دنیا کے کسی دیگر مذہب میں نہیں ملتی۔

6) بعض معاملات میں خواتین گواہوں کو فوقیت حاصل ہے۔

کچھ واقعات میں محض خاتون کی شہادت قابل قبول ہے اور مرد لاکھ کہے اس کی بات قبول نہیں کی جا سکتی۔ مثال کے طور پر عورتوں کے مخصوص نسوانی مسائل کی بابت عورتوں کی گواہی ہی مسلم ٹھہرتی ہے اسی طرح عورت کے غسل میت کی باقاعدہ گواہ صرف اور صرف ایک عورت ہی ہو سکتی ہے۔ ملحوظ خاطر رہے کہ مالی معاملات میں نظر آنے والی یہ بظاہر تفریق، اسلام میں عورت اور مرد کی جنس کی تفریق کی بنیاد پر ہرگز نہیں ہے، شہادت کے یہ معیارات فقط زن و مرد کی ان فطری طبائع و نفسیات اور عملی کرداروں کی بناء پر ہیں جنہیں دین فطرت یعنی اسلام آئینہ حقیقت میں دیکھتا ہے۔

یہ شہادت گہہ الفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلماں ہونا

(استثنائی صورت درپیش آ سکتی ہے جہاں اسلام پوری پوری رخصت دیتا ہے۔)

باب 15

وراثت

سوال: اسلامی قانون کے مطابق عورت کا ترکے میں سے حصہ مرد کے حصے کا نصف کیوں ہوتا ہے؟

ذاکر نائیک: آئیں پہلے قرآن کی روشنی میں ''میراث'' کا مطالعہ کرتے چلیں۔ اسلام ترکے کی جائز حقداروں میں صحیح تقسیم کا حامی ہے۔ قرآن مجید میں تقسیم وراثت کے حوالے سے ٹھیک متعلقہ مفصل رہنمائی موجود ہے۔ قرآن مجید کی وہ آیات جو تقسیم وراثت کے قوانین کی اساسی رہنمائی کرتی ہیں حسب ذیل ہیں۔

سورۃ بقرہ کی آیت 180 کا ترجمہ یوں ہے۔

''وصیت کرنا والدین اور رشتہ داروں کے لیے معروف طریقے سے، یہ حق ہے اللہ سے ڈرنے والوں پر۔''

سورۃ بقرہ ہی کی آیت مبارکہ 240 میں ارشاد ربانی ہے۔

''اور جو لوگ وفات پا جائیں تم میں سے اور چھوڑ جائیں بیویاں (ان پر

میت کے ساتھ چار حقوق متعلق کئے جاتے ہیں اول بغیر کسی اسراف یا تنگی کے تجہیز و تکفین کی جائے دوم اگر متوفی کے ذمہ کوئی قرض ہو تو فوری طور پر ادا کیا جائے دوئم پھر جو مال بچے اس کے تہائی سے متوفی کی وصیت کو پورا کیا جائے (اگر وصیت کی گئی ہو تو) اور بعد ازاں جو مال بچے وہ اس کے ورثاء میں جائز طور پر احکامات شرعی کی روشنی میں تقسیم کیا جائے۔ رہا مرد کو دوگنا حصہ ملنے کا معاملہ تو وہ اسی لئے ہے کہ مرد کفالت کرتا ہے اسلامی شریعہ میں فقہ کی رو سے جو فرد کسی دوسرے کے احتیاجات و مطالبات اپنے ذمہ لے لے اسے کفیل یا ضامن کہتے ہیں جو کسی معاملے میں ضامن یا کفیل فراہم کرے اسے مکفول عنہ کہتے ہیں جو کسی کو ضامن یا کفیل ٹھہرائے اسے مکفول بہ کہتے ہیں جواز کفالت پر تمام آئمہ کا اتفاق ہے۔ کفالت دو حصوں میں منقسم ہے کفالت بالنفس اور کفالت بالمال۔

لازم ہے) اپنی بیویوں کے لیے نان و نفقہ کی وصیت کرنا ایک برس تک بغیر گھر سے نکالے پھر اگر وہ خود نکل جائیں تو تم پر کچھ گناہ نہیں اس میں جو وہ کریں اپنی ذات کے بارے میں کوئی جائز اقدام، اور اللہ سب پر غالب ہے اور بڑی حکمت والا ہے۔''

اسی طرح سورۃ النساء کی آیات مبارکہ سات (7) تا نو (9) میں حکم ہے۔

''مردوں کے لئے حصہ ہے اس میں سے جو چھوڑیں والدین اور قریبی رشتہ دار اور عورتوں کے لئے بھی حصہ ہے اس میں سے جو چھوڑیں والدین اور قریبی رشتہ دار وہ ترکہ کم ہو یا زیادہ، یہ حصہ مقرر ہے (اللہ کی طرف سے) اور جب موجود ہوں تقسیم کے وقت رشتہ دار اور یتیم اور مسکین تو دو ان کو بھی کچھ اس میں سے اور ان سے کہو معقول بات اور چاہیے کہ ڈریں وہ لوگ جو (ترکہ تقسیم کر رہے ہیں) کہ اگر چھوڑتے وہ اپنے پیچھے ضعیف و ناتواں اولاد تو کیسے کچھ اندیشے ہوتے انہیں ان کے بارے میں لہٰذا انہیں چاہیے کہ ڈریں اللہ سے اور کہیں ٹھیک ٹھیک بات۔''

قرآن حکیم میں سورۃ النساء کی آیت 19 کی حکمت عالیہ ملاحظہ ہو

''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو تمہارے لئے جائز نہیں کہ تم عورتوں کو زبردستی میراث بنا لو اور نہ دباؤ ڈالو ان پر اس غرض سے کہ ہڑپ کر جاؤ کچھ حصہ اس کا جو دیا ہے تم نے ہی انہیں (بصورت مہر و میراث) لیکن یہ کہ وہ ارتکاب کریں صریح بدکاری کا اور عورتوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو پھر اگر ناپسند ہوں وہ تمہیں تو عجب نہیں کہ ناپسند کرو تم ایک چیز کو اور اللہ نے اس میں خیر کثیر رکھی ہو۔''

کتاب فرقان میں اسی سورت کی آیت مبارکہ 33 میں ارشاد ہے۔

''اور سب کے لیے مقرر کئے ہیں ہم نے وارث اس میں سے جو

چھوڑیں والدین اور قریبی رشتہ دار اور رہے وہ لوگ جن سے تم نے عہد و پیمان کر رکھے ہیں۔ سو دو انہیں بھی ان کا حصہ۔ بے شک اللہ ہر چیز پر نگران ہے۔''

اللہ تعالیٰ اپنے آخری صحیفے کی سورۃ مائدہ کی آیات 106 تا 108 میں فرماتا ہے۔

''اے ایمان والو! گواہی (کا ضابطہ) تمہارے درمیان جب تم میں سے کسی کی موت آ پہنچے' بوقت وصیت (اسی طرح ہے کہ گواہ ٹھہرا لو۔) دو صاحب عدل افراد اپنوں میں سے یا وہ دوسرے تمہارے اغیار میں سے اگر تم سفر میں ہو تو اور آ پڑے تم پر مصیبت موت کی تو روک لو ان دونوں کو نماز کے بعد سو قسم کھائیں یہ دونوں اللہ کی' اگر تم کو شبہ پڑے (ان پر) (اور کہیں کہ) نہیں حاصل کریں گے ہم گواہی کے بدلے میں مالی فائدہ اگرچہ ہو کوئی ہمارا قرابت دار اور ہم نہیں چھپائیں گے اللہ کی گواہی اور اگر ایسا کریں تو بے شک ہم گنہگاروں میں سے ہوں گے۔ پھر اگر پتا چلے اس بات کا وہ دونوں کسی گناہ میں مبتلا ہو گئے ہیں تو دو شخص دوسرے' کھڑے ہوں ان کی جگہ ان میں سے جن کی حق تلفی ہوئی ہے اور جو قریبی رشتہ دار ہوں (میت کے) پھر دونوں قسم کھائیں اللہ کی کہ ہماری گواہی زیادہ درست ہے ان دونوں کی گواہی کے مقابلہ میں اور نہیں کی ہم نے کوئی زیادتی اگر ہم ایسا کریں تو ضرور ہونگے ہم ظالموں میں سے۔ یہ طریقہ زیادہ قریب ہے اس سے کہ ادا کریں وہ شہادت کو اچھی طرح' یا ڈریں اس بات سے کہ رد کر دی جائیں گی ان کی قسمیں کھا لینے کے بعد اور ڈرتے رہو اللہ سے اور سنو! اور اللہ ہدایت نہیں دیتا نافرمان لوگوں کو۔''

2) وراثت میں وارثوں کا مخصوص حصہ

قرآن مجید میں تین ایسی آیات ہیں جو ترکے میں قریبی رشتہ داروں کا حصہ بصراحت بیان کرتی ہیں۔

سورۃ النساء کی گیارھویں آیت مبارکہ ملاحظہ ہو۔

یوصیکم اللہ فی اولادکم ق للذکر مثل حظ الانثیین ج فان کن نسآء فوق اثنتین فلھن ثلثا ما ترک و ان کانت واحدۃ فلھا النصف ط ولا بویہ لکل واحد منھما السدس مما ترک ان کان لہ ولد ج فان لم یکن لہ ولد و ورثہ ابوہ فلامہ الثلث ط فان کان لہ اخوۃ فلامہ السدس من م بعد وصیۃ یوصی بھا او دین ط اٰبآؤکم وابناؤکم لاتدرون ایھم اقرب لکم نفعاً فریضۃ من اللہ ط ان اللہ کان علیماً حکیماًo

''ہدایت کرتا ہے تمہیں اللہ تمہاری اولاد کے بارے میں' مرد کا حصہ برابر ہے دو عورتوں کے حصے کے پھر اگر ہوں (وارث) صرف لڑکیاں ہی دو سے زیادہ تو ان کے لئے ہے دو تہائی پورے ترکے کا اور اگر ہو ایک ہی لڑکی تو اس کے لئے (کل ترکے کا) نصف ہے اور میت کے ماں باپ کے لئے' ہر دو کے لیے چھٹا حصہ ترکے میں سے اگر میت کی اولاد ہو پھر اگر نہ ہو میت کی اولاد اور اس کے ماں باپ ہی وارث بن رہے ہوں تو اس کی ماں کا چھٹا حصہ (یہ سب حصے نکالے جائیں) میت کی وصیت پوری کرنے کے بعد اور (ادائیگی) قرض کے بعد۔ تمہارے ماں باپ اور تمہاری اولاد نہیں جانتے تم کہ کون ان میں سے قریب تر ہے تمہارے نفع کے لحاظ سے' (یہ حصے) مقرر ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بے شک اللہ ہر بات جاننے والا' بے حد حکمت والا ہے۔''

اللہ تعالیٰ کی کامل حکمت انسان کو بہتر عقل سے سرفراز کرتی ہے سورۃ النساء کی فوری اگلی آیت مبارکہ نے اس عقدہ پیچیدہ کو باقاعدہ قانون وراثت دے کر کھلی گرہ کشائی کر دی۔ قرآن حکیم ہے۔

ولکم نصف ما ترک ازواجکم ان لم یکن لھن ولد ج فان کان لھن ولد فلکم الربع مما ترکن من م بعد وصیتہ یوصین بھا او دین ط ولھن الربع مما ترکتم ان لم یکن لکم ولد ج فان کان لکم ولد فلھن الثمن مماترکتم من م بعد وصیة توصون بھآ اودینٍ ط و ان کان رجلٌ یورث کللٰةً او امراة و لہ اخ او اخت فلکل واحد منھما السدس ج فان کانوا اکثر من ذٰلک فھم شرکاء فی الثلث من بعد وصیتہ یوصٰی بھا اودین لا غیرمضآر ج وصیة من اللّٰہ ط واللّٰہ علیم حلیمo

''اور تمہارے لئے ہے نصف اس کا جو چھوڑیں تمہاری بیویاں اگر نہ ہوان کی اولاد پھر اگر ہوان کی اولاد بھی تمہارے لئے اس چوتھا حصہ اس میں سے جو وعدہ چھوڑیں بعد وصیت کے پورا کرنے جو انہوں نے کی ہو یا قرض (کی ادائیگی) کے بعد اور بیویوں کے لئے ہے چوتھا حصہ اس میراث کا جو چھوڑی تم نے اگر نہ ہو تمہارے اولاد۔ پھر اگر ہو تمہاری اولاد بھی تو بیویوں کے لیے ہے آٹھواں حصہ اس کا جو چھوڑا تم نے (یہ تقسیم ہوگی) وصیت پورا کرنے کے بعد جو تم نے کی ہو اور قرض (کی ادائیگی) کے بعد اور اگر ہو کوئی مرد جس کی میراث تقسیم طلب ہے ایسا بے اولاد کہ اس کے ماں باپ بھی زندہ نہ ہوں' یا ایسی ہی کوئی عورت ہو اور ہو اس کا صرف ایک بھائی یا صرف ایک بہن تو ملے گا ہر ایک کو ان دونوں میں سے چھٹا حصہ پھر اگر ہوں (بہن بھائی) ایک سے زیادہ تو وہ سب شریک ہوں گے ایک تہائی میں بعد پورا کرنے اس وصیت کے جو کی گئی ہو یا (بعد از ادائیگی) قرض بشرطیکہ (یہ وصیت) ضرر رساں نہ ہو' یہ حکم ہے اللہ کی طرف سے اور اللہ سب کچھ جاننے والا' نہایت بردبار ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے حکمت خویش سے انسانوں کے اعلیٰ سے لیکر ادنیٰ ترین مسائل حیات کے لیے کلی ضابطہ پیش کر دیا ہے۔ مذکورہ سورۃ النساء ہی کی آیت 176 میں اللہ تعالیٰ خود فتاویٰ وارثت کے بارے میں استفسار کرنے والوں سے اپنی حکمت عالیہ Super Wisdom کی روشنی میں مخاطب ہوتا ہے اور واقعی اس کے روبرو عقل انسانی Human Wisdom انگشت بدندان ہے۔

یستفتونک ط قل اللہ یفتیکم فی الکللتہ ط ان امرؤ اھلک لیس لہ ولد و لہ اخت فلھا نصف ما ترک ج وہ ھو یرثھا ان لم یکن لھا ولد ط فان کانتا اثنتین

فلھما الثلثٰن مما ترک ط و ان کانوا اخوة رجالاً و نسآء فللذکر مثل حظ الانثیین ط یبین اللہ لکم ان تضلوا ط واللہ بکل شیء علیم.

''فتویٰ پوچھتے ہیں تم سے کہو اللہ فتویٰ دیتا ہے کہ تم کو ''کلالہ'' کے بارے میں اگر کوئی شخص مر جائے (اس حالت میں کہ) نہ ہو اس کی اولاد اور ہو اس کی ایک بہن تو اس کی بہن کے لیے نصف اس کے ترکے میں سے' اور بھائی وارث ہوگا بہن کے (پورے ترکے کا) اگر نہ ہو اس بہن کی کوئی اولاد۔ پھر اگر دو بہنیں ہوں (یا زائد) تو ان کے لئے ہے دو تہائی ترکے کا اور اگر ہوں کئی بھائی' بہنیں' مرد اور عورتیں تو مرد کے لیے ہے برابر دو عورتوں کے حصہ کے۔ کھول کھول کر بیان کرتا ہے اللہ تمہارے لئے تاکہ نہ بھٹکتے پھرو تم اور اللہ ہر چیز کا پورا' پورا علم رکھتا ہے۔''

3) عورتوں کو کبھی کبھار مرد کی نسبت برابر یا زیادہ حصہ جائیداد میسر آتا ہے

اکثر معاملات میں خاتون' مرد کی نسبت نصف حصے کی مستحق ٹھہرتی ہے تاہم ہمیشہ ایسا ہی نہیں ہوتا۔ اگر اس دنیائے فانی سے کوچ کرنے والا کوئی فرد کسی بھی طرح کے رشتے دار یا ورثاء باقی نہیں چھوڑتا سوائے اضافی بہن یا بھائی کے تو دونوں اضیافی بہن یا بھائی ترکے میں برابر کے حصہ دار قرار پاتے ہیں۔ واضح رہے کہ اضیافی بہن بھائی وہ رشتے ہیں جو ماں کی طرف سے سگے لیکن باپ کی جانب سے سوتیلے رشتوں کے زمرے میں داخل ہوں۔

اگر انتقال کرنے والے کے وارثوں میں بچے ہوں تو دونوں والدین یعنی ماں اور باپ کو برابر کا حصہ یعنی 1/6 ملتا ہے اور اس برابری کی بنیاد پر مرد یا عورت جنس ذات کی کوئی فرق تفریق نہیں ہوتی۔ مخصوص معاملات میں تو ایک عورت کبھی کبھار مرد سے دوگنا حصہ حاصل کرنے کا استحقاق پاتی ہے کچھ صورتوں میں عورت مرد کی نسبت دوگنا حاصل کرنے کی حقدار ٹھہرتی ہے۔ جیسے اس صورت میں اگر انتقال کرنے والا فرد عورت ہو اور اس کے نہ تو بچے ہو اور نہ ہی بھائی یا بہنیں بلکہ صرف شوہر ہو اور مرنے والی غریب کے ماں باپ زندہ ہوں تو شوہر کو بیوی کے ترکے کا آدھا جزو میسر آتا ہے جبکہ باپ کو چھٹا اور ماں کو تیسرا حصہ وراثت سے ملنا ضروری ہے غور کیجئے باپ کو جائیداد یعنی ترکے میں سے چھٹا حصہ مل رہا ہے مگر ماں کو تیسرا حصہ یعنی ایک تہائی تو

یہاں عورت کو مرد پر فوقیت دوگنی حاصل ہو رہی ہے اور عام تصور کے برعکس وہ مرد کی نسبت دوگنا حصہ وراثت کی حقدار تسلیم کی جاتی ہے۔

4) خواتین کو عموماً ترکے میں سے مردوں کی نسبت نصف حصہ ملتا ہے۔

اکثر معاملات میں، قانون عامہ کے طور پر یہ ایک اٹل حقیقت ہے کہ عورت چھوڑی گئی جائیداد میں مردوں یا مرد کی نسبت نصف حصے کی مستحق گردانی جاتی ہے۔ (زندگی کا دلربا اسلامی عائلی قانون بغور دیکھا جائے تو شاید کوئی مرد یا کوئی عورت ترکے میں اپنے حساب کتاب کی بابت بات تک کرنے سے حیا محسوس کریں مگر اسلام نہ صرف محبت کے لطیف رشتے ناطے جوڑے کا داعی ہے بلکہ متعلقہ فریقین کے جائز حقوق سے کسی بھی صورت دستبردار نہیں ہوتا اور ہر رشتے کی نوعیت کے حوالے سے حقوق و فرائض کا ہدایت نامہ مرتب کرتے ہوئے احساسات کا بنیادی زاویہ اور ایسے اصول و معیارات بخشتا ہے کہ رشتے پائیدار تر ہونے لگتے ہیں۔) جہاں خواتین کو مردوں کے مقابلے میں نصف حصہ مل پاتا ہے اس کی عمومی صورتیں درج ذیل ہیں۔

الف) بیٹی یا دختر وراثت سے بیٹے کی نسبت آدھے حصے کی مستحق ٹھہرتی ہے۔

ب) اگر متوفی بے اولاد ہو تو بیوی کو ترکے کا آٹھواں یعنی 1/8 حصہ ملتا ہے جبکہ شوہر کو ایسی ہی صورتحال میں چوتھائی حصے یا 1/4 سے نوازا جاتا ہے۔

ج) اگر متوفی کے اولاد ہو تو بیوی کو ایک چوتھائی حصہ ملتا ہے جبکہ اسی صورت میں شوہر کا ترکے میں نصف حصہ کا حق ہوتا ہے۔

د) اگر متوفی کے نہ ہی ماں باپ زندہ ہوں اور نہ ہی کوئی اولاد ہو البتہ صرف بہن بھائی زندہ ہوں تو درایں صورت بہن کو ملنے والا حصہ بھائی کی نسبت آدھا یا نصف ہوتا ہے۔

5) مرد، عورت کی نسبت ترکے میں سے دوگنے حصے کا استحقاق رکھتا ہے۔

کیونکہ خاندان بھر کے مالی معاملات کا ذمہ دار مرد ہوتا ہے۔ اسلام میں عورت پر گھر سے نکلنے، پیسے کمانے یا نوکری چاکری کرنے کی کوئی پابندی نہیں اور گھر کے مالی امور سنبھالنے، نمٹانے اور نبھانے کی تمام ذمہ داری مرد کے کندھوں پر آتی ہے کہ مرد کے شانے ہی معاشی ذمہ داری کے بوجھ کے اہل گردانے جاتے ہیں۔ جب تک کوئی عورت بیاہ کر پیا دیس نہیں چلی جاتی اس کی دیکھ بھال، رہائش اور لباس و آرائش ملبوسات وغیرہ کی ساری ذمہ داریاں نبھانا اسلامی حوالے سے اس کے باپ، بھائی یا بیٹے کو منتقل ہو جاتا ہے۔ اسلام مرد کو خاندان بھر کی معاشی ضروریات پوری کرنے کا ذمہ دار ٹھہراتا ہے۔ اسلام میں مرد سارے کنبے کا معاشی کفیل بھی ہے اور یہ حساس لیکن بوجھل ذمہ داری نبھانے کی خاطر مرد جائز طور پر ترکے میں سے دوگنے حصے کا حقدار قرار پاتا ہے کہ وہ ان حساس اُمور معیشت خانہ سے بطریق احسن عہدہ برآ ہو سکے مثال کے طور پر کوئی مرد ڈیڑھ لاکھ کا ترکہ چھوڑ کر راہی ملک عدم ہوتا ہے اور اس کے دو بچے ہیں یعنی ایک بیٹا اور بیٹی جو اس دار المحن میں بے سائباں رہ گئے ہیں تو بیٹے کو وراثت میں سے ایک لاکھ کا حصہ ملنا چاہیے۔ جبکہ بیٹی پچاس ہزار روپے (50,000) کی مستحق ہوگی اب ملاحظہ فرمائیے کہ حکمت ربانی کس قدر قابل تحسین ہے کہ وہ بیٹا جس نے ترکے میں سے ایک لاکھ روپیہ جائز حصے کے طور پر بیٹی کی نسبت دوگنا پایا، اپنی خانگی زندگی کی ذمہ داریوں سے عہدہ برآء ہونے کی خاطر معاشی کفالت کے ذیل میں خاندان بھر پر پوری تقریباً پوری رقم خرچ کر ڈالتا ہے فرض کریں اسی ہزار (80,000) خرچ کر چھوڑتا ہے اس صورت میں اگر دیکھا جائے تو اسے ترکے کا نہایت کم حصہ میسر آتا ہے۔ اس کی اپنی ذات کی خاطر تو محض بیس ہزار 20,000 روپے ہوئے ناں! جبکہ دوسری طرف بیٹی جیسے ترکے میں سے پچاس ہزار (50,000) کا حصہ ملا وہ بیٹی کسی بھی صورت ایک پیسہ بھی خاندان کی معاشی احتیاجات کے لیے برتنے کی ذمہ دار قرار نہیں پاتی۔ ساری رقم اس کی ذاتی رقم ہے وہ چاہے تو سارے روپے اپنی ذات کی خاطر سنبھال چھوڑے یا خرچ کر دے اور آپ ہی بتائیں کیا آپ ترکے میں سے

ایسے ایک لاکھ روپے وصول کرنا چاہیں گے جن میں سے اسی ہزار (80,000) آپ کی خاندانی معاشی احتیاجات کی نذر ہو جائیں' آپ کے پلے کیا بچے گا؟ یا ترکے کا وہ حصہ یعنی پچاس ہزار (50,000) ملنا بہتر ہے جو ساری کی ساری رقم آپ کی بلاشرکت غیرے جیب یا پرس میں آ جائے اور کسی فرد پر بھی ایک پیسہ تک خرچنے کی اصولی ذمہ داری آپ پر عائد نہ ہوتی ہو۔ اگر انسان پھر بھی حکمت ربانی سے بے اعتنائی برتتے تو

والعصر. ان الانسان لفی خسر.
''قسم ہے زمانے کی یقیناً انسان خسارے میں ہے۔''

باب 16

کیا قرآن مجید خدا کا کلام ہے؟

سوال: آپ کیسے ثابت کر سکتے ہیں کہ قرآن مجید اللہ کا کلام ہے؟ جبکہ اکثر کفار یا غیر مسلم حضرات یہ اتہام لگاتے ہیں کہ قرآن مجید دراصل محمدؐ کا تحریر شدہ ہے۔

ذاکر نائیک: کسی بھی مسودے کو کلام خداوندی کہنے سے پہلے ہمیں ہر حوالے سے اس کی دیکھ اور جانچ پڑتال کرنا چاہیے آج کا دور' سائنس کا دور ہے اور کوئی دعویٰ جو الہیاتی بنیادوں پر سامنے آئے' حباب بر آب واقع ہو جاتا ہے تاآنکہ سائنس بھی اثبات میں سر ہلانے پر مجبور نہ ہو۔ رہے تمام وہ مسودات جو الہامی یا کسی خدا کی طرف سے ارسال کردہ متن کہلائے جاتے ہیں انہیں عقل و منطق اور شعورِ جدید کی کسوٹی پر پرکھا جانا ازبسکہ ضروری ہے ورنہ اندھا دھند اعتقاد' بے اعتقادی سے بڑی بلا ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ موسیٰؑ کو معجزات ملے' عیسیٰؑ مُردوں تک کو اللہ کے حکم سے زندگیِ نو سے آشنا کر دیتے اسی طرح محمدﷺ کی ذات گرامی سے کئی معجزات کا صدور ہوا مگر ہم مسلمان اپنے نبی کاملﷺ کے معجزات کا ڈھنڈورا نہیں پیٹتے بلاشبہ نزول قرآن سے قبل کا ''عربی معاشرہ'' جسے ہم دور جاہلیت Age of Ignorance سے ملقب کرتے ہیں' عمرانی وتمدنی حوالوں سے ضرور پسماندہ تھا تہذیب ذات جیسی شے ان کے ہاں عنقا تھی مگر زبان کے معاملے میں وہ ساری دنیا کے پیش رو تھے اس 15 صدیاں قبل کے معاشرے کا دقتِ نظری سے جائزہ لیں تو ان کی واحد اعلیٰ ترین صفت فصاحت و بلاغت تھی عربی تمدن کا بچہ بچہ شعر کا اعلیٰ ذوق رکھتا تھا اور عربی ادب ''بحیثیتِ مجموعی'' آج بھی دنیا بھر میں پہلے نمبر پر لایا جا سکتا ہے مگر اسی دورِ ضلالت و فصاحت و بلاغت میں جب عرب' عریاں شعر گوئی اور

قبائلی جنگوں کی رجز خوانی میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے' اللہ تعالیٰ نے انہی میں ایک شخص پیدا کیا جو فحش گوئی' لغو گوئی اور یاوہ گوئی کو سخت ناپسند کرتا تھا یہ شخص' تاریخی شواہد موجود ہیں کہ ''امی'' یعنی پڑھنے لکھنے سے نابلد تھا اسے اللہ تعالیٰ نے ''رحمت اللعالمین'' منتخب کیا اور اس کے قلب پر نزول معجزہ ہوا یہ امر ملحوظ خاطر رہے کہ معجزہ ہر ایسے واقعے کو کہتے ہیں ''جو حیطہء تعقل وشعور میں نہ آ سکے اور انسانی عقل عاجز ہو کر رہ جائے گا'' ان معنوں میں قرآن مجید معجزہ ہے کہ آج کی جدید ترین سائنس بھی اپنے مسلمہ سائنسی حقائق کی بناء پر قرآن مجید کی تصدیق کرنے پر مجبور ہے۔ آپ ہی بتائیے زندگی کے اعلیٰ تقاضوں کے لئے آپ کے پیش نظر کوئی نہ کوئی تو نصب العین ہونا چاہیے ناں! اور پھر ہمارے اردگرد پھیلی یہ تا حد نظر بیکراں کائنات میں کیا ہماری وحشت کا سامان ہے یا یہ بامعنی ہے اور ہمارے مثالی نصب العین سے سازگار ہو سکتی ہے اگر نظام کائنات' گردش لیل ونہار ایک بامعنی منزل مراد کی طرف رواں دواں ہیں تو راستوں کے پیچ وخم کے لئے کیا ہمارا رخت سفر یعنی ہمارے تدبر و تفکر کے ساختہ آلات کیا ہماری عظیم منزل تک رسائی کے لیے کافی ہیں؟ پچھلے دو سو سال سے دنیا مغربی افکار و نظریات کی زد میں آئی تو انسانوں میں اخلاقی اضمحلال عروج کو چھونے لگا وگرنہ تمام تر تاریخ میں مشرقی افکار نے جن کا ماخذ مذہب ہی تھا، انسان کو ایک روحانی وحدت اور یگانگت کا درس دیا۔ الغرض انسانی تدبر و تفکر ابھی تک' رُوئے ارض پر کوئی مستقل نظام حیات جو بھرپور لائحہ عمل پر مبنی ہو' دینے سے قاصر ہے اور اسی فطری احتیاج کی تکمیل ہمیں حکمت خداوندی Divine Wisdom نے میسر آتی ہے۔ قرآن کا معجزہ ہونا اس طور بھی ایک ثابت شدہ امر ہے کہ جہاں فکر انسانی التباس اور تعطل کا شکار ہو کر اس پہنائی عالم میں انگشت بدندان ہو جاتی ہے وہیں اللہ کی حکمت اس پر وہ راستے کھولتی ہے جو ایک عام کیا خاص سے خاص نابغہء روزگار تک از خود کھولنے سے قاصر ہے' فلسفی وکلامی تمام

ے اسرار ازل را نہ تو دانی و نہ من
وین حرف معمہ نہ تو خوانی و نہ من

یہاں آن کے عاجز ہو جاتے ہیں اور فطری طور پر اللہ انسان کو ایک ایسے معجزے سے نوازتا ہے جو اس کی ذہنی ترکیب سے وضع ہونا ناممکن ہے' پھر اگر بالفرض محمد ﷺ نے قرآن

اپنے ہاتھوں لکھا بھی تو یہ امر کائنات بھر کے کسی بھی فرد' کسی معمولی خواندہ چرواہے کو بھی سمجھ میں نہ آ پائے گا کہ ''ایسا مصنف جو دنیا کی عظیم ترین کتاب تصنیف کرتا ہے وہ خود کیوں اس کا کریڈٹ تک نہیں لے رہا'' تاریخ عالم عقلی طور پر اس کی تردید کرتی ہے ''وحی'' کا تصور کوئی فلسفیانہ شکل نہیں ہے کلام خداوندی وہب خالص اور فضل محض ہے۔

اب ایسے ''خدا کے کلام'' کو ہر زمانے اور ہر جگہ کے لئے مصدقہ ہونا چاہیے۔ بہرحال ہم قرآن کے بارے میں مختصراً تین ماخذات کا ذکر کرتے چلتے ہیں تا کہ کلام خداوندی کا وھب خالص ہونا مقبول عقل ہو رہے۔

الف) قرآن مجید کو محمد ﷺ نے بنایا اور خود شعوری' نیم شعوری یا غیر شعوری کیفیت میں یہ تخلیقی وارت ظہور پذیر ہوئی۔

ب) دوسرا نظریہ یہ ہو سکتا ہے کہ محمد ﷺ نے دیگر ممالک کی ممتاز مذہبی شخصیات (جیسے ورقہ بن نوفل کا نام اکثر مستشرقین نے لیا ہے) یا مذہبی کتب کے مطالعے سے استفادہ کر کے نئی کتاب تراش لی۔

ج) ممکنہ طور پر تیسرا اور آخری آپشن یہی بچ رہتا ہے کہ قرآن مجید کی تخلیق میں کسی انسان کی کدو کاوش کا کوئی عمل دخل نہیں ہے بلکہ یہ کلی طور پر لفظ بہ لفظ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور عطیہء محض ہے۔

آیئے پہلے مفروضے کی جانچ پڑتال کرتے ہیں۔ محمد ﷺ جب تک مکہ میں سکونت پذیر رہے۔ تمام عمر آپ نے فحش گوئی اور دروغ گوئی سے مصلحتاً بھی کام نہیں لیا حتیٰ کہ لوگ آپ کی سیرت طیبہ اور Character Strength کے گرویدہ ہو گئے۔ مکے کے کافر آپ کو ''صادق اور امین'' کے لقب سے پکارتے اور یاد کرتے آپ کی دیانتداری کا یہ عالم تھا کہ باہم عدو حضرات بھی آپ کے پاس اپنی امانتیں رکھوا کر دل شاد سے اپنی راہ لیتے' کچھ مستشرقین یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ محمد ﷺ نے دنیاوی مفادات کے حصول کے لیے دعویٰ پیغمبری کیا۔ (دراصل ان مستشرقین کا یہ اتہام بجائے خود دنیاوی مفادات واغراض کی بدولت ہو سکتا ہے) مجھے علم ہے گزشتہ چودہ صدیوں میں کئی افراد نے نبوت کے دعوے کیے۔ حتیٰ کہ ہندوستان بھی ایسے اوتاروں سے آئے دن روبرو ہوتا رہتا ہے مگر عملی طور پر محمد ﷺ کی زندگی قبل از نبوت قدرے آسودگی سے گزر رہی تھی وحی کے ساتھ ہی' اعلان نبوت کے نتیجے میں کفار نے آپ پر ہر طرح

سے دائرہ حیات تنگ کر دیا یقین کریں نبوت کے زمانے میں محمد ﷺ کی زندگی سادگی و خلوص کا نمونہ تو پہلے کی طرح ہی رہی مگر ان کے دنیاوی مفادات کے حصول کا لطف کیسا تھا۔ ''ریاض الصالحین'' میں حضرت عائشہؓ سے مروی یہ حدیث مبارکہ ہمیں باعلم کرتی ہے۔

(محمد ﷺ کی معیت میں) ہم پر ایسا وقت بھی گزرا جب دو' دو مہینوں تک چولہا نہ جلتا کیونکہ گھر میں پکانے کے لیے کچھ نہ ہوتا تھا اور ہم پانی' کھجوروں اور بکریوں کے دودھ پر گزارا کرتے'' اعلان نبوت کے بعد تمدنی بنیادیں استوار ہو چکنے تک' آپ کی زندگی آلام و مصائب کا نشانہ بنی رہی مگر آپ نے خلوص دل سے اپنے نصب العین یعنی خدا کے تفویض کردہ فریضے ''تبلیغ حق'' سے بھرپور معاملہ صداقت کیا۔ کیا یہ حیرت کی بات نہیں کہ وہ شخص جس کی لکھی ہوئی کتاب ہوا کے تیز جھونکوں کے ساتھ پھیلتی اور دلوں اور علاقوں کو فتح کرتی جا رہی ہو' وہ حالت مسکینی کو ترجیح دے' اخلاص و خلوت کو اپنا شیوہ بنائے رکھے اور......اور دنیا سے کچھ مفاد حاصل نہ کرے!

''ریاض الصالحین'' میں ہی حضرت بلالؓ فرماتے ہیں۔ ''محمد ﷺ کو جو بھی ہدایہ ملتے آپ انہیں غریبوں اور تنگدستوں میں تقسیم فرما دیتے اور اپنے لئے کچھ نہ رکھتے'' اپنی حاضر عقل سے فیصلہ فرمایئے کہ کیا ایسا شخص دنیاوی مفادات کی لالچ رکھنے والا ہو سکتا ہے؟

مانند شبہا چشم او محروم نوم
تا بہ تخت خسروی خوابید قوم

دونوں جہاں سے بے نیاز دل کا مالک' یہ بوریا نشیں محمد ﷺ کا فرمان ہے کہ ''مجھے یہ وحی نہیں کی گئی کہ میں مال جمع کروں اور تاجر بنوں مجھے تو یہ وحی کی گئی ہے کہ اللہ کی تسبیح و تحمید میں مصروف رہوں اور اپنی (مقدس) بعثت کا حق ادا کروں۔'' ایسے شخص پر دنیا طلب ہونے کا الزام کوئی فاتر العقل ہی لگا سکتا ہے۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ ''ہم نے ایک بکری ذبح کی اور خیرات کر دی صرف شانہ باقی بچا تو میں نے محمد ﷺ سے کہا یارسول اللہ سب کچھ تو چلا گیا صرف شانہ بچ گیا ہے۔ اس کے جواب میں آپؐ نے فرمایا۔

''سب کچھ بچا صرف شانہ جاتا رہا''

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''ن قسم ہے قرآن کی اور ان چیزوں کی جو مرقوم ہیں آپؐ بفضل خدا دیوانہ نہیں ہیں''

اب آپ کا سخن کرشمہ ساز کیا کہتا ہے؟ سوچیئے! محمد ﷺ نے فرمایا۔

''میں تو ایسی عورت کا بیٹا ہوں جو سوکھا گوشت کھایا کرتی تھی۔''

نیز فرمایا۔

''مجھے یونس بن متی پر فضیلت نہ دو۔''

عقول عالم حیران و سرگرداں ہے کہ دنیا کا Toppest genius ہوتے ہوئے بھی محمد ﷺ نے اپنے لئے بادشاہت یا ملک املاک کو نہیں فقر کو ترجیح دی ''الفقر فخری'' میرا فخر میرا فقر ہے۔

قرآن مجید کی سورۂ بقرہ میں اللہ فرماتا ہے۔

فویل للذین یکتبون الکتٰب بایدیھم ثم یقولون ھذا من عند اللہ لیشتروا بہ ثمناً قلیلاً فویل لھم مما کتبت ایدیھم وویل لھم مما یکسبون

''تباہی و بربادی ہے ان لوگوں کے لئے جو اپنے ہاتھوں سے کتاب لکھتے ہیں پھر کہتے ہیں یہ اللہ کی طرف سے ہے اور اس طرح قلیل دنیا کماتے ہیں ان کے ہاتھوں کی لکھائی اور اس سے حاصل کی گئی کمائی پر تباہی و بربادی مسلط ہے۔''

اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو تباہی و بربادی اور ہلاکت کی نوید دیتا ہے جو اپنے ہاتھوں اور ذہنوں سے ساختہ چیزوں کو اللہ سے منسوب کر کے کہتے ہیں کہ یہ وحیٔ خداوند ہے۔ اور اگر محمد ﷺ خود ہی (نعوذ باللہ) کتاب لکھتے تو وہ خود کو تباہی و بربادی کا شکار بتاتے؟ بعض حضرات کا نکتہ اعتراض ہے کہ آپ کا دعویٰ' نبوت' طاقت واقتدار اور حب جاہ و مال کے لیے تھا سوال یہ ہے کہ طاقت و اختیارات کا حصول ہوتا کس لئے ہے؟ اس لئے ناں کہ آدمی شان و شوکت کا مظاہرہ کرے' قیمتی ملبوسات زیب تن کرے' خدام دست بستہ ہر دم' ہر گھڑی حاضر خدمت استادہ ہوں' قیمتی محلات ہوں اعلیٰ سے اعلیٰ لذیذ کھانے تناول کئے جائیں مگر محمد ﷺ کا طرز حیات تو ایسی دنیا طلبی کی صریحاً نفی ہے۔ آپ تاریخ کی کتب اٹھا کر دیکھ لیں آپ کا رہن سہن انتہائی سادہ تھا۔ آپؐ اپنے کام خود کرتے' کبھی کھجوروں سے پیٹ بھر لیا کرتے' اپنے کپڑے خود رفو کرتے' اپنے جوتے خود مرمت کرتے' گدھے کی سواری سے کبھی ماتھے پر بل نہ آیا اور بعض اوقات تو گھر کے کام کاج بھی اپنے ہاتھوں سے کرتے تھے کیا محمد ﷺ نے قرآن خود تخلیق

کر کے دنیاوی جاہ حشم کی خاطر دعویٰ نبوت کیا؟

آپ ﷺ کی پُر وقار ذات میں فقراء کی سی عاجزی کا امتزاج بھی تھا جو حکمرانوں میں سرے سے مفقود ہوتی ہے۔ کفار مکہ نے آپؐ کے قدموں میں ''دعوتِ حق'' سے دستبردار ہو جانے کی شرط پر زر و جواہر کے ڈھیر لگا دیئے مگر آپ نے ہر طرح کے لالچ کو ٹھکرا دیا اور ''تبلیغ حق'' جاری رکھی۔

غالبؔ ثنائے خواجہ بہ یزداں گزاشتم
آن ذات پاک مرتبہ دان محمدؐ است

محمد ﷺ کی ذات اقدس پر دیوانگی اور جنون کے الزامات بھی لگائے گئے اور اکثر مستشرقین جو مطالعہ اسلام کے حوالے سے ''نیم حکیم'' کا درجہ بھی نہیں رکھتے'' آپ کو نفسیاتی کشمکش میں مبتلا انسان قرار دیتے ہیں۔ ان مستشرقین کی عقل پر ماتم ناگزیر ہے اگر قرآن مجید ایک دیوانے مجنون کا ساختہ ہوتا تو کیا اسی فصاحت و بلاغت اور صدق حکمت سے Imamaculate Accuracy سے' اتنے تسلسل کے ساتھ ظہور پذیر ہوتا جس میں 23 برس سے زائد کا عرصہ لگا۔

مغربی معترضین ایک بیماری کو نمایاں کر کے پیش کرتے ہیں یہ بیماری دراصل Mathlomania ہے جس میں مبتلا شخص خود کو بادشاہ یا کوئی بڑی ذی وقار مقدس ہستی سمجھنے لگتا ہے ایسی حالت میں متعلقہ مریض کو پورا یقین ہوتا ہے' صدق دل سے کامل اعتماد ہونے لگتا ہے کہ وہ ایسا ہی ہے جیسا وہ خود کو تصور کر رہا ہے مگر میڈیکل کی تحقیقات شاہد ہیں کہ ایسا مسلسل اور طویل عرصے تک ہونا ممکن نہیں ہے پھر تیئس سال تک قرآن مجید کیسے کسی مجنون کے لاشعور سے تخلیق پاتا رہا؟ ''یا حسرت علی العباد''! ذرا تدبر و تفکر سے کام لیں دیکھیں قرآن مجید میں کتنے ہی تاریخی واقعات ہیں جن سے اس وقت کوئی عرب بھی آگاہ نہیں تھا۔ کتنی ہی پیش گوئیاں ہیں جو بعدازاں مو بمو حقیقت ثابت ہوئیں۔

اللہ تعالیٰ قرآن مجید کی سورۃ النجم کی اولین آیات میں فرماتا ہے۔

والنجم اذا ھویٰ ○ ماضل صاحبکم وما غویٰ ○ و ما ینطق عن الھویٰ ○ ان ھو الا وحی یوحیٰ ○ علمه شدید القویٰ ○ ذو مرة ط فاستویٰ ○ و ھو بالافق الاعلیٰ

○ ثم دنا فتدلیٰ ○ فکان قاب قوسین او ادنیٰ ○ فاوحیٰ الیٰ عبده ما اوحیٰ ○

''قسم ہے ستارے کی جب وہ غروب ہونے لگے نہ بھٹکا ہے تمہارا رفیق اور نہ بہکا ہے اور نہیں بولتا ہے وہ اپنی خواہش نفس سے۔ نہیں ہے یہ کلام مگر ایک وحی جو نازل کی جاری ہے۔ تعلیم دی ہے اسے زبردست قوت والے نے جو بڑا صاحب حکمت ہے۔ پھر سامنے آ کھڑا ہوا جبکہ وہ بالائی افق پر تھا۔ پھر قریب آیا اور آہستہ آہستہ آگے بڑھا یہاں تک کہ ہو گیا دو کمانوں کے برابر یا اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا۔ تب وحی پہنچائی اس نے اللہ کے بندے کو جو وحی پہنچائی تھی۔''

اس کے بعد اللہ تعالیٰ محمد ﷺ کے ''رویت حق'' کی اولین صداقت دیتا ہے جو بعدازاں انسانوں میں ابوبکرؓ دے کر ملقب بہ ''صدیقؓ'' ہوئے۔ سورۃ نجم ہی کی اگلی آیات دیکھیں۔

ما کذب الفواد ما راٰی ○ افتمرونه علی ما یریٰ ○

''نہ جھوٹ جانا رسول کے دل نے اسے جو دیکھا اس نے کیا تم اس سے جھگڑتے ہو اس چیز پر جو وہ آنکھوں سے دیکھتا ہے۔''

علاوہ ازیں قرآن میں سینکڑوں سائنسی حقائق قطعی طور پر حقیقت کی نقاب کشائی کر رہے ہیں اور یہ کلیتاً ناممکن ہے کہ یہ زندہ و جاوداں حقائق ایک مجنون ذہن کے ساختہ ہوں۔ قرآن مجید میں ارشاد کیا گیا ہے۔

اولم یتفکروا سکته مابصاحبھم من جنته ط ان ھو الا نذیر مبین.

(القرآن' سورۃ 7' آیت مبارکہ 184)

''کیا ان لوگوں نے غور و فکر سے کام نہ لیا کہ ان کے ساتھی کو ذرا بھی جنون نہیں وہ تو صرف ایک صاف صاف ڈرانے والا ہے۔''

ملاحظہ کیجئے ایک دیگر مقام پر یوں ارشاد کیا گیا ہے۔

''ما انت بنعمته ربک بمجنون (سورۃ مبارکہ 68' آیت مبارکہ 2)

''تو اپنے رب کے فضل سے (ہرگز' ہرگز) دیوانہ نہیں ہے۔''

وما صاحبکم بمجنون. (سورۃ مبارکہ 81' آیت مبارکہ 22)

''اور تمہارا ساتھی دیوانہ نہیں ہے۔''

قرآن کے ماخذات کے تمام تر مفروضوں کے ایسے بے بنیاد تصورات مطالعہ قرآن سے محرومی اور اسلام کو متعصب مستشرقین کی نگاہ سے دیکھنے کا شاخسانہ ہیں ایسے تمام الزامات کا جواب خود اللہ تعالیٰ نے دے دیا ہے۔

سوال: محمد ﷺ نے قرآن کو' کیا دوسری مذہبی کتب سے نقل نہیں کیا؟

ذاکر نائیک: قرآن مجید اللہ جل شانہ کا کلام ہے یہ اللہ کی آخری اور قطعی حتمی وحی ہے۔ اللہ نے قرآن مجید سے قبل دیگر صحائف بھی نازل کئے جیسے:

☆......ابراہیمؑ پر کتب سماوی کا نزول۔

☆......زبور حضرت داؤد علیہ السلام پر اتاری گئی۔

☆......تورات حضرت موسیٰ کلیم اللہ پر نازل ہوئی۔

☆......انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل کی گئی۔

اس کے علاوہ بھی قرآن میں دیگر صحائف اور رسل کا ذکر ملتا ہے۔ عہد بہ عہد اللہ تعالیٰ بنی نوع انسان کی ہدایت کا سرچشمہ کلام سماوی نازل کرتا رہا۔ ☆

جیسے قرآن مجید میں اللہ نے واضح کر دیا کہ ہم نے ہر امت میں کوئی نہ کوئی خبردار کرنے والا ضرور بھیجا۔ قرآن مجید فرقان حمید میں متعدد پیامبروں کا ذکر کیا گیا ہے سب سے زیادہ مرتبہ موسیٰ علیہ السلام کا ذکر ہوا پھر عیسیٰ علیہ السلام و ابراہیم علیہ السلام کا لیکن یہ نکتہ دائمی یکساں رہا کہ یہ تمام صحائف جس سرچشمے سے پھوٹے وہ اللہ تعالیٰ کی وحیٔ خالص ہی تھی۔

میرے علم میں ہے کہ پادریوں اور عیسائی مشنریوں نے بائبل اور قرآن مجید کے متماثل ہونے کی بناء پر زمانی تسلسل کی دلیل سے قرآن کو اکثر و بیشتر ''بائبل کی نقل'' کا پراپیگنڈہ قرار دیا

☆ اللہ تعالیٰ نے بمراحل شعور انسانی وقتاً فوقتاً نزول ہدایت جاری رکھا دیگر تمام کتب سماوی میں تحریف ثابت شدہ امر ہے۔ بہرحال کچھ حقائق کا قرآن سے متماثل ہو جانا' قرآن کے کلام خداوندی نہ ہونے کی دلیل نہیں بنتا جیسے اخلاقیات وغیرہ کے حوالے سے حمورابی کے قوانین بھی آج کے انسانی حقوق سے کچھ نہ کچھ متماثل ہیں۔

ہے۔ میں ذکر کر چکا ہوں کہ محمد ﷺ کا نزول جس زمانے میں ہوا وہ ہرزہ سرا' یا وہ گو شعرا کا سنہری دور ضرور تھا مگر اخلاقی تنزل میں اس کی نظیر ڈھونڈے نہیں ملتی' عربی قبائل کی رسومِ تمدن کا عالم انتہائی غیر انسانی تھا' گویا جنگل کا قانون عرب کا آئین بنا ہوا تھا' ایک دوسرے پر حملے اور جنگ و جدل کے نسل در نسل سلسلے ان کی فصیح و بلیغ رجز خوانیوں سے بھی عیاں ہیں۔ ایسے دور اور ایسے معاشرے کی تنزل پذیر اقدار میں جہاں فحش گوئی اور لغو کلامی کو فخر و مباہات کا ایسا درجہ حاصل تھا کہ شعرا عریاں شاعری' میلوں ٹھیلوں میں ٹھاٹھ سے سُناتے اور داد وصول پاتے' وہاں محمد ﷺ کو کوئی ماہر معلم یا اتنا بڑا تاریخ دان یا دانائے اخلاقیات کہاں سے میسر آتا جو محمد ﷺ کو بائبل کا ترجمہ سنا پاتا اور لطف کی بات یہ ہے کہ شاید یہ نیم عالم مستشرق اور معترضین اسلام اس حقیقت سے نابلد ہیں کہ عہد محمد ﷺ میں بائبل کا عربی زبان میں ترجمہ ہوا ہی نہیں تھا۔ عربی میں انجیل کا جو اوّلین ترجمہ ہوا وہ محمد ﷺ کے وصال مبارک کے 200 سال بعد ہوا' پوری دو صدیاں بیتنے کے بعد

معترض ڈھنگ سے ہونے کو بھی لازم ہے شعور

انجیل کا پہلا عربی ترجمہ عہد مسیح میں R. Sadias Gaon نامی عالم نے کیا اور عہد نامہ جدید کا پہلا ترجمہ عربی زبان میں 1616 عہد مسیح میں Erpenius کے ہاتھوں ہوا یعنی عہد نامہ عتیق کا ترجمہ عہد محمد ﷺ کے دو سو سال بعد اور عہد نامہ جدید کا ترجمہ ایک ہزار (1000) سال بعد ہوا بالفرض اگر الزام کو درست مان بھی لیا جائے تو منطقی طور پر یہ باور کرنا لازم آتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے عہد نامہء جدید کے مندرجات اور موضوعات' عہد نامہء قدیم سے نقل کئے اور یہ بھی صریحاً ناانصافی ہو گی۔ آپ غور کریں' فکر کو مہمیز دیں' تعقل کو کام میں لائیں اور بتائیں کہ کون استاد' کون معلم یا کونسا ایسا ذریعہ ہو سکتا ہے جو ایک لق و دق صحرا میں ایک گوشہ نشین صادق اور امانتدار شخص کو قرآن لکھنا سکھا سکتا ہے' دو نکات دائرہ علم میں ضرور آنے چاہئیں۔

1) قرآن کے سوا تمام تر کتب کم و بیش تحریف کا شکار ہو چکی ہیں اس لئے وہ قابل اعتماد نہیں ہیں گو وہ اپنے عہد اور اپنی مخاطب قوم کے حوالے سے از بسکہ اہمیت کی حامل تھیں' عیسائیوں کے علاوہ مسلمان واحد قوم ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دین اسلام میں نبی برحق کا درجہ دیتی ہے۔ صاحبان کلیسا و صاحبان صلیب کا قصہ اپنی جگہ' بائبل

کی بے شمار اغلاط ہمیں حیران کیے دے رہی ہیں لیکن ممکن ہے کہ ایک شخص بائبل سے، یونانی کتابوں سے (جن کا اس دور میں نام آشنا بھی کوئی نہ تھا) محض درست اور سائنسی طور پر مسلمہ و مصدقہ حقائق چن لیتا ہے اور ''قرآن'' کے نام سے ایک غیر متنازعہ کتاب سامنے آتی ہے۔ جائے ماتم ہے عقل کا غم ہے۔

2) اللہ تعالیٰ نے نبی کریمﷺ کو ''اُمّی'' رکھا عربی زبان میں ''اُمّی'' سے مراد وہ شخص ہے جو نہ اپنے ہاتھوں سے لکھ سکتا ہو نہ اپنی آنکھوں سے پڑھ سکتا ہو تمام سچے تاریخ دان اس حقیقت کے شاہد ہیں کہ محمد عربیﷺ ''اُمّی'' تھے اور یقیناً اللہ اپنی قدرت اعلیٰ اور حکمت کاملہ سے اس حقیقت سے بخوبی آگاہ تھا کہ بعد میں کمزور ذہن و دل اور ایمان نہ رکھنے والے منکر حضرات محمدﷺ پر یہ الزام لگا سکتے ہیں کہ آپؐ نے قرآن مجید کو کہیں سے نقل کیا ہے مگر الحمدللہ ثم الحمدللہ، اللہ تعالیٰ نے آپ کو اسکول و مدرسہ و مکتب کی ساری سرگرمیوں سے الگ رکھ کر خالصتاً وہبی علم وحی عطا کیا جس کی بنا پر قرآن کے لیے یہ اعتراض لانا بعید از عقل ہے کہ آپ نے یہ کہیں سے چوری کرلیا ہے۔ (نعوذ باللہ)

؎ ذرا سی بات تھی اندیشۂ عجم نے اسے
بڑھا دیا ہے فقط زیبِ داستان کے لیے

اس حوالے سے قرآن مجید کی گواہی مستند ترین ہے

الم ○ تنزیل الکتٰب لا ریب فیه من رب العلمین ام یقولون افتراه ج بل هو الحق من ربک لتنذر قوماً ما آتھم من نذیر من قبلک لعلهم یهتدون. (سورۃ السجدہ، آیات مبارکہ 1 تا 3)

''الف لام م نازل کی جارہی ہے یہ کتاب بلاشبہ رب العالمین کی طرف سے۔ کیا کہتے ہیں یہ لوگ کہ گھڑ لیا ہے اس کو اس شخص نے؟ نہیں بلکہ یہ حق ہے تمہارے رب کی طرف سے تاکہ تم متنبہ کرو ایسی قوم کو کہ نہیں آیا کوئی متنبہ کرنے والا (اس قوم میں) تم سے پہلے، شاید کہ وہ ہدایت پا جائیں۔''

اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر برھان اعظم یعنی کتاب کا وحی الٰہی ہونا اور برحق ہونا مذکورہ بالا

آیت مبارکہ میں روشن بیانی سے نمایاں کرتے ہوئے صاف صاف بتا دیا ہے کہ اس کتاب ہدایت قرآن مجید میں کسی بندہ بشر کی ایک حرفی گھڑت تک نہیں ہے۔ محمدﷺ ابتدائی عمر میں ایک چرواہے کی حیثیت سے بھی جیئے جیسا کہ اکثر انبیاء کا پیشہ تھا کہ وہ بھیڑ بکریاں وغیرہ چراتے رہے۔ آپؐ نے کسی مکتب و مدرسہ سے باقاعدہ تحصیل علم نہ کیا نہ ہی آپؐ کو لکھنے پر قدرت ودیعت کی گئی کہ مبادا یہ کافر اور دلوں کے روگ والے شکوک وشبہات کی بلند و بالا عمارات کھڑی کر کے ''قرآن'' کی محافظت پر منطقی نقرے چست کرسکیں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

وما کنت تتلوا من قبله من کتٰب و لا تخطه بیمینک اذا لارتاب المبطلون.

(سورۃ مبارکہ عنکبوت، آیت مبارکہ 48)

''اور نہیں پڑھتے تھے تم اس سے پہلے کوئی کتاب اور نہ لکھتے تھے تم اسے اپنے ہاتھ سے، اگر ایسا ہوتا تو ضرور شک وشبے میں پڑ جاتے یہ باطل پرست لوگ''

نبی کریمﷺ کے ''اُمّی'' ثابت ہوجانے کی صورت میں دستاویزی نقل کا جھگڑا ہی ختم ہو جاتا ہے۔ رہا سوال کہ بائبل اور قرآن کے مندرجات اور موضوعات میں مماثلت کافی ہے تو واضح رہے کہ بائبل تحریف کے باوجود فی الاصل اللہ کا نازل کردہ کلام ہی ہے جو عیسیٰؑ کی قوم بنی اسرائیل کے لیے متعلقہ زمانے میں نازل ہوا گو کہ بعدازاں مختلف Saints کے ہاتھوں اس کی وہ دُرگت بنی کہ دنیا میں آج بھی درجنوں نسخے صرف ایک بائبل کے پائے جاتے ہیں جن میں صدہا مقامات پر اختلافات ہیں حتیٰ کہ کانٹ چھانٹ کے بعد بھی بائبل کی جن چار کتب (Versions) پر اہالیان کلیسا نے جیسے تیسے اتفاق کرلیا ان میں بھی سینکڑوں اختلافات موجود ہیں۔ ان تمام نیرنگیوں کے باوجود بائبل کا کچھ نہ کچھ حصہ ابھی تک کلام الٰہی پر مشتمل ہے اور اس حصے کا قرآن مجید سے متماثل ہونا بھی اس خاطر ہے کہ دونوں کا سرچشمہ ایک ہی ہے، دونوں ایک ہی شاخ زریں کے شگفتہ پھول ہیں۔ البتہ قرآن مجید قطعی طور پر آخری حتمی اور مکمل کلام خداوندی ہے جو کسی مخصوص قوم یا قبیلے کی بجائے تمام بنی نوع انسانیت کے لئے خزینہ ہدایت ہے اور ہر زمانے کے لیے ابداً آباد تک حجت اخروی ہے، قرآن مجید Final Testament ہے جو ماقبل تمام کتب کو منسوخ کرتا ہے مگر ان کے بطور کلام خداوندی نزول پر مہر تصدیق ثبت کرتا ہے۔

دست هر نا اهل بیمارت کند
سوئے مادر آ که تیمارت کند

سوال:۔ قرآن کی کچھ سورتیں الف، لام یا م، س وغیرہ جیسے حروف سے کیوں شروع ہوتی ہیں؟ ان میں کوئی مطلب یا مفہوم پوشیدہ ہے؟

الف، لام، م، یا، س وغیرہ جیسے حروف کو مقطعات کہا جاتا ہے۔

ڈاکٹر ذاکر نائیک: انہیں حروف اختصار سمجھ لیں اگر ہمزہ ''ء'' اور ''الف'' کو دو حروف گنا جائے تو اس طرح عربی زبان کے حروف کی پوری تعداد 29 بنتی ہے اور قرآن مجید میں 29 ایسی صورتیں ہیں جو حروف مقطعات سے شروع ہوتی ہیں یہ حروف اختصار کبھی، ایک، کبھی دو کی شکل میں اور کہیں کہیں تین، چار اور پانچ کی تعداد میں وارد ہوئے ہیں۔

قرآن مجید کی درج ذیل سورتیں ایک حرف اختصار سے شروع ہوتی ہیں۔

1) سورہ صاد، صاد کے ساتھ
2) سورۃ ق، حرف ق کے ساتھ
3) سورۃ نون یا قلم، حرف ''ن'' سے شروع ہوتی ہے۔

قرآن مجید میں دو حروف مقطعات سے شروع ہونے والی سورتیں درج ذیل ہیں۔

1) سورۃ یاسین، حرف یا اور س سے
2) حا اور م کے حروف مندرجہ ذیل سورتوں میں آتے ہیں۔

الف) سورۃ مومن
ب) سورۃ حم سجدہ
ج) سورۃ الشوریٰ
د) سورۃ الزخرف
ہ) سورۃ دخان
و) سورۃ الجاثیہ
ز) سورۃ الاحقاف

3) سورۃ طٰہٰ میں حروف مقطعات طا اور ہ ہیں
4) سورۃ النحل کے شروع میں طا اور ''س''

تین حروف مقطعات قرآن مجید کی چودہ (14) سورتوں میں آتے ہیں۔

الف، ل، م درج ذیل سورتوں میں ہے

1) سورۃ بقرہ
2) سورۃ آل عمران
3) سورۃ عنکبوت
4) سورۃ الروم
5) سورۃ لقمان
6) سورۃ سجدہ

حروف مقطعات میں ''الف، ل، م ر درج ذیل سورتوں میں موجود ہیں۔

1) سورۃ یونس
2) سورۃ ہود
3) سورۃ یوسف
4) سورۃ الرعد
5) سورۃ ابراہیم
6) سورۃ الحجر

''ط، س اور م'' دو سورتوں میں مرقوم ہیں

1) سورۃ شوریٰ
2) سورۃ القصص

چار (4) حروف مقطعات دو سورتوں میں موجود ہیں

1) سورۃ اعراف میں الف، ل، م، صاد یا ص
2) سورۃ انفال میں الف، ل، م، را

پانچ (5) حروف مقطعات درج ذیل سورتوں میں مذکور ہیں

1) سورۃ مریم میں قاف (ق) ہا (ہ) یا (ی) عین (ع) صاد (ص)

2) سورۃ شوریٰ میں ہ' م' ع' س' ق

2) حروف مقطعات سے کیا مراد ہو سکتی ہے؟

ان حروف مقطعات کے مطلب یا مقصد کے بارے میں یقین سے کچھ کہا نہیں جا سکتا۔ مسلم دانشوروں کے مختلف نکتہ ہائے نظر سامنے آتے رہے ہیں ان سب میں سے کچھ آرا حسب ذیل ہیں۔

1) ممکنہ طور پر یہ حروف کسی فقرے یا لفظ کا ابتدائی حصہ ہو سکتے ہیں۔ جیسے الف' لام' م میں الف کا مطلب انا اللہ علیم یا نون کا مطلب نور وغیرہ۔
2) یہ حروف مقطعات کسی لفظ یا الفاظ کے نمائندہ حروف نہیں ہیں بلکہ اللہ یا کسی اور شے کی نام یا علامات ہیں۔
3) ان حروف کا مقصد محض خوش الحانی ہے۔
4) ان حروف کی کوئی عددی اہمیت ہے جیسے عربی میں علم الاعداد وغیرہ ہے۔
5) ان حروف مقطعات کا مقصود محمد ﷺ اور دیگر سامعین کو متوجہ کرنا ہے۔

الغرض متعدد کتب اشاعت پذیر ہوئیں جن میں ان حروف مقطعات کی ممکنہ اہمیت و افادیت پر صراحتاً بحث کی گئی۔

3) حروف مقطعات کی بہترین تشریح و توضیح

حروف مقطعات کی وہ بہترین تشریح و توضیح جسے تفسیر ابن کثیر کے مفسر اور ابن تیمیہؒ نے بھی مستند گردانا' حسب ذیل ہے۔

''انسانی بدن جن مختلف عناصر سے ترکیب پاتا ہے وہ قدرت میں موجود ہیں گندھی ہوئی مٹی اور گرد و غبار بنیادی طور پر ایک ہی عنصر ہیں اس کے باوصف انسانی جسم کو بالکل گرد یا مٹی قرار دینا لایعنی اور لغو بات ہوگی وہ عناصر جن سے انسان کا بدن ترکیب پاتا ہے ہماری دسترس سے باہر نہیں ہیں اور ہم پانی کے کچھ (Gallons) کا اضافہ بھی کر سکتے ہیں جو اپنی ماہیت میں بہرحال انسانی جسم کے عناصر میں سے ایک ہے۔ ہم انسانی بدن میں پائے جانے والے عناصر سے آگاہ تو ہیں مگر مقصد حیات انسانی پوچھے جانے پر مہر بہ لب ہو رہتے ہیں۔

بعینہٖ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ کے منکروں کو مخاطب کر کے کہتا ہے کہ ''یہ قرآن مجید تمہاری زبان عربی میں ہی نازل کیا گیا ہے وہ زبان جس کی فصاحت و بلاغت اور معجز بیانی پر تمہیں ناز ہے۔'' قرآن مجید عربوں کی اسی فصیح زبان میں اتارا گیا جس میں اپنے مافی الضمیر بیان کرنے پر ہر ہر عرب فخر کرتا تھا۔

اور یقین کریں عربی زبان اپنی خوش سخنی کی انتہاؤں کو چھو رہی تھی اور عرب کے لوگ اپنی فصاحت و بلاغت کے مارے کسی کو خاطر میں نہ لاتے تھے اسی زمانے میں قرآن کا نزول ہوا تو قرآن مجید دراصل الف' ل' م اور نون جیسے الفاظ استعمال کر کے اہل عرب کو چیلنج کرتا ہے کہ دیکھو یہ تمہاری ہی زبان کے حروف ہیں تو قرآن جیسی ایک سورت ہی بنا لاؤ! صرف ایک سورت جو حسن بیان اور ذوق ارفع میں قرآن کے متماثل ہو اور قرآن مجید یہ چیلنج ان حروف مقطعات کے ذریعے آج تک منکرین کو دیتا چلا آ رہا ہے لیکن کسی فصیح و بلیغ عربی ادیب تک سے جواب نہ بن پڑا۔

اوّل اوّل قرآن مجید سورۃ بنی اسرائیل کی آیت مبارکہ میں فرماتا ہے۔

قل لئن اجتمعت الانس و الجن علیٰ ان یاتو بمثل ھٰذا القرآن لا یاتون بمثلہ و
لو کان بعضھم لبعض ظھیراً o

''(ان سے) کہہ دیجئے! اگر کہیں مل کر کوشش کریں تمام انسان اور جن اس بات کی کہ لے آئیں کوئی چیز مانند اس قرآن کے تو نہ لا سکیں گے وہ اس کی مثل اگرچہ ہو جائیں وہ سب ایک دوسرے کے مددگار

قرآن مجید ہی کی سورۃ طور کی آیت 52 میں ارشاد ربانی ہے

فلیاتو بحدیث مثلہ ان کانوا صٰدقینo

''اچھا تو انہیں چاہیے کہ یہ بنا لائیں کوئی کلام اسی شان کا اگر ہیں یہ سچے''

بعد ازاں قرآن مجید منکرین' فاسقین' مشرکین کفار کو یہی چیلنج سورۃ ہود میں پیش کرتا ہے۔ ملاحظہ ہو آیت مبارکہ نمبر 13، فرمانِ ربانی ہے:

قل فاتوا بعشر سور مثلہ مفتریٰت وادعوا من استطعتم من دون اللہ ان کنتم صٰدقین
''کہہ دیجئے! اچھا لاؤ تم دس سورتیں اس کی مانند گھڑی ہوئی بلا لو جن جن کو تم بلا سکتے ہو اللہ کے سوا' اگر ہو تم سچے''

اللہ تعالیٰ مزید ارشاد فرماتے ہیں۔

ام یقولون افترہ ط قل فاتوا بسورۃ مثلہ و ادعو من استطعتم من دون اللہ ان کنتم

صٰدقین. (سورۃ مبارکہ یونس 'آیت مبارکہ 38)

''کیا یہ کہتے ہیں کہ اسے گھڑ لیا ہے (خود نبیؐ نے)؟ کہو! اچھا تو لاؤ ایک سورت اس جیسی اور (اس کام کے لیے) بلا لو جن کو بلا سکتے ہو تم اللہ کے سوا' اگر تم سچے ہو''

دیکھیے عربی ایک وسیع زبان ہے اور اسے بعثت محمدیؐ کے دور میں کمال حاصل تھا کعبہ کی دیوار پر شعراء کے فصیح و بلیغ اشعار چیلنج کے طور پر رقم کیے جاتے تھے مگر قرآن مجید کی ایک آیت کے برابر بھی کوئی حسن نثر و نظم کا پارہ نہ تخلیق کر سکا اور بار بار چیلنج کے بعد آخر کار اللہ تعالیٰ نے آسان ترین چیلنج پوری عربی شناس بنی نوع آدم کے روبرو رکھ دیا۔ سورۃ البقرہ کی آیات مبارکہ 23 تا 24 کا مطالعہ کریں۔

و ان کنتم فی ریب مما نزلنا علیٰ عبدنا فاتوا بسورۃ من مثلہ صلے وادعو شھدآ
کم من دون اللہ ان کنتم صٰدقین ○ فان لم تفعلو و لن تفعلو فاتقو النار التی
وقودھا الناس و الحجارۃ ج اعدت للکفرین.

''اور اگر ہے تم کو شک اس (کتاب) میں جو ہم نے نازل کی اپنے بندے پر تو بنا لاؤ ایک ہی سورت اس کی مانند اور بلا لو اپنے سب حمایتوں کو بھی اللہ کے سوا' اگر ہو تم سچے' لیکن اگر تم (ایسا) نہ کر سکو اور ہرگز نہ کر سکو گے تو ڈرو اس آگ سے جس کا ایندھن ہیں انسان اور پتھر' جو تیار کی گئی ہے منکرین حق کے لئے۔''

اگر دو کاریگروں کی مہارت کا موازنہ مقصود ہو تو لازم ہے کہ پہلے انہیں یکساں آلات کار مہیا کئے جائیں اور پھر ایک ہی نوعیت کی کارکردگی کے حوالے سے انہیں ایک معیار کے پارچہ جات دے کر نمونے تیار کرنے کو کہا جائے اسی طرح عربی زبان کا خام مواد یہی عام حروف الف' م' ن' س' ط وغیرہ ہیں کلام کی معجز بیانی کا نہایت منفرد ہونا صرف کلام الٰہی ہونے کے سبب ہی نہیں بلکہ مشرکین عرب کی فصاحت و بلاغت کی بندش ناطقہ بھی اس پر دال ہے۔

بلاشبہ قرآن مجید الہیاتی قدرتِ کلام اور اوجِ معجز بیانی کا لاثانی شاہکار ہے۔ عربی حضرات اپنی قدرت کلام اور فصاحت و بلاغت کے لیے مشہور ہیں بالکل یونہی جیسے ہم انسانی جسم کے عناصر ترکیبی سے آشنا ہیں اور یہ عناصر جداگانہ حاصل بھی کر سکتے ہیں' ایسے ہی حروف قرآن تعالیٰ (الف' ب' ر' ذ' ل' ج' ط' ع) بھی ہمیں معلوم ہیں اور ہم انہیں الفاظ میں بھی برتتے ہیں مگر دراصل ...... دراصل ہم کسی بھی صورت خالق حیات نہیں بن سکتے' چاہے ہم سب کے سب تمام ایسے عناصر ترکیبی سے خوب آشنا ہوں جو باعث حیات ہیں اسی طور پر ہم وہ قادر الکلامی اور حسن اظہار پیدا کرنے سے عاجز ہیں جو ہمیں قرآن مجید میں ملتا ہے گو کہ ہم وہ تمام حروف تہجی جانتے ہیں جن سے قرآن مرکب ہے لہٰذا یہ تسلیم کیے بغیر چارہ نہیں کہ قرآن کلام خدا ہے اس کا ماخذ' منبع' سرچشمہ اللہ تعالیٰ کی واحد ذات ہے۔

4) حروف مقطعات کے فوری بعد قرآن کی معجزانہ صفات کا اظہار

اسی خاطر جہاں جہاں حروف مقطعات وارد ہوتے ہیں' ان کے فوری بعد کی آیات قرآنی میں معجزہ کتاب اور قدرت الٰہیہ کا ذکر ضرور ہوتا ہے مثلاً سورۃ البقرہ ہی کی پہلی دو آیات دیکھ لیں۔

''الم. ذلک الکتاب لاریب فیہ ھدی للمتقین.

''الف ل م' یہ کتاب ہدایت ہے ان کے لئے بلاشبہ جو اللہ سے ڈرتے ہیں''

سوال: موجودہ قرآن مجید اصلی قرآن مجید نہیں ہے بلکہ یہ عثمانؓ کا نسخۂ قرآن ہے انہوں نے قرآن مجید کی بہت سی آیات جلا ڈالیں اس لئے موجودہ قرآن درحقیقت اصل شکل میں مکمل نہیں بلکہ عثمانؓ کا مدوّن کردہ قرآن ہے۔

ذاکر نائیک: قرآن کے بارے میں جھوٹی کہانیوں میں سے شاید یہ سب سے بڑی کتھا ہے کہ پیکر تمکین و حیا تیسرے خلیفہ اسلام حضرت عثمانؓ نے باہم متخالف کتنی ہی جلدوں میں سے کانٹ چھانٹ کر کے ایک قرآن کی تدوین مصدقہ کی۔ وہ قرآن مجید جس کا احترام و تقدیس کا

پیمانہ پوری امت مسلمہ میں ایک ہی ہے آج کے دن سے لیکر چودہ سو سال قبل تک یہ وہی قرآن ہے جو نبی آخرالزمان پر نازل ہوا تھا۔ اس میں سرموفرق نہیں پیدا ہوا۔

قرآن مجید کی تصدیق وتحریر کا کام محمد ﷺ کے عہد نبوت میں آپ کی ذاتی نگرانی میں ہی ہوگیا تھا۔ آئیں اس فسانے کی بنیادوں کا جائزہ لیں جس کی رو سے عثمانؓ نے قرآن کے من چاہے حصے کو سند دے کر مروج کردیا۔

1) محمد ﷺ نے اپنی ذاتی نگرانی میں قرآن مجید کے مصدقہ متن کو تحریر کروایا۔

جب کبھی کوئی آیت نازل ہوتی محمد ﷺ سب سے پہلے خود اسے یاد کرتے پھر اپنے صحابہ اکرامؓ کو ہدایت کرتے کہ وہ غور سے سن لیں۔

حضرت عثمانؓ بھی آیات مبارکہ کو زبانی یاد کرلیتے تھے۔

محمد ﷺ فوری طور پر کاتبین وحی کو متعلقہ آیات لکھ لینے کا کہتے اور پھر خود اس کی تصدیق در تصدیق کرتے، محمد ﷺ اُمّی تھے جو خود سے نہ تو لکھ سکتے تھے نہ ہی پڑھ سکتے تھے۔ اس لئے جونہی نزول وحی ہوتا آپ اپنے صحابہ اکرام کے سامنے لفظ لفظ دہرادیا کرتے۔ صحابہ اکرام میں سے کاتبینِ وحی کلامِ خداوندی کو لکھ لیتے اور محمد ﷺ بار بار سن کر لکھے ہوئے کی بذات خود تصدیق فرماتے اگر غلطی سے کوئی خامی ہوتی یا لکھنے میں کچھ رہ جاتا تو محمد ﷺ فوری طور پر اس کی نشاندہی کرکے اسے صحیح طور پر لکھواتے اور تشفی سے تصدیق کرتے یہی تصحیح وتصدیق کا معاملہ وہ اپنے حفاظ صحابہ اکرامؓ سے بھی روا رکھتے اس نہج پر، مکمل قرآن مجید، محمد ﷺ کی ذاتی نگرانی میں احاطہ تحریر میں لایا گیا۔

2) قرآن مجید کی مناسبت ترتیب اور تواتر ہدایت خداوندی کے مرہون ہے۔

مکمل قرآن مجید لگ بھگ ساڑھے بائیس سال کے عرصے میں جزواً جزواً جیسے جیسے اور جب جب حسبِ ضرورت نازل ہوا۔ قرآن مجید کی تدوین محمد ﷺ نے زمانی حوالے سے خود

نہیں کی۔ قرآن کی مناسبت ترتیب اور تسلسل کا پیمانہ بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی محمد ﷺ کو حضرت جبرئیل کے ذریعے وحی کیا۔ جب کبھی کوئی سورۃ یا آیت نازل ہوتی محمد ﷺ اپنے صحابہ اکرامؓ کو ہدایت کردیتے کہ اسے قرآن مجید میں کس پارے، کس سورۃ یا آیت کے آگے یا پیچھے لکھا جائے ہر رمضان المبارک کے مہینے میں قرآن مجید کی وحی، مناسبت ترتیب اور تسلسل کے ساتھ آپ جبرئیلؑ کی معیت میں مصدقہ طور پر دہراتے تھے آنحضرت ﷺ کے وصال سے قبل آخری رمضان کے مہینے میں قرآن مجید کی دو مرتبہ مکمل تصحیح اور تصدیق حتماً کی گئی۔

لہٰذا یہ بات کلی طور پر واضح ہے کہ خود محمد ﷺ کے دور مبارک میں ہی قرآن پاک کی مکمل تدوین وتصحیح کی گئی اور اسی صورت میں یہ کئی جید صحابہ اکرامؓ کے حافظے میں محفوظ رہا۔

3) قرآن مجید ایک ہی نسخے پر مکمل طور پر نقل کیا گیا۔

مکمل قرآن مجید نبی اکرمؐ کے دور مبارک ہی میں پوری مناسبت، ترتیب کے ساتھ موجود و محفوظ رہا۔ گو کہ آیات قرآنی جدا جدا ٹکڑوں جیسے چمڑے کی کھالوں، باریک سپاٹ پتھروں، خشک پتوں اور لکڑی کی تختیوں پر مرقوم تھیں۔ بہرکیف نبی اکرمؐ کے وصال کے بعد پیکر صدق وسخاوت خلیفہ اوّل حضرت ابوبکر صدیقؓ کے حکم پر قرآن مجید الگ محفوظ ٹکڑوں سے نقل کرکے تختیوں کی ایک جلد پر منتقل کیا گیا انہیں مضبوطی سے باندھ کر رکھا گیا کہ قرآن مجید کی حفاظت خلیفہ اوّل حضرت ابوبکر صدیقؓ کی نظر میں بھی نہایت اہم فریضہ تھا۔

4) حضرت عثمانؓ نے اصل مسودے کی نقلیں تیار کیں۔

اکثر صحابہ اکرام، محمد ﷺ کے ہونٹوں سے ادا کردہ وحی کے الفاظ اپنے طور پر مرقوم کرکے رکھ لیتے تھے تاہم جو کچھ صحابہ اکرامؓ نے اپنے طور پر لکھ رکھا تھا وہ سارے کا سارا محمد ﷺ کی مصدقہ نظر سے نہیں گزرا تھا۔ چونکہ تمام صحابہ اکرامؓ نے ذاتی طور پر شاید محمد ﷺ سے وحی کو نہیں سنا تھا جس کے سبب قرآن کے مندرجات کے حوالے سے حضرت عثمانؓ کے دور میں مسلمانوں میں کچھ اختلافات بھی سامنے آئے۔

حضرت عثمانؓ نے بطور خاص، قرآن مجید کا اصل نسخہ آنحضرت ﷺ کی زوج مطہرہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے مستعار لیا اور کاتبین وحی میں سے چار صحابہ اکرام کو حضرت زید

بن ثابت رضی اللہ عنہ کی زیرنگرانی اصل مسودے کی متعدد مکمل نقلیں تیار کرنے پر مامور کیا اور بعدازاں جہاں جہاں مسلمان تھے حضرت عثمانؓ نے اس اصل مسودے کی کاپیاں وہاں وہاں بھجوادیں۔

کچھ لوگوں نے اپنے پاس کچھ ذاتی مواد بھی جمع کر رکھا تھا۔ یہ نامکمل اور غلطیوں پر مبنی مسودہ تھا۔ حضرت عثمانؓ نے لوگوں سے درخواست کی کہ ایسے تمام مسودات تلف کر دیئے جائیں جو محمد ﷺ کی زیرنگرانی تیارشدہ اصل مسودۂ قرآن سے کسی بھی طور ذرا بھی مختلف ہیں تاکہ قرآن مجید کی سچی اور صحیح کاپی محفوظ رہے۔ خود محمد ﷺ کی زیرنگرانی مصدقہ قرآن کی ایسی دو نقلیں آج تک محفوظ ہیں ایک کاپی تاشقند کے میوزیم میں اور دوسری استنبول' ترکی کے عجائب گھر میں محفوظ ہے۔

5) قرآن مجید کے متن پر اعراب' غیر عرب لوگ کے لیے لگائے گئے

اصل مسودۂ قرآن میں اعراب نہیں لگے ہوئے اعراب سے مراد کسی لفظ کو ادا کرنے کا صحیح صوتی پیمانہ ہے جیسے زیر' زبر پیش یا فتح' کسر وغیرہ' عربوں کو تو اعراب لگے قرآن مجید کی ضرورت اس لئے نہیں تھی کہ ان کی مادری زبان ہی عربی تھی سو وہ عربی الفاظ وتراکیب کے پیچ و خم سے خوب آشنا تھے تاہم غیر عرب حضرات کے لیے صحیح تلاوت قرآن مجید کی خاطر اعراب ناگزیر تھے۔ یہ اعراب (Vowels) پانچویں اموی خلیفہ مالک مروان (685 تا 705 عہد مسیح) کے دور میں لگائے گئے جب حجاج عراق میں گورنر کے عہدے پر فائز تھے۔

کچھ لوگ یہ نکتہ اعتراض اٹھاتے ہیں کہ موجودہ قرآن مجید اپنے اعراب سمیت اصل مسودہ عہد نبوی کی نقل نہیں ہے لیکن وہ صریحاً غلطی پر ہیں اس لئے کہ قرآن کا مطلب ہی بار بار پڑھی جانے والی کتاب ہے بخاطر این تلاوت قرآن کا تحفظ اولین فریضہ ہے' اس سے قطع نظر کہ اعراب کیسے ہیں یا یہ نسخہ اصل مسودے سے مختلف ہے۔ اگر ادائیگی تلفظ اور عربی متن ایک جیسا ہے تو بدیہی طور پر معانی میں کوئی اختلاف واقع نہیں ہوسکتا۔

6) اللہ تعالیٰ نے خود حفظ قرآن کا وعدہ کر رکھا ہے

سب سے بڑھ کر خود اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ہی اس کائنات کی اہم ترین کتاب کی

حفاظت کا ذمہ اپنے سر لیا ہے۔

انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحفظون (سورۃ مبارکہ حجر' آیت مبارکہ 9)

''بے شک ہم نے ہی نازل کی ہے یہ کتاب نصیحت اور ہم ہی اس کے نگہبان ہیں''

سوال: وہ لوگ قرآن مجید کو کلام خداوندی نہیں مانتے' کس دلیل سے انہیں قائل کیا جاسکتا ہے کہ قرآن وحی ہے۔

ذاکر نائیک: تاریخی حقائق اصل کسوٹی نہیں بلکہ دیکھنا یہ ہے کہ عقل و منطق اور سائنس کس کے حق میں فیصلہ دے رہے ہیں آج کا باشعور انسانی ذہن سائنس کے مندرجات کو فوری طور پر مان لیتا ہے کہ بتدریج ہمارا ذہن اس Bent کی نشاندہی کرتا ہے کہ ہم اب محض منطق استخراجیہ پر قانع ہونے والے نہیں ذہن کی یہی تنگ دامانی اسے میدان استقراء و تجربہ میں لائی جہاں سائنسی علم نے ذہن کی ایسی ترتیب کی داغ بیل ڈالی کہ آج ذہن انسانی چاہے مشرقی ہو چاہے مغربی اپنی ترکیب میں منطقی و سائنسی بنیادوں پر ڈھل چکا ہے ہم نے سائنس کو ارفع ترین معیار صداقت گردانا ہے اور یہ جدید ذہنی جبریت کا خلاصہ ہے۔ آئیں ایک نظر قرآن مجید اور دنیا کے سب سے ''معمور'' مذہب عیسائیت کی انجیل کا سائنسی بنیادوں پر مطالعہ کرتے ہیں میں چاہوں گا یہ مطالعہ مختصر اور اہم نکات پر مبنی ہو جیسے کائنات کی آفرینش' ساخت اور تکوینِ عالم کے دوسرے مراحل کے اہم ترین موضوعات تاکہ ہم اختصار کی حد عبور کر کے اکثار کی حد میں نہ چلے جائیں۔

تخلیق کائنات

انجیل کے باب اوّل کی Book of Genisis میں مرقوم ہے۔

''آسمانوں اور زمین کی تخلیق 6 دنوں میں ہوئی۔''

ذرا تکوینِ کائنات کا عالم سوچئے اور دیکھئے کہ ایک دن انگریزی زبان کے حوالے سے Day Light کی نسبت بارہ 12 گھنٹے کا بھی ہوسکتا ہے ورنہ عمومی طور پر انگریزی میں Day دن سے مراد چوبیس گھنٹے ہی لیے جاتے ہیں یہ مشہور ضرب المثل ملاحظہ ہو۔

Rome was not built in day

یقینی طور پر Day کا تصور چوبیس (24) یا بارہ (12) گھنٹوں پر مشتمل پارۂ وقت ہی کا ہوسکتا ہے اب آپ ہی بتائیں کیا یہ سیارے، ستارے، سیارچے، پلازمہ اور کائنات کا نظم و وسعت پذیری سائنسی حوالے سے محض چھ دن کے عمل میں ممکن ہے؟ یقیناً جواب نفی میں ہوگا۔
اب ذرا قرآن مجید کو کٹہرے میں لاتے ہیں، سورۃ اعراف کی آیت 54 میں ارشاد ہوا۔

''بلاشبہ تمہارا رب اللہ ہے جس نے پیدا کیا آسمانوں اور زمینوں کو چھ دنوں میں (ایام میں) پھر جلوہ افروز ہوا اپنے تخت سلطنت پر ڈھانک دیتا ہے وہ رات کو دن پر اور وہ چلی آتی ہے اس کے پیچھے پیچھے دوڑتی اور سورج اور چاند اور ستارے سب کام میں لگے ہوئے ہیں اس کے حکم کے مطابق خبردار رہو اسی کا کام ہے پیدا فرمانا اور (اسی کا اختیار ہے) حکم دینے اور فیصلہ کرنے کا بہت بابرکت ہے اللہ جو رب ہے سب جہانوں کا''

اسی طور اللہ تعالیٰ سورۃ یونس کی تیسری آیت مبارکہ میں ارشاد فرماتے ہیں۔

''حقیقت یہ ہے کہ تمہارا رب اللہ ہی ہے جس نے پیدا فرمائے آسمان و زمین چھ یوم میں پھر متمکن ہوا عرش پر، انتظام چلا رہا ہے (پوری کائنات کا) نہیں ہے کوئی اس کی اجازت کے بغیر سفارش کرنے والا یہی ہے اللہ تمہارا رب، سو اسی کی عبادت کرو پھر کیا تم ہوش میں نہ آؤ گے۔''

غور کیجئے عربی لفظ ''یوم'' کے معانی دورانیہ یا زمانے کے بھی ہیں یعنی اگر اللہ نے کائنات بھر کو قرآن حوالے کے حوالے سے مصدقہ Big Bang☆ کے ذریعے ایک دورانیے یا Period میں تخلیق کیا تو سائنس کے پاس سوائے اثبات میں سرہلانے کے چارہ کار نہیں اور لفظ یوم سے عربی میں مراد ایک طویل دورانیہ یا Cong Period بھی ہوسکتا ہے اس حوالے سے سائنسدانوں نے بائبل کو مکمل طور پر مسترد کیا ہے اور قرآن کی مجبوراً تائید کی ہے۔
بائبل ہی کی کتاب پیدائش کا کہنا ہے کہ ''رات اور دن تو پہلے روز تخلیق کیے گئے البتہ

ستارے بعدازاں نمو پذیر کیے گئے۔'' یہ بات مضحکہ خیز حد تک عجیب اور ورائے عقل لگتی ہے کیونکہ سائنسدانوں کا کہنا ہے کہ کائنات میں روشنی ہے۔☆
ستاروں کے ردعمل کے باعث ہے اور بائبل کے مطابق سورج کی تخلیق چوتھے ''دن'' عمل میں آئی۔ عقل حیرتی ہے کہ پہلے ''روز'' کیسے ''روز'' کی تخلیق ہوئی اور تین دن کس طرح شمارے جاسکتے ہیں اگر ''سورج'' چوتھے دن مطلع ظہور پر نمودار ہوا بخاطر اینکہ سنجیدہ تعقل و ادراک یہ عقدہ لانخل سمجھنے ہی سے قاصر ہے کہ دن یا روز کا دارومدار سورج کی حرکت پر ہے تمام گردش لیل ونہار سورج کے مرہون منت ہے اور ہمارا زمینی وقت تو معیار خورشید سے متعین ہوتا ہے خدا تین ایسے دنوں کا غیر منطقی حوالہ کیسے دے سکتا ہے جو سورج کی غیر موجودگی میں گزرے۔ ایسا تصور تک محال ہے بائبل کے ایسے بیانات سائنسدانوں کے لئے رنگا رنگ ظرافت کا باعث تو ہوسکتے ہیں ان کا سائنس کے معیار پر مصدقہ ثابت ہونا محال ہی نہیں صد ہزار بار بعید از امکان ہے۔ یہ قطعی طور پر غیر منطقی ہے حیرتی ہوں کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ ''زمین تیسرے دن تخلیق ہوئی'' الغرض جدید دور کا پانچویں گریڈ کا بنیادی سائنسی شُدبُد رکھنے والا بچہ بھی ایسی باتوں پر کھلکھلا کر ہنس دے گا اور نعوذ باللہ یہ الہامی کتاب کے شایان شان نہیں۔
قرآن کا اس ذیل میں فرمان ہے کہ

''پھر وہ آسمان کی طرف متوجہ ہوا جو اس وقت محض دھواں تھا۔ اس نے آسمان اور زمین سے کہا وجود میں آجاؤ خواہ تم چاہو یا نہ چاہو دونوں (آسمان و زمین) نے کہا ہم آگئے فرمانبرداری کی طرح''

دیگر ارشاد ملاحظہ ہو۔

''بہت برکت والی ہے وہ ذات جس نے آسمان میں برج بنائے اور اس میں ایک چراغ (یعنی سورج) اور ایک چمکتا چاند روشن کردیا''

ایک جگہ قرآن مجید کا بیان ملاحظہ ہو۔

''کیا دیکھتے نہیں ہو کہ اللہ نے کس طرح سات آسمان تہہ بہ تہہ بنائے اور ان میں چاند کو نور اور سورج کو چراغ ٹھہرایا۔''

☆۔ ملاحظہ ہو حقیقت قرآن، ایک جدید سائنسی جائزہ، مترجم زاہد کلیم

برہان قاطع ملاحظہ ہو (سورۃ 51 آیت 47)

''آسمانوں کو ہم نے ہی تخلیق کیا اور بلاشبہ اسے ہم پھیلاتے جا رہے ہیں۔''

اور سائنسی حوالے دیکھیے کہ بائبل کس مقام ساختہ پر استادہ ہے اور قرآن مجید کی حقیقت کیسے کیسے اظہر من الشمس ہے بائبل میں ایک جگہ لکھا ہے کہ ''خدا نے دو بڑے چراغ پیدا کیے'' یعنی ایک دن کا چراغ اور ایک رات کا چراغ جبکہ قرآن صرف ایک چراغ کی بات کرتا ہے اور اس حوالے سے سائنس قرآن کی مکمل تائید و تصدیق کر رہی ہے۔

بائبل کے مطابق

...... زمین پر نباتات سورج کے تخلیق ہونے سے پہلے پھلتے پھولتے رہے۔

...... چاند کی اپنی روشنی ہے۔

...... زمین مسطح اور سپاٹ ہے۔

...... وبا کا علاج گھر میں چاروں کونوں میں خون چھڑک کر کیا جا سکتا ہے۔

...... اگر بیٹا جنم لے تو ماں چالیس دن کے لیے ناپاک رہتی ہے مگر بیٹی کے جنم لینے کی صورت میں یہ غیر مطہرہ دورانیہ 80 دنوں تک بڑھ جاتا ہے۔

...... جو مکمل صاحب ایمان ہو وہ زہر پی لینے کے باوجود صحت مند رہتا ہے۔

...... پادری کے ہاتھوں مقدس برتن کا پانی پی لینے سے عورت کی پاکدامنی ثابت ہو سکتی ہے۔

...... زمین ستونوں پر قائم ہے۔

...... آسمان ستونوں کے سہارے قائم ہے۔

...... ایک حقیقی دیندار عیسائی دنیا کی ہر زبان پڑھ سکتا ہے۔

...... آسمان پر نمودار ہونے والی قوس قزح طوفان نوح دوبارہ نہ آنے کا اعلان ہے۔

...... بائبل کے اندر موجود دو سورتوں کے حاصل جمع میں واضح فرق ہے۔

...... ایک بادشاہ، بائبل کی رو سے، اپنی موت کے دس برس بعد حملہ آور ہوا۔

صاحبو! یہ آپ کی صوابدید پر نہیں مسلمہ اور مصدقہ سائنسی معیاروں پر نقد و نظر کا سوال ہے کہ بائبل میں صریح اغلاط موجود ہیں یا نہیں؟

یقیناً جواب اثبات میں ہے تو اس قدر سائنسی اغلاط کے ساتھ کوئی کتاب ''اللہ کی کتاب'' کہلوانے کا حق رکھتی ہے؟ سائنسدانوں نے بائبل پر بے شمار اعتراضات کیے اسے غیر منطقی اور اسطوری یعنی Mythical قرار دیا ایسی کتابوں سے 2008ء سال قبل کے انسانوں کی کم فہمی کو تو بہلایا جا سکتا ہے مگر جدید دور سائنسی حوالے سے مصدقہ کتاب کی پیروی کو ترجیح دے گا آج کا باشعور انسان بائبل کی اغلاط سے آگاہ ہو چلا ہے۔ (برٹرینڈ رسل سمیت دیگر کئی حضرات نے واضح طور پر کلیسا کی جنوں پریوں کی کہانی کو من گھڑت قرار دے کر عیسائیت سے روگردانی کر لی' موصوف نے تو ایک کتاب میں غبار خاطر یوں نکالا کہ نام ہی کافی ہے (Why I'M not a christian) لیکن ٹھہریے۔ قرآن مجید جس کی تعریف میں (Dr. Moor) ڈاکٹر کیتھ مور جیسے لوگ رطب اللسان ہیں' سائنسی حقائق کی روشنی میں ایسا جگمگا رہا ہے کہ جس قدر جدید تحقیق آگے بڑھتی ہے سائنس' اسلام و قرآن کے قریب تر آتی چلی جا رہی ہے۔

ورنہ قوالی سے کچھ کمتر نہیں علم کلام

علاوہ ازیں' قرآن کتاب تخلیق ہے اور دو ٹوک فیصلہ دیتا ہے کہ اس کتاب سے ذرا سی غلطی نکال کر دکھا دو زمانہ گزشتہ بھی ناکام رہا اور زمانہ حال بھی اس کتاب کی تصدیق پر مجبور ہے' دیکھیے قرآن کا اسلوب کیسا فصیح و بلیغ اور دلنشین ہے قرآن کہیں زور نہیں دے رہا کہ جبراً ایمان لایا جائے قرآن کا کہنا ہے کہ دن رات کے ادل بدل میں' چوپایوں میں' نسیم سحری و شمی میں' سورج اور چاند میں' ستاروں میں' چیونٹی اور شہد کی مکھی کی کارگزاریوں میں الغرض ہر طرف اللہ تعالیٰ نے اپنی علامات رکھ چھوڑی ہیں کہ چاہو تو ایمان لاؤ اور چاہو تو کھلا کفر کرو کہ کوئی فرد کسی دوسرے کا بوجھ اٹھانے کا روادار بھی نہیں اور دماغ سے کام لو اگر غور سے پرکھا جائے تو قرآن سے بہتر انسانی حقوق Human Rights کا ایجنڈا ممکن ہی نہیں ہے۔ قرآن صاف صاف اور کھلا سوچنے کی' کفر کرنے کی حوصلہ افزائی کرتا ہے مگر بتلاتا ہے کہ انجام کار ساری ذہنی شاہراہیں تصدیق قرآن کی منزل پر ہی پہنچتی ہیں (حیرت ہے خواتین نے Human

Rights کے باوصف Women Rights کا راگ کیوں الاپ رکھا ہے۔) قرآن کا کہنا ہے سوچو، غور کرو، فکر کرو، عقل سے کام لو، شعور استعمال کرو، تدبر کرو کیا دو حقیقتیں ہو سکتیں ہیں؟

کیا اتنی بڑی کائنات کا انتظام و انصرام دو خداؤں کی بادشاہت میں سلیقے سے چل سکتا ہے جبکہ تم خود ضرب المثل کے طور پر دعویدار ہو کہ ''ایک سلطنت میں دو بادشاہوں کا ہونا زیادہ دیر ممکن نہیں'' تو اتنی بڑی کائنات میں دو خدا بھی کیسے ہو سکتے ہیں؟ عقل بحرِ بے چارگی میں غوطہ زن ہے۔

''اسے میں کیسے بچاؤں جو ڈوبنا چاہے۔''

کلامِ خداوندی کے ثابت شدہ دلائل

قرآن مجید کے الہامی کتاب ہونے کی تاریخی دلیل ملاحظہ ہو آپ کا ایک چچا ابولہب تھا یہ چچا آپ کا سخت مخالف تھا اور اعلان نبوت کے بعد تو آپ کو اذیت دینے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتا تھا آپ ﷺ جہاں جہاں دعوت تبلیغ حق کے لئے جاتے وہ موقع پاتے ہی آپ کے پیچھے ہو لیتا اور لوگوں کو بدظن کرنے کی خاطر چلا چلا کر کہتا کہ یہ شخص جھوٹا ہے، کاہن ہے (نعوذ باللہ) الغرض ابولہب محمد ﷺ کی عداوت اور اسلام دشمنی میں حد سے بڑھا ہوا تھا۔ اس کے بارے میں آیت نازل ہوئی۔

''وہ عنقریب جھلسا دینے والی آگ میں ڈالا جائے گا اور اس کی بیوی بھی۔''

اب ایک سادہ سی بات تھی قرآن کو جھوٹا ثابت کرنے کی خاطر وہ منہ زبانی اعلان کر دیتا کہ ''میں مسلمان ہو گیا ہوں لوگو! دیکھو میں مسلمان ہو گیا ہوں'' تو قرآن غلط ثابت ہو جاتا مگر تاریخ شاہد ہے کہ اس نوید آتش غضب کے باوجود دس سال بیت گئے اور ابولہب نے اپنی روش نہ بدلی۔ یہ قرآن کا اعجاز ہے کہ ابولہب کے کئی دوست اور اقرباء ایمان لے آئے وہ بدستور اپنی ملعون و مردود روش سے ذرہ برابر نہ ہٹا۔

قرآن کے کلام خداوندی ہونے کی دوسری دلیل سورۃ بقرہ کی 94 اور 95 آیات ہیں۔

''ان سے کہو اگر تمہارے ہی لئے اللہ کے ہاں آخرت کا گھر مخصوص، دوسرے انسانوں کے لئے نہیں تمنا کرو موت کی اگر تم سچے ہو اور ہرگز تمنا نہیں کریں گے یہ لوگ موت کی کبھی بھی بسبب ان گناہوں کے جنہیں یہ اپنے، ہاتھوں آگے بھیج چکے ہیں اور اللہ ان ظالموں کو خوب جانتا ہے۔''

مذکورہ بالا آیات کے نزول کے بعد کوئی...... کوئی ایک یہودی بھی سامنے میدان میں آ کر کہہ دیتا کہ ''ہاں میں موت کی تمنا کرتا ہوں'' تو سارے کا سارے قرآن مجید باطل ٹھہرتا مگر یہ علم علیم تھا کہ یہودی حریص قوم ہیں اور وہ ایسا نہیں کریں گے اس لئے یہ سچ ہو کر رہا اور ایک یہودی میں بھی یہ جرأت نمودار نہ ہوئی کہ وہ آگے بڑھ کر تمنائے موت کرتا اسی طرح قرآن، نصاریٰ کو مسلمانوں کے لیے کمتر دشمن گردانتا ہے اور یہ حقیقت صدیوں سے آج تک روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ مسلمانوں کے خلاف جو بغض و کد اہلِ یہود کے دل میں ہے وہ نصاریٰ کی نسبت کچھ زیادہ ہی ہے۔

قرآن میں موجود سائنسی حقائق بھی اسے کلام الٰہی منواتے ہیں میں سائنسی حوالوں سے یہاں قرآن کی نمائندہ آیات کا ذکر بھی کرنا چاہوں گا جو صرف اور صرف کلام خداوندی ہی کی صفت ہو سکتی ہے دیکھئے قرآن بے شمار سائنسی علوم پر مبسوط انداز میں گفتگو کرتا ہے جن میں سے نمایاں ترین علوم مندرجہ ذیل ہیں۔

......فلکیات اور طبعی فلکیات	......طبیعات اور کیمیا
......آبیات	......علم الارض
......بحریات	......نباتات
......حیوانات	......علم طلب
......علم افعال اعضا	......جینیات

جدید سائنس تخلیق کائنات کے حوالے سے اسٹیفین ہاکنگز کی ہمنوا ہے کہ کائنات اوّل اوّل گیسوں کا ایک ضخیم تودہ تھی جو بعد ازاں ایک بڑے دھماکے سے پھٹا جس کے

نتیجے میں سورج، چاند، ستارے وغیرہ ترتیب میں آئے۔ قرآن مجید کی علمی برتری واضح ہو کہ جو کچھ ہم ہزاروں برس بعد جان پائے قرآن نے چودہ صدیاں قبل کیسے واضح کر کے رکھ دیا تھا۔

''پھر وہ آسمان کی طرف متوجہ ہوا جو اس وقت محض ایک دُھواں تھا اس نے آسمان اور زمین سے کہا کہ وجود میں آ جاؤ چاہے چاہو چاہے نہ چاہو، دونوں (قرآن اور سائنس کی درج بالا علوم پر حیرت افزاء مماثلت سائنس کی عظمت کی مظہر ہے۔ قرآن تو کلام خداوندی ہے تفصیل کے لیے دیکھئے ''حقیقت قرآن'' از ذاکر نائیک مترجم زاہد کلیم) (زمین و آسمان) نے کہا ہم فرمانبرداروں کی طرح آ گئے۔''

ازمنہ عتیق کے لوگوں کا خیال تھا زمین چپٹی یا سپاٹ ہے مگر قرآن مجید نے گردش لیل و نہار کے حوالے سے ان کی نفی کر دی اور جدید سائنس کلی طور پر قرآن مجید سے متفق ہے۔

''کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ رات کو دن میں پروتا ہوا لے آتا ہے اور دن کو رات میں۔''

اور ایسا صرف اسی صورت میں ممکن ہے جب زمین سپاٹ نہ ہو اور الحمدللہ قرآن مجید کا برحق ہونا، ہر طرح سے ثابت شدہ دلیل ہے۔

''اللہ ہی رات کو دن پر اور دن کو رات پر لپیٹتا ہے۔''

مذکورہ بالا آیت صرف اسی صورت میں بہتر طور پر سمجھی جا سکتی ہے جب زمین کو گول مانا جائے اور لیالی و ایام کا سفر تدریجی تسلیم کیا جائے قرآن مجید ہی نے اس جدید سائنسی انکشاف کو چودہ صدیاں قبل لکھ دیا کہ سورج بھی ''راس الشمس'' یعنی Solar Apex کی سمت رواں دواں ہے، ملاحظہ ہو اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتے ہیں۔

''اور وہی ہے جس نے رات اور دن اور سورج اور چاند کو پیدا کیا سب ایک ایک فلک میں تیر رہے ہیں۔''

قرآن مجید مادے کی چوتھی حالت یعنی Plasma کا ذکر کرتا ہے جو سائنس کے حیطۂ ادراک میں بمشکل 20 سال قبل آیا کہ ستاروں کے درمیان خلا نہیں ہے بلکہ برقی گیسوں پر مشتمل نادیدہ مادہ ہے۔

''وہ جس نے آسمانوں اور زمین کو بنایا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے۔''

آج کی جدید سائنسی دنیا میں توسیع کائنات ایک تسلیم شدہ امر ہے۔ قرآن کی گہرافشانی دیکھئے، انسانی عقل تاب نہ لا سکے گی۔

''ہم ہی نے آسمانوں کو تخلیق کیا اور ہم بلاشبہ اسے پھیلاتے جا رہے ہیں۔''

سائنس کا مصدقہ علم، قرآن کے آگے دوزانو ہے جیسے جدید سائنس کا، ایک بڑا کارنامہ ایٹم یا جوہر کی دریافت ہے، جسے عربی میں ذرہ کہتے ہیں مگر قرآن مجید تو جوہر یا ذرے سے چھوٹی شے کی بات بھی کرتا ہے، بعدازاں سائنسی تحقیقات نے الیکٹرون، پروٹونز اور نیوٹرون یا فوٹون وغیرہ کا اندازہ کیا مگر یہ محض نصف صدی کا قصہ ہے قرآن مجید چودہ سو سال پہلے اس حقیقت کے رخ سے یوں پردہ کشا ہے۔

''کوئی ذرہ برابر چیز یا اس سے چھوٹی یا بڑی ایسی نہیں ہے جو زمین و آسمان میں تیرے رب کی نظر سے پوشیدہ ہو اور ایک کتاب مبین میں درج نہ ہو۔''

قدیم زمانے میں لوگ یہ سمجھتے کہ ہوائیں ساحلوں سے پانی کے چھینٹے اڑا کر ان پر برساتی ہیں جسے بارش سے موسوم کیا جاتا تھا مگر جدید سائنس نے انکشاف کر دیا ہے کہ یہ پانی آسمان سے بادلوں کے ذریعے برستا ہے، قدیم زمانے میں سمندری چھینٹوں والا نظریہ Thales نامی فلسفی کا تھا مگر جیت بالآخر حق کی ہوئی اور سائنس نے قرآن کی درج ذیل آیت کی تصدیق کر دی کہ اس کے سوا چارہ نہ دارد

''کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ نے آسمان سے پانی برسایا پھر اسے چشموں اور دریاؤں کی شکل میں زمین کے اندر جاری کر دیا۔''

قرآن کی آیت مذکورہ سے سائنس کلیتاً اتفاق کرتی ہے علاوہ ازیں علم الارض میں پہاڑوں کی غرض و غایت بھی قرآن نے سائنسی طور پر بیان کر دی۔

''اور ہم نے زمین میں پہاڑ جما دیئے کہ وہ تمہیں لے کر ڈھلک ہی نہ جائے۔''

ہم جانتے ہیں کہ سمندروں کا پانی کھارا اور نمکین ہوتا ہے تاہم سمندروں میں میٹھا اور شیریں پانی بھی آن ملتا ہے جو ''الگ الگ مگر ساتھ ساتھ'' عجیب انداز میں چلتے ہیں۔ سائنس یہ تحقیق کر چکی ہے کہ دونوں پانیوں کے درمیان خاص دیوار یا رکاوٹ حائل ہوتی ہے جس کے سبب میٹھا اور تیکھا دونوں پانی ساتھ ساتھ بہتے ہیں۔ قرآن مجید اس حقیقت کو چودہ (1400) سال پہلے بیان کر چکا ہے مگر افسوس ہم اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتوں کو جھٹلانے والے' ناشکرے بندے ہیں ملاحظہ ہو۔

''دو سمندروں کو اس نے چھوڑ دیا کہ باہم مل جائیں پھر بھی ان کے درمیان ایک پردہ حائل ہے جس سے وہ تجاوز نہیں کرتے۔''

سائنس اور قرآن دونوں ہی اس امر پر یکساں نکتہ نظر رکھتے ہیں کہ کائنات کی ہر شے جوڑوں کی صورت میں ہے' دیکھئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''اور ہر چیز کے ہم نے جوڑے بنائے شاید کہ تم سبق لو۔''

اسی طرح حیوانیات' علم طب اور علم الافعال الاعضا کے حوالے سے قرآن اور سائنس میں بے نظیر ہم آہنگی' مطابقت اور موافقت پائی جاتی ہے۔ بالخصوص جینیات یا Genetics میں قرآن کی رحم مادر میں بچے کی تشکیل کے متعلق موجود تفاصیل آج کی سائنس کے لیے حیرت انگیز ہیں اور جدید سائنس قرآنی خطوط پر چل کر ایمبریالوجی میں نت نئے معرکے سر کر رہی ہے۔ (مکمل تفصیل دیکھنے کی خاطر دیکھئے ڈاکٹر ذاکر نائیک کی کتاب کا اردو ترجمہ حقیقت قرآن ایک جدید سائنسی جائزہ۔ ترجمہ: زاہد کلیم) القصہ ''قرآن کا یہ کہنا کہ'' ہم نے ہر زندہ شے کو پانی سے پیدا کیا'' اور ایسے دیگر کتنے ہی حقائق کا انبار محض اتفاق نہیں ہو سکتے بھئی سیدھی سادی بات ہے آپ کی ایک بات سچی ہو سکتی ہے' دو ہو سکتی ہیں' تین ہو سکتی ہیں' چار پانچ' دس' 20 مگر ممکن نہیں کہ بغیر کسی خطا کے آپ کے 50 یا 100 ''تکے'' متواتر صحیح ہوں جبکہ قرآن مجید ایسے سینکڑوں حقائق بیان کر رہا ہے۔

مذکورہ بالا باتوں کے بعد شاید ایک ملحد' دہریہ بھی قرآن اور خالق قرآن یعنی اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آئے' اگرچہ حق بے نیاز ہے اور انسان اچھے یا برے راستے کا انتخاب اپنی مرضی کے مطابق کرتا ہے ورنہ

زاہد کلیم حرف حقیقت کو کیا پڑی
کس کس کو اعتراض ہے' کس کو قبول ہے

فرانس بیکن نے بجا طور پر کہا ہے کہ

''سائنس کا تھوڑا علم ہمیں دہریہ بنا دیتا ہے اور سائنس کا زیادہ سے زیادہ علم ہمیں ایک خدا پر ایمان کی حتماً دعوت دیتا ہے۔''

بلاشبہ قرآن کریم Final Testament ہے اور اللہ تعالیٰ کی آخری اور مکمل وحی ہے جو اس نے اپنے بندے محمد ﷺ پر نازل فرمائی' یہ وہب خالص اور عطیہ محض ہے۔

باب 17

آخرت' حیات بعد الموت

سوال: آپ حیات بعد الموت یعنی مرنے کے بعد پھر سے جی اٹھنے کو کیسے ثابت کر سکتے ہیں۔

ذاکر نائیک: سب سے پہلے ایک بات ملحوظ نگاہ رہے۔

1) حیات بعد الموت پر یقین

کوئی اندھا دھند' بے سروپا عقیدہ نہیں اکثر و بیشتر لوگوں کو حیرت ہوتی ہے کہ منطقی اور سائنسی مزاج کا بندہ کیسے موت کے بعد کی زندگی پر یقین رکھ سکتا ہے؟ لہٰذا اکثر لوگ فرض کر لیتے ہیں کہ حیات بعد الموت کا معتقد شخص اندھا دھند عقیدہ رکھے ہوئے ہے اور اصل میں جاہل ہے۔

میرا حیات بعد الموت پر پختہ ایمان ہے جو منطقی دلیل پر مبنی ہے۔

2) حیات بعد الموت ایک منطقی اور عقلمندانہ عقیدہ ہے۔

قرآن مجید میں ہزاروں ایسی آیات ہیں جو سائنسی حوالہ سے مصدقہ ہیں۔ پچھلی چند صدیوں میں سائنس نے تحقیقات کے سبب جن مصدقہ اور مسلمہ حقائق تک رسائی حاصل کی وہ قرآن مجید میں چودہ صدیاں قبل بیان کئے جا چکے ہیں۔ سائنس قرآن کی تاکید و تصدیق میں محو ہے لیکن ابھی تک سائنسی تحقیقات ارتقا کے اس درجے کو نہیں پہنچ پائیں جہاں قرآن کی مکمل صداقت کی گواہی دے پائیں۔

اب فرض کریں قرآن میں مذکورہ اسی (80) فیصد حقائق سائنس کی نگاہ میں صد

فیصد درست ہیں تو دیکھ لیں باقی بیں (20) حقائق کے بارے میں سائنس کوئی واضح فیصلہ نہیں دے پا رہی اور مہر بہ لب اپنی تحقیقات کے تازہ بتازہ رد و قبول کے عمل سے گزر رہی ہے سائنس اس درجے کو رسا نہیں ہوئی جہاں یہ قرآن کے بقیہ 20% حقائق کے بارے حتمی ثبوت کے ساتھ کچھ کہہ سکے۔ اپنے محدود سائنسی علم کی بناء پر ہم یہ کہنے سے قاصر ہیں کہ قرآن کا یہ پانچواں حصہ یا بیس فیصد حصہ غلط ہے یا صحیح؟ لہٰذا منطق کی رو سے جب قرآن مجید اسی (80) فیصد درست ہے اور ابھی بقیہ 20 فیصد کا فیصلہ نہیں ہو سکا تو دانشمندانہ رویہ یہی ہے کہ توقع کی جائے کہ یہ حصہ جو باقی ہے ثابت ہو کر رہے گا لہٰذا قرآن مجید کا وہ 20 فیصد حصہ جس کے متعلق سائنس ہنوز خاموش ہے' میری عقل و منطق کے مطابق صحیح ہے۔ (اور ''مجبور'' سائنس ابھی متشابہات کے حوالے سے مابعد الطبیعاتی حوالوں سے زیادہ ترقی پذیر نہیں ہو سکی۔)

3) حیات بعد الموت کے بغیر امن عامہ یا انسانی اقدار کا تصور

بتائیے! کیا کسی کو لوٹ لینا اچھا فعل ہے یا برا؟ ایک عام صحت مند متوازن ذہن کا مالک یقینی طور پر لوٹ جھپٹ کو قبیح فعل سمجھے گا حیات بعد الموت کے تصور سے عاری شخص کسی مقتدر اور بااثر مجرم کو کیسے قائل کر پائے گا کہ لوٹ مار بری حرکت ہے؟

فرض کریں میں ایک طاقتور اور اثر و رسوخ رکھنے والا ایسا مجرم ہوں جو دنیا کے کونے کونے تک رسائی رکھتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ میں ایک ذہین اور منطقی فرد ہوں اور کہتا ہوں کہ لوٹ مار اچھی چیز ہے کیونکہ میں اس کی بدولت ایک پرتعیش زندگی سے لطف اندوز ہو رہا ہوں سو میرے لئے تو لوٹ مار اچھا فعل ہے میں دعویٰ کرتا ہوں کہ اگر کوئی مجھے ایک صرف ایک منطقی دلیل دے کر لوٹ مار ایک برا فعل ہے تو میں فوری طور پر اسے ترک کر دوں گا۔

اس مفروضے کو ذہن میں لائیے تو اکثر لوگ عموماً ایسے دلائل دے کر لوٹ مار کو برا ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

الف) لوٹا گیا فرد تو مشکلوں سے دوچار ہو جائے گا؟

کچھ یہ دلیل لا سکتے کہ جسے لوٹا گیا ہو وہ آلام و مصائب کا نشانہ بن جاتا ہے میں ضرور

اتفاق کروں گا کہ لٹنے والا معاشی مشکل میں پڑ جائے گا مگر یہ لٹنے والے کے لیے برا ہے مگر میرا لوٹ مار کا فعل تو ٹھیک ہے ناں! میرے لئے تو یہ اچھا ہے مجھے کیا اگر لٹنے والا اپنی ساری متاع حیات ہی کھو بیٹھے۔ میں تو ایک بااثر مجرم ہوتے ہوئے مزے میں ہوں جب کبھی ہزار ڈالر مارتا ہوں تو مزے سے جا کر کسی فائیو اسٹار ہوٹل کے پرتکلف کھانے سے لطف اندوز ہوتا ہوں۔

ب) کوئی آپ کو بھی لوٹ سکتا ہے۔

میں لوٹ مار کرنے والا ایک بااثر بین الاقوامی غنڈہ ہوں تو کچھ لوگ مجھے کہیں گے کہ دیکھو بھئی تمہیں بھی تو کبھی نہ کبھی کوئی لوٹ لے گا پھر کیا ہوگا؟ اور مجھے کوئی نہیں لوٹ سکتا کیونکہ میں نہایت طاقتور مجرم ہوں جس کے سائے سے بھی لوگ لرز اٹھتے ہیں اور میرے اردگرد سینکڑوں باڈی گارڈز کا ہمہ وقت پہرہ موجود ہے۔ میں جسے چاہوں لوٹ لوں لیکن کوئی فرد مجھے لوٹنے کی جرأت نہیں کرسکتا اور ہاں لوٹ مار کسی عام بندے کے لیے نہایت خطرناک پیشہ ہوسکتا ہے لیکن مجھ ایسے بااثر اور طاقتور مجرم کے لئے نہیں۔

ج) پولیس آپ کو گرفتار کرسکتی ہے۔

کچھ لوگ کہیں گے دیکھیں اگر آپ لوٹ مار کرتے ہیں تو پولیس آپ کو پکڑ لے گی بھئی پولیس مجھے کیوں پکڑنے لگی پولیس تو میری تنخواہ دار ہے بڑے بڑے وزراء میری جیب میں پڑے ہیں۔ مجھے اتفاق ہے کہ عام آدمی لوٹ مار کرے گا تو پولیس کی گرفت سے بچ نہیں نکل سکے گا اس لئے لوٹ مار اس کے لئے بُری ہے لیکن میں تو اثر ورسوخ رکھنے والا' طاقتور مجرم ہوں۔

آپ مجھے ایک منطقی دلیل دیں کہ لوٹ مار کیسے بُرا فعل ہے تو میں یہ پیشہ ترک کرنے کو تیار ہوں۔

د) مفت میں ڈھیروں روپے میسر آجاتے ہیں۔

بعض کہیں گے کہ اس کام میں کوئی محنت مشقت نہیں کرنا پڑتی اور مفت میں انسان معصوم لوگوں کے روپے ہتھیا لیتا ہے اس لئے یہ "اچھا" فعل نہیں ہے اور میں جواباً مکمل اتفاق کروں گا

کہ ہاں یہ روپے کمانے کا سہل ترین ذریعہ ہے اسی لئے تو میں نے یہ لوٹ مار کا پیشہ اختیار کیا ہے اگر روپیہ دو طریقوں سے حاصل ہوتا ہے اول محنت ومشقت سے دوم مفت میں آرام سے' سہل طریقے سے' تو کوئی بھی باشعور منطقی آدمی دوسرے طریقے کو ترجیح دے گا۔

ہ) یہ انسانیت کے خلاف ہے۔

بعض لوگ مجھے یہ واسطہ دیں گے کہ لوٹ مار' انسانیت کے منافی کام ہے اور ایک فرد کو دوسرے انسانوں کا خیال کرنا/رکھنا چاہیے میں جوابی دلیل کے طور پر کہوں گا یہ کہاں کا لکھا ہوا قانون ہے جسے "انسانیت" کہتے ہیں اور یہ دوسروں کا خیال کرنا کیا ہوتا ہے؟ میں انسانی اقدار وغیرہ کی پیروی کیوں کروں؟

یہ قانون حساس اور جذباتی لوگوں کے لئے شاید اچھا قانون ہو مگر میں ایک منطقی آدمی ہوں مجھے دوسروں کا خیال رکھنے میں کوئی فائدہ نظر نہیں آتا۔

و) یہ خود غرضی ہے

کچھ لوگ شاید یوں مجھے روکنا چاہیں کہ دیکھیں مجرم صاحب! لوٹ مار کرنا نہایت خود غرضانہ فعل ہے تو بھئی میں مانتا ہوں کہ یہ صریح خود غرضی ہے مگر مجھے بتلائیں تو سہی میں خود غرض کیوں نہ بنوں؟ مجھے تو زندگی سے لطف اٹھانے کی غرض ہے۔

1) لوٹ مار کو فعل بد قرار دینے کی کوئی منطقی وجہ نہیں

لہٰذا ایسے تمام دلائل رائیگاں کوشش ہوئے جو ثابت کرسکیں کہ لوٹ مار بُری اور فضول شے ہے۔ یہ نام نہاد دلیلیں ایک عام آدمی کو تو جیسے تیسے قائل کرنے کے لیے کافی ہیں مگر مجھ جیسے بااثر مجرم پر ان کا ذرا سا بھی اثر کیوں ہونے لگا یقین کریں کہ مذکورہ بالا تمام دلائل سمیت تمام تر عقل ومنطق کے دلائل بے سود ہیں یہ چنداں حیرت کی بات نہیں کہ دنیا میں کتنے ہی ایسے مجرم موجود ہیں بالکل اسی طرح بدکاری' دھوکا دہی وغیرہ کا مجھ ایسے بااثر بدمعاش فرد کے پاس مکمل جواز موجود ہے اور ایسی کوئی منطقی وعقلی دلیل وجود نہیں رکھتی جو مجھے قائل کر کے ایسے کاموں سے دور رکھ سکے۔

2) ایک مسلمان ایک طاقتور اور با اثر مجرم کو ضرور رد قائل کر سکتا ہے

آئیں تصویر کا دوسرا رُخ ملاحظہ کریں اب فرض کریں آپ ایک طاقتور اور با اثر مجرم ہیں اور دنیا بھر کی پولیس اور مقتدر افراد آپ کے تنخواہ دار ہیں۔ آپ کے اردگرد چوکس ڈکیتوں کی پوری فوج ہے جو آپ کی محافظت کو یقینی بناتی ہے میں مسلمان ہونے کے ناطے آپ کو قائل کرتا ہوں کہ چوری' ڈکیتی' بدکاری یا دھوکا دہی بُرے افعال ہیں اگر میں پہلے بیان کیئے گئے دلائل پر اکتفا کروں تو یقین کریں مجرم بالکل ایسے جواب دے گا جیسے پہلے بیان کیے جا چکے ہیں۔

میں بالکل اتفاق کرتا ہوں کہ مجرم ایک منطقی فرد ہے اور اپنے دلائل میں سچا ہے چونکہ وہ دنیا کا ایک با اثر اور طاقتور مجرم ہے۔

3) ہر انسان فطری طور پر انصاف کا متقاضی ہے۔

دنیا کا ہر انسان انصاف کا طالب ہے بھلے دوسروں کی خاطر نہ سہی ہر ہر فرد اپنی ذات کی حد تک انصاف چاہتا ہے کچھ لوگ قوت اور اقتدار کے نشے میں مخمور ہو کر دوسروں کو آلام و مصائب کا نشانہ بناتے ہیں اور یہی مقتدر حضرات اگر خود کسی معاملے میں بے انصافی کا سامنا کریں تو چیخ چیخ کر اعتراض کرنے لگتے ہیں۔ دوسرے لوگوں کے دُکھ' دردوں سے بے حس ہونے کی اصل وجہ یہ ہے کہ وہ قوت و اقتدار کی پوجا کرتے ہیں' اثر و رسوخ کو خدا بنائے بیٹھے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ قوت و رسوخ اور اقتدار کے بل بوتے پر وہ تو ناانصافی سے بچے رہیں گے البتہ جب چاہیں وہ خود کسی کا حق مار سکتے ہیں۔

4) خدا سب سے بڑھ کر طاقتور اور انصاف کرنے والا ہے۔

میں ایک مسلمان ہونے کے ناطے متعلقہ مجرم کو وجود خداوندی کا قائل کروں گا' کتاب ہدایت یعنی قرآن مجید کی صداقت واشگاف کروں گا۔ (پچھلے باب میں کامل حکمت خداوندی اور قرآن مجید کی ناقابل اعتراض صداقت کا بیان گزر چکا ہے) اللہ تعالیٰ تم سے کہیں بڑھ کر طاقتور ہے اور یہی نہیں خدا کی ذات نہایت عادل ہے قرآن مجید میں اللہ کا فرمان ہے۔

ان اللہ لا یظلم مثقال ذرہ (سورۃ النساء' آیت مبارکہ 40)

''بے شک اللہ ذرہ برابر (بھی) ظلم نہیں کرتا''

5) اللہ مجھے سزا کیوں نہیں دیتا۔

قرآن مجید اور سائنس کے مصدقہ حقائق کے پیش نظر مجرم بالآخر اللہ کے وجود کا اقرار کر لیتا ہے کیونکہ وہ (مجرم) ایک منطقی اور سائنسی طرز فکر کا مالک ہے بہرکیف وہ یہ دلیل دے سکتا ہے کہ اگر اللہ واقعی طاقتور اور عادل ہے تو اسے سزا کیوں نہیں دے رہا؟

6) ظلم کرنے والوں کو سزا ضرور دی جائے گی۔

ہر معاشی اور معاشرتی حیثیت سے قطع نظر' جو شخص بھی ابتلا کا شکار ہوتا ہے' چاہتا ہے کہ ظالم کو ضرور بالضرور سزا ملے ہر نارمل آدمی چاہے گا کہ ڈکیت یا بدکار کو یادگار سا درسِ عبرت ملے بلکہ درسِ عبرت بنا دیا جائے۔ اگرچہ مجرموں کی ایک بڑی تعداد سزائیں جھیل کر رہتی ہے مگر بہت سے صاف بچ نکلتے ہیں۔ ایسے مجرم ایک خوشگوار' پرتعیش زندگی گزارتے ہیں بلکہ نہایت امن و سکون کی سانس جیتے ہیں اگر کسی با اثر اور طاقتور فرد سے زیادہ طاقتور اور با اثر فرد ظلم و تعدی کا مرتکب ہو تو ایسا کم با اثر کم طاقتور شخص بھی فطری طور پر چاہے گا کہ ''ظالم'' کو سزا ملے اور اسے عدل حاصل ہو۔

7) یہ زندگی' آخرت کے لیے جائے امتحان ہے

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے' سورۃ ملک کی آیت 2 ملاحظہ ہو

الذی خلق الموت و الحیوٰۃ لیبلوکم ایکم احسن عملاً ط و ھو العزیز الغفور.

''وہ (اللہ کی) ذات جس نے پیدا کیا موت اور زندگی کو تا کہ آزمائش کرے تمہاری کہ تم میں سے عمل میں کون زیادہ اچھا ہے اور وہ ہے زبردست' بے انتہا معاف فرمانے والا''

قرآن مجید ایک اور جگہ ارشاد کناں ہے۔

کل نفس ذائقة الموت ط و انما توفون اجورکم یوم القیٰمته ط فمن زحزح عن النار و ادخل الجنته فقد فاز ط وما الحیوٰة الدنیا الا متاع الغرور

(سورۃ مبارکہ آل عمران' آیت مبارکہ 185)

''اور ہر جان کو موت کا مزا چکھنا ہے اور بس دیئے جائیں گے تم کو پورے اجر تمہارے بروز قیامت' پس جو بچا لیا گیا آگ سے اور داخل کر دیا گیا جنت میں تو بے شک کامیاب ہو گیا وہ اور دنیاوی زندگی محض دھوکے کے سامان کے علاوہ کچھ نہیں۔''

8) مکمل عدل کا سامان روزِ آخرت ضرور ہوگا۔

مرنے کے بعد ہر شخص دیگر پوری انسانیت سمیت دوبارہ اٹھایا جائے گا۔ بہت امکان ہے کہ یہ دنیا ہی ایک فرد کے لیے مکافاتِ عمل کا سامان کر دے حتمی و آخری سزا و جزا' یوم آخرت کے دن میسر آئیں گے۔ اللہ زمین پر اس حیات مستعار کی حد تک کسی ڈکیت یا بدکار کو عارضی چھوٹ دے سکتا ہے مگر بروز حساب ہر مجرم کو اس کے کیئے کا پورا پورا بدلہ ملے گا اور ظالموں کو آخرت میں یعنی حیات بعد الموت میں کڑی سزا مل کر رہے گی۔

9) انسانی قانون ہٹلر کو کیا سزا دے سکتا ہے؟؟؟

ہٹلر نے اپنے دورِ دہشت میں ساٹھ لاکھ یہودیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ فرض کریں پولیس ہٹلر کو پکڑ بھی لیتی تو عدل کے تقاضوں کے پیش نظر اسے انسانی قانون کے تحت کون سی سزا دیتی۔ زیادہ سے زیادہ ہٹلر کو بھی کسی گیس چیمبر میں دھکیل دیا جاتا لیکن یہ صرف ایک یہودی کے قتل کی سزا ہے۔

باقی 5,999,999 یہودیوں کو عدل کون دے گا؟

10) دیکھئے اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں Divine Law بیان کرتا ہے۔

ان الذین کفروا بایتنا سوف نصلیھم نارًا کلما نضجت جلودھم بدلنٰھم جلودًا غیرھا لیذوقوا العذاب ط ان اللہ کان عزیزًا حکیماo

''بے شک وہ لوگ جنہوں نے انکار کیا ہماری آیات کو ماننے سے' عنقریب جھونکیں گے ہم انہیں آگ

میں۔ جب جل جائیں گی کھالیں ان کی تو بدل دیں گے ہم ان کی کھالیں اور کھالوں سے تاکہ مزا چکھتے رہیں عذاب کا۔ بے شک اللہ ہے سب پر غالب بڑی حکمت والا۔''

اللہ تعالیٰ چاہے تو وہ ہٹلر کو 60 لاکھ کیا 60 کروڑ مرتبہ دوزخ کی بھڑکتی آگ میں جلانے پر قادر ہے۔

11) انسانی اقدار یا خیر و شر کا تصور' آخرت کے تصور کے بغیر ناممکن ہے یہ بات واضح ہوگئی کہ کسی شخص کو حیات بعد الموت یا آخرت کا قائل کیے بغیر' انسانی اقدار کا تصور ہو یا افعال کے خیر یا شر ہونے کی نوعیت کا فیصلہ' کسی بھی طرح ثابت کرنا ممکن نہیں ہے خاص طور پر ایسے فرد کے سامنے جو بااثر اور طاقتور ہو کر ظلم کا مرتکب ہو رہا ہو۔

باب 18

مسلمانوں میں تفرقہ اور مختلف مکاتب فکر کیوں؟

سوال: جب سارے مسلمان ایک اور یکساں قرآن مجید کے پیروکار ہیں تو ان میں اتنے فرقے اور مختلف مکتبہ ہائے فکر کہاں سے آ گئے؟

ذاکر نائیک: یہ حقیقت ہے کہ آج امت مسلمہ بٹی ہوئی ہے المیہ یہ ہے کہ اسلام ایسی کسی تقسیم کی بجائے وحدت کو پروان چڑھانے پر مضبوط یقین رکھتا ہے۔

قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے۔

واعتصموبحبل الله جمعياً و لا تفرقو ؀

''اور اللہ کی رسی کو تم سب مل کر مضبوطی سے تھام لو اور فرقہ بندی میں نہ ہو'' (سورۃ مبارکہ آل عمران آیت مبارکہ 103)

یہاں اللہ کس رسّی کی بابت ارشاد فرماتا ہے؟ یہ قرآن مجید کی رسی ہے اور تمام مسلمانوں

قرآن حکیم کی سورۂ بقرہ انسانی نفسیاتی ساخت اور اس کے دقیق ترین موضوعات پر نہایت مفصل اور مبسوط دستاویز Docement ہے۔ مذکورہ مسودہ کے مطابق ہبوطِ آدم کے ساتھ ہی بعض کو بعض کا ازلی دشمن قرار دے دیا گیا۔ اصحابِ باطل اور اصحابِ حق واضح تقسیم ہے۔

فلسفیانہ will اور جبریت Determinism بھی کافی حد تک قائل رہے ہیں کہ انسان کا کم از کم دو فرقوں میں منقسم ہونا ناگزیر ہے۔ تاریخ عالم میں یہ سبق واضح ہے کہ چراغ مصطفوی سے شرار بولہبی ہمیشہ ستیزہ کار رہا ہے۔ یہ زمین Planet اُمتِ واحدہ پر مشتمل نہیں ہو سکتی کیونکہ کشمکش کے لیے مزاحمت کا عمل ناگزیر ہے انسانی سطوحِ فہم کا اختلاف، طبائع کی بوقلمونی ''حقیقت'' کو ایک حوالے اور ایک ہی زاویے سے دیکھنے میں مانع ہیں۔ البتہ اس میں رنگارنگی اور بوقلمونی کا اعتراف ایک ارفع سطحی انسانی ہم آہنگی کا راستہ سجھا سکتا ہے۔ صحیح تاریخ سے فاتح و مفتوح کا بکھیڑا ابھی اہم رکاوٹ ہے۔ تمیز بندہ و آقا فسادِ آدمیت ہے۔

سلامتی کے دعویداردین میں متشددانہ نظریات اور کوتاہ نظری کے حامل افراد کی نمائندگی دراصل غیر ضروری (بقیہ اگلے صفحہ پر)

پر لازم ہے کہ اسے مضبوطی سے تھامے رہیں مذکورہ آیت میں اللہ نے فرقہ واریت سے بچنے کی دہری تلقین کی ہے تاکید در تاکید ملاحظہ ہو کہ فرمایا گیا ''فرقے نہ بناؤ''

قرآن مجید مزید کہتا ہے۔

یاایها الذین امنوا اطیعو الله واطیعوالرسول

''اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول ﷺ کی''

تمام مسلمانوں کو قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کی پیروی کرنا چاہیے اور فرقہ' فرقہ تقسیم نہیں ہونا چاہیے۔

2) اسلام فرقہ بندی یا تقسیم کی اجازت نہیں دیتا۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرقہ بندی سے منع فرمایا ہے۔

ان الذين فرقوا دينهم و كانو شيعاً لست منهم فی شیءٍ ط انما امرهم الیٰ الله

(گزشتہ سے پیوستہ) فروعی مگر نہایت خطرناک عوامل کو جنم دیتی ہے۔ فی الحقیقت جب کبھی تاریخ عالم میں کسی نظریاتی تہذیب کو عروج حاصل ہوا تو کچھ مفاد پرست عناصر دیر سویر اس کے ساتھ اپنے اغراض و مقاصد کی سبت سے نسبت کے دعویدار ہو گئے۔ نتیجہ معلوم! اسلام کا المیہ یہ بنا کہ مسلمانوں نے اپنے علمی اضمحلال اور قوت سے محرومی کے نتیجے میں پیدا ہونے والی نیم دلی اور کم ہمتی کے ساتھ اللہ کے اصل وعدے سے یوں عملی انحراف کیا کہ تفاسیر کے انبار لگ گئے۔ فہم اُٹھنا ڈوبنا شروع ہو گیا۔ علم حدیث کے رد و قبول میں جرح و حجتِ فروعی نے الگ نزاعی معاملات کی بحث شروع کر دی۔ مستزاد یہ کہ ہم نے زائیدہ انسانی علم یعنی فقہ کو مغزِ اسلام پر محمول کر لیا نتیجتاً اُمتِ مسلمہ متوقع نتائج سے محرومی کی بنا پر ایمانی اضمحلال کا شکار ہو گئی اور Divine Wisdom کو انسانی حقوق کی نذر کر ڈالا گیا اور علم کی حقیقت جیسی جس کے دھیان میں آئی حجتِ اخروی قرار پائی۔ شخصیات، فہم دین پر سند بننے لگیں اور معیارِ حق کچھ خاص Over Genius حضرات اکرام تک محدود ہو کر رہ گیا۔ یوں طبقہ طبقہ تقسیم در تقسیم کا ناگزیر عمل شروع ہوا اور کچھ راہیں تو شاہراہ سے ہی سفر کر گئیں۔ اولین نظریاتی مباحث میں معتزلہ (جو اپنے نعرۂ ''عقل'' کے باعث مشہور ہیں) اور اشاعرہ کا ٹکراؤ ہوا اور پھر اس ایک ذرّے پر مختلف نظریاتی شعاعوں کی ریزش نے وہ تابکاری کے اثرات چھوڑے کہ فرقوں کا انبار لگ گیا۔ کیا بڑی بات تھی جو مسلمان بھی ایک ہوتے جیسے ایک اللہ اور ایک محمد ﷺ پر یقین کامل کے دعویدار ہیں۔ البتہ دورِ حاضرہ میں بالخصوص نصرانی و یہودی سازشی اذہان مسلمانوں کے خلاف سرگرمِ عمل ہیں در ایں صورت ایرانی صدر اور سعودی فرمانروا نے اتحادِ اسلام کی خاطر مشترکہ دشمن کے خلاف مشترکہ کاوشوں کے عزم کا اظہار کیا ہے۔

ثم ینبئھم بما کانو یفعلون. (القرآن مجید' سورۃ مبارکہ الانعام' آیت مبارکہ 159)

''بے شک وہ لوگ جنہوں نے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا اپنے دین کو اور بن گئے گروہ گروہ' نہیں ہے تمہیں ان سے کوئی واسطہ' بات یہ ہے کہ ان کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے پھر وہی ان کو بتائے گا کہ وہ کیا کرتے رہے؟''

مندرجہ بالا آیت مبارکہ میں اللہ نے واضح طور پر تلقین کر دی کہ ہر مسلمان فرقہ بندی سے دور رہے اور دین اسلام میں کسی رخنے کو قبول نہ کرے لیکن جائے ماتم یہ ہے کہ جب آپ کسی مسلم سے پوچھیں کہ تم کون ہو تو کوئی خود کو حنفی کہتا نظر آئے گا' کوئی صاحب شافعی ہونگے' کوئی خود پر مالکی کا غلاف چڑھالے گا' کوئی کہے گا میں سنی ہوں اور کوئی صاحب فرمائیں گے میں شیعہ ہوں۔ اسی طرح کوئی خود کو دیوبندی کہلوانا چاہے گا کوئی بریلوی کا ٹیکا ماتھے پر سجائے جھومے گا ''یا حسرت العباد''

3) محمد ﷺ صرف مسلم تھے۔

کوئی ان ظالم مسلمانوں سے بھلا اتنا تو پوچھے کہ اچھا کہو ''ہمارے محبوب نبی اکرم ﷺ کس مسلک سے منسلک تھے؟'' کیا وہ حنفی' شافعی' حنبلی یا مالکی تھے نہیں ایسا ہرگز نہیں ہے بلکہ فی الحقیقت ہمارے نبی ﷺ نہ سنی تھے نہ شیعہ بلکہ اللہ کے پہلے بھیجے گئے تمام انبیاء اور رسل کی طرح ایک مسلمان تھے اور بس قرآن مجید کے ایک دن تکمیل پذیر رہا ہے۔ عیسیٰؑ ایک مسلمان تھے' مزید یہ ابراہیمؑ ایک مسلمان تھے کوئی عیسائی یا یہودی نہ تھے۔ عیسیٰؑ کی نسبت فرمان قطعی ملاحظہ ہو۔

"فلما احس عیسیٰ منھم الکفر قال من انصاری الی اللہ ط قال الحواریون نحن انصار اللہ ج امنا باللہ ج واشھد بانا مسلمون. (سورۃ آل عمران آیت مبارکہ 52)

''پھر جب عیسیٰ نے بنی اسرائیل کی طرف سے کفر وانکار محسوس کیا تو کہا کون ہے میرا مددگار اللہ کی راہ میں؟ کہا حواریوں نے ہم اللہ کی راہ میں مددگار ہیں۔ ہم اللہ پر ایمان لائے اور تم گواہ رہو کہ ہم (بھی) مسلم ہیں''

ابراہیمؑ کے متعلق بھی قرآن مجید دوٹوک فیصلہ سناتا ہے۔

ماکان ابرھیم یھودیاً ولا نصرانیاً ولکن کان حنیفاً مسلماً ط و ما کان من المشرکین.

''نہ تھا ابراہیم یہودی اور نہ نصرانی بلکہ تھا وہ سب سے لاتعلق اللہ کا فرمانبردار اور نہ تھا وہ مشرکوں میں سے''

4) قرآن مجید کا کہنا ہے کہ ''خود کو مسلم پکارو''

الف) اگر کوئی کسی مسلمان سے اصرار کر کے پوچھنے لگے کہ بتاؤ تم کون ہو تو بھی جواباً ایک مسلمان کو خود کو ایک مسلمان ہی کہنا چاہیے نہ کہ حنفی یا شافعی وغیرہ وغیرہ قرآن مجید کا اس بارے قطعی حکم ہے۔

ومن احسن قولاً ممن دعا الی اللہ و عمل صالحاً و قال اننی من المسلمین

''اور اس سے احسن تر بات کس کی ہوگی جو بلائے اللہ کی طرف اور کرے نیک عمل اور کہتا ہو کہ میں مسلمانوں میں سے ہوں'' (سورۃ حم سجدہ' آیت مبارکہ 33)

قرآن مجید یقینی انداز میں ان لوگوں کو حسین ترین قرار دیتا ہے جو کہیں کہ ہم اسلام کی خاطر جھکنے والے اور اسلام ہی کی خاطر اٹھنے والے لوگ ہیں باالفاظ دیگر ''ہم مسلمان ہیں''

ب) اللہ کے نبیؐ نے غیر مسلم بادشاہوں اور حکمرانوں کے نام خطوط لکھوا کر بھجوائے کہ وہ اسلام کی دعوت قبول کریں مذکورہ مکاتب میں محمد ﷺ نے قرآن مجید کی درج ذیل آیت مبارکہ تاکیداً لکھوائی۔

فقولوا اشھدوا بآنا مسلمون.

''تو کہہ دو! گواہ رہو کہ ہم (تو کم از کم) مسلمان ہیں'' (سورۃ آل عمران' آیت مبارکہ 64)

5) اسلام کے تمام علماء کا احترام ضروری ہے۔

چاروں آئمہ اکرام سمیت (امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ، امام حنبلؒ اور امام مالکؒ) ہمیں اسلام کے تمام عظیم علما اور فقہا کا احترام ضرور کرنا چاہیے۔ وہ فی الواقع عظیم دانشوران اسلام تھے اور اللہ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں اسلام پر تحقیق اور محنت شاقہ کے عوض اجر عظیم سے

نوازے۔ کسی کو اس بات پر کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہیے۔ اگر ایک شخص امام ابوحنیفہؒ یا امام شافعیؒ کی آرا اور تحقیق سے متفق ہو کر زندگی گزارتا ہے لیکن ''تم کون ہو'' کے؟ سوال؟ پر ہر مسلمان کو لازماً چاہیے کہ صرف اور صرف ایک ہی جواب دے اور وہ یہ کہ ''میں الحمدللہ ایک مسلمان ہوں'' کچھ چیں بچیں ہو کر محمد ﷺ کی سنن ابوداؤد کی حدیث مبارکہ نمبر 4579 سے استفادہ کرتے ہوئے اس بات کے خلاف دلیل لا سکتے ہیں۔ مروی ہے کہ مذکورہ حدیث مبارک میں محمد ﷺ یہ کہتے ہوئے سنے گئے کہ۔

''میری اُمت تہتر (73) فرقوں میں بٹ جائے گی۔''

مندرجہ حدیث کے مطابق محمد ﷺ نے امت مسلمہ کے 73 فرقوں میں بٹ جانے کی پیش گوئی کی ہے۔ انہوں نے ہرگز' ہرگز یہ نہیں کہا کہ مسلمانوں کو چاہیے کہ تندہی سے خود کو تہتر (73) فرقوں میں تقسیم ضرور کریں۔ قرآن مجید ہمیں فرقہ بندی سے دور رہنے کا حکم دیتا ہے۔

ے
فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں
کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں

وہ لوگ صراط مستقیم پر ہیں جو تعلیمات قرآنی اور احادیث صحیحہ کی پیروی میں خود کو فرقوں' طبقوں اور نسلوں کے باطل امتیازات سے دور رکھتے ہیں۔

ترمذی شریف کی حدیث مبارکہ 171 کے رو سے محمد ﷺ نے فرمایا۔

''میری امت تہتر (73) فرقوں میں پھیل جائے گی۔ منقسم ہو جائے گی اور یہ تمام کے تمام فرقے سوائے ایک کے' جہنم کی آگ میں جھونکے جائیں گے۔''

صحابہ اکرامؓ نے استفسار کیا کہ یارسول اللہ وہ خوش نصیب فرقہ کون سا ہوگا؟ تو جواباً محمد ﷺ نے فرمایا۔

''یہ وہ طبقہ ہوگا جس سے میرا اور میرے تمام صحابہ اکرامؓ کا تعلق ہے۔''

ے
یوں تو سید بھی ہو' مرزا بھی ہو' افغان بھی ہو
تم سبھی کچھ ہو بتاؤ تو مسلمان بھی ہو؟

قرآن مجید میں متعدد آیات میں وارد ہوا ہے کہ ''اللہ اور اس کے رسول کی متابعت کرو''

اس تناظر میں ایک سچے مسلمان کو پورے دل و جان سے قرآن مجید اور صحیح احادیثؐ پر عمل پیرا ہونا چاہیے اور کوئی بھی مسلمان کسی بھی عالم اسلام یا فقیہ کی پیروی کرسکتا ہے جہاں تک متعلقہ فقیہ یا عالم دائرہ قرآن و حدیث میں ثابت قدم رہ کر واضح فیصلے کرنے والا ہے۔ ایسے فتاویٰ یا ایسی آرا کتنے ہی بڑے دانشور اسلام کے کیوں نہ ہوں' اگر وہ قرآن مجید اور سنت نبویؐ کی تعلیمات کے منافی ہیں تو ان کی حیثیت پرکاہ کے برابر بھی نہیں' ایسے فتاویٰ سمیت ایسے علماء و فقیہ بھی بے وقعت ہیں' باعث زیاں ہیں' فضول ہیں۔

اگر تمام مسلمان قرآن مجید کو تفہیم سے' سمجھ کر پڑھنے لگیں اور صحیح حدیثؐ کی پابندی کریں تو انشاءاللہ اکثر اختلافی مسائل از خود حل ہو جائیں گے اور ہم ایک امت واحدہ کے طور پر' پھر نمو پذیر ہوں گے۔

باب 19

تمام مذاہب خیر کا درس دیتے ہیں تو پھر فقط پیروئ اسلام ہی کیوں؟

سوال: سبھی مذاہب اپنے پیروکاروں کو نیکی کی تلقین کرتے ہیں۔ ایک شخص پھر اسلام ہی کا اتباع کیوں کرے؟ کیا وہ دوسرے کسی مذہب کی پیروی نہیں کرسکتا؟

1) اسلام اور دیگر مذاہب میں اہم ترین فرق۔

ذاکر نائیک: واقعی سارے مذاہب آدمی کو نیک بننے کی ترغیب دیتے ہیں اور برائی سے منع کرتے ہیں لیکن اسلام کا دائرہ کار وسیع تر ہے اسلام ہمیں اپنی زندگی کے انفرادی و اجتماعی ہر دو پہلوؤں سے رہنمائی کر کے بتاتا ہے کہ نیک بنو تو کس طرح بنو اور برائی کا خاتمہ مقصود ہے تو کس طرح عملی طور پر خاتمہ ممکن ہوگا یہ ہمیں طریقہ کار سے بھی آگاہ کرتا ہے یعنی ہمیں محض What ہی نہیں How کی تعلیم بھی دیتا ہے۔ اسلام انسان کی فطرت اور سماجی و معاشرتی پیچیدگیوں کا احاطہ کرتا ہے تاکہ ان مسائل کی نوعیت کو سمجھ کر عملی خیر کی صورتحال پیدا کی جاسکے یہ محض خیر یا نیکی پر زور نہیں دیتا اس کے حصول کا واضح ذریعہ بھی بتاتا ہے۔ اسلام خود خالق کی طرف سے ہدایت نامہ ہے۔ اسی لئے اسلام کو فطری دین یا انسان کا دین فطرت کہا جاتا ہے۔

2) اسلام ہمیں لوٹ مار سے بچاؤ کی تلقین ہی نہیں کرتا' بچاؤ کا عملی طریقہ کار بھی واضح کرتا ہے۔

الف) اسلام لوٹ مار کو جڑ سے اُکھاڑنے کا لائحہ عمل بھی تجویز کرتا ہے، سبھی بڑے مذاہب

یہ درس دیتے ہیں کہ چوری ایک فعل قبیح ہے۔ اسلام کی تعلیم بھی ہو بہو یہی ہے اب اسلام اور دوسرے مذاہب میں کیا فرق ہوا؟

واضح فرق یہ ہے کہ اسلام حقیقتاً یہ تعلیم دینے کے ساتھ ساتھ کہ لوٹ مار ایک بُرا کام ہے عملاً ایک ایسے معاشرتی نظام کی موجودگی کو بھی نتیجہ خیز انداز میں پیدا کر کے رہتا ہے جہاں لوگ چوری چکاری نہ کریں۔

ب) اسلام ''زکوۃ'' کی تلقین کرتا ہے۔

اسلام باقاعدہ ایک نظام زکوۃ تجویز کرتا ہے یعنی سالانہ فرض خیرات کا لائحہ عمل دیتا ہے۔ اسلامی قانون کے مطابق ہر وہ شخص جس کی سالانہ دولت ''درجہ نصاب سے ہم آہنگ ہو'' باالفاظ دیگر جس کا سالانہ بجٹ پچاسی (85) گرام سونا ہو' اس پر واجب ہے کہ وہ ہر قمری سال کی ڈھائی فیصد رقم بطور خیرات دے۔

خدا کا شکر کرو! صاحب نصاب ہو تم!

اگر دنیا میں ہر شخص بصد خلوص اس نظام زکوۃ پر عمل درآمد کرے یعنی اپنی بچت کی کمائی میں سے اڑھائی (2.5) فیصد بطور زکوۃ ادا کر دے تو یقین کریں چند سالوں میں دنیا سے غربت کا مکمل خاتمہ ہو جائے دنیا میں ایک فرد بھی فاقوں کے ہاتھوں روٹی کے چند ٹکڑوں کو ترس ترس کر نہ مرے۔

ج) چور کے ہاتھ کاٹ دیئے جائیں۔

اسلام کا فرمان عالی شان ہے کہ جو چور ثابت ہو جائے اس کے ہاتھ کاٹ دیئے جائیں۔ قرآن مجید میں ہے۔

والسارق و السارقة فاقطعو ایدیھما جزآءً بما کسبا نکالاً من اللہ ط واللہ عزیزٌ حکیم۔ (سورۃ مائدہ' آیت مبارکہ 38)

''اور چور مرد اور چور عورت کاٹ دو ہاتھ ان دونوں کے یہ بدلہ ہے ان کی کمائی کا' عبرتناک سزا کے طور پر اللہ کی طرف سے اور اللہ ہر چیز پر غالب' کامل حکمت والا ہے''

اللہ ہر چیز پر غالب' کامل حکمت والا ہے''

غیر مسلم حضرات چیخ اٹھیں گے ''کیا؟ اس جدید دور میں' بیسوی صدی میں ہاتھوں کا کاٹ دیا جانا؟ اسلام تو واقعی بربریت کا دین ہے ناں بھئی ناں اسلام تو ظالمانہ دین ہے۔''

د) شریعت اسلام کی بھرپور نتیجہ خیزی

امریکہ کو دنیا کا سب سے زیادہ ترقی یافتہ ملک تصور کیا جاتا ہے۔ بدقسمتی سے یہ ملک شرح جرائم میں بھی دنیا کا سب سے زیادہ ترقی یافتہ ملک ہے وہاں چوری اور ڈکیتی اتنی ہی عام ہے جیسے گھنگھریالے بالوں والے نسلی کتے کو روزانہ شام ''واک'' پر لے جانا۔ فرض کریں امریکہ میں شریعت اسلامی نافذ کردی جاتی ہے جس کے ایک نتیجے میں وہاں کا ہر باشندہ اپنی سالانہ بچت کا ڈھائی (2.5) فیصد حصہ بطور زکوٰۃ ادا کرتا ہے یعنی ہر صاحب نصاب پوری پوری زکوٰۃ ادا کرتا ہے اور ہر ڈکیت' چور' راہزن کا جرم ثابت ہو جانے پر اس کے ہاتھ کاٹ دیئے جاتے ہیں۔ اب آپ ہی بتائیے کیا امریکہ میں چوری اور ڈکیتی کی شرح کم ہوگی' اتنی ہی رہے گی یا بڑھ جائے گی؟

مزید برآں ایسے شدید قانون کے ہوتے ہوئے تازہ واردان بساط سرقہ بھی صد مرتبہ سوچیں گے۔

میں اتفاق کرتا ہوں کہ آج کی دنیا ایسے ہزاروں' چوروں اور ڈکیتوں سے بھری پڑی ہے اور اگر آپ ان کے ہاتھ کاٹنے لگ گئے تو ہزاروں' لاکھوں افراد ''بے دست'' ہو کر رہ جائیں گے۔ اصل نکتہ یہ ہے کہ جس لمحے آپ اسلامی شریعت کا نفاذ کریں گے اسی لمحے شرح جرائم میں فوری کمی ہو جائے گی۔ متوقع چور حضرات لرز کر ایک مرتبہ سنجیدگی سے چوری کے نتائج پر سوچنا شروع کر دیں گے اور کثیر تعداد باز ہی رہے گی۔ ہاتھ کاٹے جانے کی اذیت ناک سزا کا تصور ہی چوروں کی اکثریت کو ''بے حوصلہ'' کر چھوڑے گا مشکل سے نہایت کم۔ بہت ہی کم' چند ایک لوگ' یہ حرکت کریں گے لہٰذا محض چند ایک لوگوں کے ہاتھ کاٹے جائیں گے لیکن نتیجتاً لاکھوں لوگ چوری کے خوف سے محفوظ و

مامون ہو رہیں گے۔

3) اسلام چھیڑ چھاڑ اور بدکاری سے نجات کا طریقہ بتاتا ہے۔

تمام بڑے عالمی مذاہب کا کہنا ہے کہ چھیڑ چھاڑ یا بدکاری بہت بڑے گناہ ہیں۔ یہی اسلام کا موقف بھی ہے پھر اسلام اور دیگر مذاہب میں فرق کیا ہے؟ فرق اس حقیقت میں مضمر ہے کہ اسلام محض عورتوں کی خالی خولی عزت پر ہی نام نہاد قناعت نہیں کرتا نہ ہی فقط چھیڑ چھاڑ کو نگاہ نفرین سے دیکھتا اور بدکاری کو گناہ کبیرہ قرار دے کر فارغ ہو جاتا ہے بلکہ صاف صاف واضح رہنمائی فراہم کرتا ہے کہ معاشرہ ان جرائم سے کیسے پاک صاف رہ سکے' اسلام عملی طریقہ کار بتاتا ہے۔ Feasible Frame Work دیتا ہے۔

ب) مردوں کے لیے حجاب

اسلام میں نظام حجاب فرض ہے۔ قرآن مجید میں پہلے مردوں اور بعدازاں عورتوں کے حجاب کی فرضیت بیان کی گئی ہے۔ حجاب دراصل ایک فرد کے رہن سہن' بول چال' چال ڈھال اور طرز فکر پر بھی محیط ہے۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ حیا کی غایت یہ ہے کہ انسان اپنی ذات سے بھی حیا کرے۔ دراصل زندگی میں حیا ہی وہ بے نظیر خزینہ ہے جو حسن کائنات اور کائنات حسن میں نگینے جڑ دیتا ہے۔ حیا حسن کا بہترین زیور ہی نہیں اعلیٰ ترین جوہر بھی ہے۔ مردوں کے لیے آنکھ کے حجاب کی تاکید ضروری ہے کہ اکثر بلائیں آنکھ کے راستے ہی دل پر اترتی ہیں۔

بڑھ جاتا ہے جب ذوقِ نظر اپنی حدوں سے
ہو جاتے ہیں افکار پراگندہ و ابتر

قرآن مجید کی درج ذیل آیت مبارکہ رمز کشا ہے

قل للمومنین یغضوا من ابصارهم ویحفظوا فروجهم ط ذلک ازکیٰ لهم ط ان
الله خبیر م بما یصنعون. (سورۃ مبارکہ النور' آیت مبارکہ 30)

''کہہ دو! مومن مردوں سے کہ اپنی نظریں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں یہ طریقہ زیا

پاکیزہ ہے ان کے لئے بے شک اللہ پوری طرح باخبر ہے جو وہ بناتے کرتے ہیں۔"

جونہی کسی عورت کو دیکھ کر کسی مرد کے ذہن میں برا خیال یا گمراہ کن سوچ آئے، اسے فوری طور پر نظر جھکا لینی چاہیے۔

ج) خواتین کا حجاب

اللہ تعالیٰ نے خواتین کو حجاب کی خصوصی ہدایت کی ہے گو آج کی مغربی سرمایہ داری کے ہاتھوں وہ کتنے ہی آلات تشہیر اور سائن بورڈز کی زینت بن کر معاشی حوالے سے انسانی مقام سے گر کر محض ایک Product بن کر رہ گئی ہے بقول اقبالؒ

ے روش مغربی ہے مدنظر
وضع مشرق کو جانتے ہیں گناہ

(ہمارا پیسوں اور زمینوں والا طبقہ بھی اس طبقاتی دوڑ میں اپنی لڑکیوں کو اخلاقی تنزل کی اس Marathon میں لے آیا ہے۔ اپر مڈل کلاس علیحدہ کشمکش کا شکار ہے اور مڈل کلاس سماجی اخلاقیات سے نمٹنے میں جان دے رہی مگر مشترک ستم یہ کہ مغرب سے درآمدہ تصورات ہمارے گھروں میں لباس کی وضع قطع پر اثر انداز ہو چکے ہیں، اگرچہ ابھی تک صد شکر ہے مولا کا)

قرآن پاک میں عورتوں کے بارے میں ارشاد ہوا ہے۔

وقل للمومنٰت یغضضن من ابصارھن و یحفظن فرو جھن ولا یبدین زینتھن الا ما ظھر منھا و لیضربن بخمر ھن علیٰ جیو بھن ص ولا یبدین زینتھن الا لبعو لتھن

(سورۃ مبارکہ النور' آیت مبارکہ 31)

"اور کہہ دو مومن عورتوں سے کہ نیچی رکھیں اپنی نظریں اور حفاظت کریں اپنی شرمگاہوں کی اور نہ ظاہر کریں اپنا بناؤ سنگھار مگر جو از خود ظاہر ہو جائے اور مارے رکھیں بکل اپنی اوڑھنیوں کے اپنے سینوں پر اور نہ ظاہر کریں اپنا بناؤ سنگھار مگر سامنے اپنے شوہروں کے۔"

قرآن مجید' مزید وضاحت کرتے ہوئے محرم رشتوں میں بھائی' باپ' شوہر کے

باپ' بھتیجے اور بھانجوں کی ایک فہرست گنواتا ہے جن سے حجاب لازم نہیں اور نہ ہی شادی جائز ہے۔ حجاب کی حد ایک عورت کے لیے مکمل بدن کا سرتاپا ڈھانپنا ہے البتہ چہرہ اور ہاتھ کھلے رکھے جا سکتے ہیں۔ اگر خواتین ہاتھوں اور چہرے کو بھی ڈھانپنا چاہیں تو یہ مستحسن ہے البتہ کچھ مسلم دانشور حضرات چہرے کے مکمل ڈھکے ہوئے ہونے پر شدومد سے اصرار کرتے ہیں۔ حجاب سے یقینی طور پر عورت کے وقار میں اضافہ ہوتا ہے اور اس کی تقدیس بڑھ جاتی ہے۔

د) حجاب چھیڑ چھاڑ سے بچاؤ کی بہترین تدبیر ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حجاب کو خواتین کے لیے لازمی کیوں قرار دیا' درج ذیل آیت مبارکہ سے اس کی توضیح و تشریح ہوتی ہے۔

یاایھاالنبی قل لازواجک و بنٰتک ونساء المومنین یدنین علیھن من جلابیبھن ط ذٰلک ادنیٰ یعرفن فلا یوذین ط و کان اللہ غفوراً رحیماً۔ (سورۃ مبارکہ الاحزاب' آیت مبارکہ 59)

"اے نبیؐ! کہو اپنی بیویوں سے اور اپنی بیٹیوں سے اور اہل ایمان عورتوں سے کہ وہ لٹکا لیا کریں اپنے اوپر چادر کے پلو۔ یہ زیادہ مناسب طریقہ ہے کہ وہ پہچان لی جائیں اور ستائی نہ جائیں اور اللہ معاف کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔"

قرآن مجید کا موقف ہے کہ حجاب عورت کے لئے اس لئے ضروری ہے کہ یوں وہ پہچان لی جائیں گی کہ باعصمت و باعفت عورتیں ہیں لہٰذا ان سے کوئی چھیڑ چھاڑ جیسی غلیظ حرکت نہیں کرے گا۔

ہ) دو جڑواں بہنوں کی مثال و تمثیل

فرض کریں دو جڑواں بہنیں جو یکساں خوبصورتی کی حامل بھی ہیں' سڑک پر یا گلی میں سیر کو نکلتی ہیں ایک بہن تو سراپا اسلامی حجاب کے مطابق لباس پہنے ہوئے ہے یعنی ہاتھوں اور چہرے کے علاوہ پورا سراپا ڈھکا ہوا ہے اور پردے میں ہے جبکہ دوسری بہن نے منی اسکرٹ یا شارٹس (مختصر لباس) پہن رکھا ہے۔ قریب ہی ایک آوارہ' لفنگا' منتظر ہے کہ نشانہ بنائے۔ آپ

بتائیں! وہ کس بہن کو چھیڑے گا؟ اسلامی حجاب میں ملبوس لڑکی کو یا مغربی طرز کا مختصر لباس پہنے سراپا دعوت بہن کو؟ لباس بھی ایسا کہ جو ڈھانپتا کم اور نمایاں بہت کچھ کیے دے رہا ہو اصل میں صنفِ مخالف کو دعوت عام دیتا ہے کہ مجھے چھیڑو' تنگ کرو' چھوؤ اور انتہاؤں کو چھوؤ! یقینی طور پر کوئی بھی لفنگا مختصر لباس کی بہن کو چھیڑے گا۔ پس قرآن بجا طور پر کہتا ہے کہ حجاب عورت کی عصمت وتقدس کا محافظ ہے۔

و) بدکار کے لیے سزائے موت

اسلامی شریعہ کے مطابق بدکاری کے مرتکب کو لازماً سزائے موت دی جائے آج کے عہد میں غیر مسلم شاید اس شدید تر سزا کا سن کر کانپ اٹھیں اور اسلام کو وہی ظلم و بربریت کا مذہب قرار دینے لگیں۔ میں ذاتی طور پر سینکڑوں غیر مسلموں سے ایک سادہ سا سوال پوچھا ہے کہ فرض کریں' خدانخواستہ کوئی آپ کی بیوی' ماں یا بہن سے بدکاری کا مرتکب ہو اور آپ کو جج بنا دیا جائے تو آپ کیا فیصلہ صادر کریں گے؟ اس بدکار کو کیا سزا سنائیں گے؟

یقین کریں سب کے سب لوگوں نے شدت سے کہا کہ ہم اسے کم از کم سزائے موت دیں گے کچھ تو شدت جذبات سے کہنے لگے ہم ایسے بدکار کو اذیت ناک موت سے دھیرے دھیرے ہمکنار کریں گے۔ عجیب بات ہے بھئی! اگر آپ کی ماں یا بہن سے بدکاری کی جائے تو آپ سزائے موت دینا چاہتے ہیں مگر کسی اور کی ماں بہن نشانہ بنے تو آپ کی روشن خیالی کو اعتدال پسندانہ خیالات آنے لگتے ہیں۔ آپ کو سزائے موت ظلم اور بربریت لگتی ہے' بتائیں یہ دہرا معیار Double Standards کس لئے' کیوں؟

ز) ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں بدکاری کی شرح سب سے زیادہ ہے۔

ریاست ہائے متحدہ امریکہ جسے دنیا کا سب سے زیادہ ترقی یافتہ ملک سمجھا جاتا ہے ایف بی آئی کی ایک رپورٹ کے مطابق صرف 1990ء میں اس ترقی یافتہ ملک میں 102555

بدکاری کے واقعات ہوئے۔ اس رپورٹ کے مطابق یہ واقعات صرف وہ ہیں جو متعلقہ قانونی اداروں میں مندرج ہیں اور کل واقعات کا صرف 16% حصہ ہیں۔ یوں کل واقعات کا تخمینہ لگانے کی خاطر ہمیں موجودہ بدکاری کے واقعات کو 6.25 سے ضرب دے کر تمام واقعات کا بہتر اندازہ لگا لینا چاہئے ٹوٹل تعداد 6,40,968 بنتی ہے۔ اگر ہم ان تمام واقعات کو 365 دنوں سے تقسیم کریں تو حاصل ضرب 1,756 واقعات ہوں گے۔ یعنی وہاں' امریکہ میں صرف ایک دن میں بدکاری کے 1,756 واقعات کسی کی ماں' بیٹی' بہن یا بیوی پر عذاب بن کر اُترتے ہیں۔

بعد ازاں امریکہ ہی کی ایک رپورٹ کے مطابق امریکہ میں بدکاری کے روزانہ واقعات 1900 شمار کیے گئے۔ امریکہ کے محکمہ انصاف کے مطابق نیشنل کرائم وکٹمائزیشن سروے بیورو کا کہنا ہے کہ صرف سال 1996ء میں 3,07,000 بدکاری کے واقعات کا ارتکاب ہوا اور دراصل فی الواقع یہ کل واقعات کا 31 فیصد حصہ ہیں۔ اکثر واقعات کا قانونی اندراج ہی نہیں ہوا۔ محض 31 فیصد واقعات رپورٹ ہوئے ہیں لہٰذا 1996ء میں ہونے والے کل تعداد کی حصول کے لیے ہمیں 3,07,000x3.226=9,90,322 جاننا ہوگا یوں نسبتاً 1996ء کے سال میں امریکہ میں روزانہ بدکاری کے جرائم کی تعداد 2,713 تک جا پہنچتی ہے۔ چند برسوں میں شاید امریکی بدکار کچھ زیادہ ہی بہادر ہو چلے تھے کہاں 1900 اور کہاں چار سال کے اندر اندر روزانہ واقعات 2,713 تک بڑھ گئے امریکہ میں ہر ہر 32 سیکنڈ میں بدکاری کا ایک واقعہ ہو کر رہتا ہے۔

میخواری و بیکاری و عریانی و افلاس
کیا کم ہیں فرنگی مدنیت کی فتوحات

ایف بی آئی (FBI) کی رپورٹ کے مطابق مندرجہ واقعات میں سے بھی صرف 10 فیصد لوگ قانون کے ہتھے میں آسکے جن کا اندراج ہوا یعنی صرف ایک اعشاریہ چھ (1.6) فیصد لوگ قانون کے روبرو آئے جنہوں نے واقعی بدکاری کا ارتکاب کیا تھا ان 1.6 فیصد لوگوں

میں سے بھی مقدمے کی شروعات سے قبل ہی پچاس (50) فیصد افراد کو چھوڑ دیا گیا۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ محض 0.80 یعنی اعشاریہ آٹھ فیصد لوگ کٹہرے میں آئے۔

دوسرے لفظوں میں 125 بدکاری کے واقعات میں ملوث ہوجانے کے باوجود گرفتاری کے امکانات صرف ایک مرتبہ تک محدود ہیں۔ آپ 125 مرتبہ بدکاری کے مرتکب ہوں تو صرف ایک بار ہی پکڑے جانے کا امکان ہے۔ اکثر لوگ تو اس صورتحال کو ایک جوا سمجھ کر کھیل لیتے ہیں اور اکثر سمجھتے ہیں کہ وہ بچ ہی رہیں گے اگرچہ امریکی قوانین کے مطابق بدکاری میں ملوث ملزم کا الزام ہونے پر سات سال کی قید لازم ہے مگر رپورٹ کے مطابق صرف 50% یعنی آدھے لوگوں کو تو ایک سال بھی کم سزا میں مبتلا کیا گیا اکثر بدکاری میں ''نو آمدہ گنہگاروں'' کے لیے مقدمات میں منصف صاحبان نرم رویہ برتتے ہیں۔

اب حضرات! تصور کریں کہ اگر ایک شخص 125 بار بدکاری کا ارتکاب کرے اور گرفتار ہونے' تہہِ دام آنے کے امکانات ایک مرتبہ کے برابر ہوں اس امکان کی صورت میں منصف صاحب نرمی کا برتاؤ کر کے سال بھر سے بھی کم سزا عطا فرمائیں۔ تو نتیجہ معلوم!

ح) اسلامی شریعہ کا نفاذ ضرور نتیجہ خیز ہوتا ہے۔

فرض کریں امریکہ میں اسلامی شریعت کا نفاذ ہو رہا ہے جیسے ہی کوئی فرد کسی غیر عورت کو دیکھے اور اس کے ذہن میں کوئی گمراہ خیال کوندے' اسی لمحے وہ اپنی آنکھوں کو جھکالے' بالکل اسی طور پر عورت مکمل اسلامی حجاب میں ملبوس ہو یعنی سارا بدن' سوائے ہاتھوں اور چہرے کے' مکمل ڈھکا ہوا ہوا۔ اور اس کے باوصف اگر کوئی امریکی کسی عورت سے بدکاری کا ارتکاب کرتا ہے تو اس کی گردن اتار دی جاتی ہے...... تو سوال یہ ہے کہ بتائیں ایسی صورت میں بدکاری کے حوالے سے بھی اس ترقی یافتہ ملک میں زنا و بدکاری کے واقعات میں اضافہ ہوگا؟ اتنے ہی واقعات رہیں گے؟ یا ان میں نمایاں کمی واقع ہوگی؟ یقیناً واقعات میں نمایاں کمی ہوگی یہ قدرتی بات ہے' اسلامی شریعہ نتائج پیدا کر کے رہتی ہے۔

4) اسلام میں بنی نوع انسان کے مسائل کا عملی حل موجود ہے۔

اسلام بہترین زندگی گزارنے کا بہترین طریقہ ہے۔ کیونکہ اسلامی تعلیمات نظریات بحث و مباحث ہی نہیں ہیں' اسلامی تعلیمات بنی نوع آدم کے مسائل کا عملی حل ہیں' اور اسلامی قوانین نتیجہ خیزی کے ضامن ہیں اسلام انفرادی اور اجتماعی سطحوں☆ پر قابل عمل دین بن کر یقین محکم سے مطلوبہ نتائج حاصل کر کے رہتا ہے۔

ترے ضمیر پہ جب تک نہ ہو نزول کتاب
گرہ کشا ہے نہ رازی' نہ صاحب کشاف

اسلام بہترین زندگی گزارنے کا بہترین طریقہ کیونکہ اسلام ایک عملی اور عالمگیر دین ہے کسی مخصوص نسلی گروہ یا قومیت پر مبنی نہیں۔

☆اسلام ایک عالمگیر اور قابل عمل لائحہ فکر و نظر ہے جو ہر طرح کی جزوی حد بندیوں سے پاک ہے یہاں Jews جیسی Genetic Limits نہیں اور نہ ہی خون میں کسی گروہ کو کسی گروہ پر برتری حاصل ہے' رنگ اور بے رنگ کا مسئلہ آج کی مغربی دنیا کا نہایت اہم مسئلہ ہے' تمام سفید و سیاہ کا حل اسلام میں ہے' اور قابل عمل صورت میں ہے۔

غیر مسلموں کو کافر کہنا

سوال: مسلمان لوگ غیر مسلموں کو کافر کہہ کر ان کی توہین کیوں کرتے ہیں؟☆

ذاکر نائیک: درحقیقت کافر لفظ کفر سے ماخوذ ہے جس کے معانی ''چھپانا یا مسترد کر دینا'' ہیں اسلامی اصطلاح میں کافر اسے کہا جاتا ہے جو حقیقت اسلام کا اخفا کرتا ہے یا استرداد کرتا ہے جبکہ انگریزی میں ایسے فرد کو غیر مسلم ''Non Muslim'' کہا جاتا ہے۔ اگر کوئی غیر مسلم خود کو غیر مسلم یا کافر کہلوائے جانے پر سبکی اور توہین محسوس کرتا ہے تو یہ اسلام کے متعلق غلط فہمی کا نتیجہ ہے ایسے فرد کو چاہیے کہ وہ اسلام کے صحیح ماخذات و ذرائع تک رسائی حاصل کرنے کی کوشش کرے جو بالآخر صحیح تفہیم اسلام میں معاون ثابت ہوں۔ نتیجتاً وہ بنیادی اسلامی نکتہ نظر کو سمجھ کر نہ صرف اسلام کی تعریف کرے گا بلکہ غیر مسلم یا کافر وغیرہ کہلوائے جانے کے شکووں کے تلافی میں اپنی ذرا سی بھی اہانت محسوس نہیں کرے گا۔ اسلام امن و سلامتی کا مذہب ہونے کے ناطے انسانی حقوق کا عظیم داعی ہے۔

☆ایک مرتبہ ڈاکٹر ذاکر نائیک نے اسی سوال کا جواب دیتے ہوئے شوخ طبعی سے مخاطب کو کہا کہ اگر آپ کو غیر مسلم کہلائے جانے پر ایسا ہی اعتراض ہے تو کس نے روکا ہے آپ کو؟ چیں بجبیں ہونے کی بجائے مسلم ہو جائیں، سارا بکھیڑا ہی ختم۔

آخری باب

ندائے فلاح

کعبہ ارباب حق؟ سطوت دین مبین!
آہ کہ صدیوں سے ہے تیری فضا بے اذاں

اکثر مسلمان اس حقیقت سے شناسا ہیں کہ اسلام ایک عالمگیر مذہب ہے اور سب بنی نوع آدم کے لیے نازل ہوا ہے اللہ تعالیٰ ساری کائنات کا خالق و مالک ہے اور مسلمانوں کو یہ فریضہ سونپا گیا ہے کہ وہ اس کا سچا پیام ساری انسانیت تک پہنچائیں۔ افسوس صد افسوس اکثر مسلمان آج اپنے اس نہایت اہم فریضے سے روگرداں ہیں۔ اسلام کو اپنی زندگی کا بہترین ضابطہ سمجھ کر ہم اپنے اپنے خول میں سمیٹے' اتباع اسلام پر ذاتی حد تک ہی قانع ہو چکے ہیں اور اس عالمگیر حسن سے لبریز ضابطہ حیات کو دیگر محروم لوگوں تک پہنچانے میں چنداں دلچسپی نہیں لے رہے اور یہ خزینہ کائنات محض اپنی ذات تک محدود رکھے ہوئے ہیں۔

عربی لفظ ''دعوۃ'' سے مراد پکارنا یا دعوت دینا ہے اسلام کی اصطلاح میں ''دعوۃ'' سے مراد اسلام کی اشاعت و تبلیغ کے لیے ہر طرح سے کوشش کرنا ہے۔

قرآن مجید میں ہے

ومن اظلم ممن کتم شھادة عندہ' من اللہ ط و ما اللہ بغافل عما تعملون. (سورة مبارکہ بقرہ' آیت مبارکہ 140)

''اور کون بڑا ظالم ہے اس سے جو چھپائے اللہ کی طرف سے دی گئی شہادت؟ اور نہیں ہے اللہ غافل اس سے جو تم کر رہے ہو''

بیس نہایت عام اعتراضات

پیام اسلام کی اشاعت و تبلیغ کے لئے بحث مباحثہ ناگزیر ہے اسلام کا اسلوب نہایت منفرد ہے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

ادع الیٰ سبیل ربک بالحکمة و الموعظة الحسنة و جادلھم بالتی ھی احسن ط

(سورۃ النحل' آیت مبارکہ 125)

''دعوت دو اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ اور مباحثہ کرو لوگوں سے ایسے طریقے سے جو بہترین ہو''

غیر مسلموں کو تبلیغ اسلام کی غرض سے اسلام کے محض مثبت پہلوؤں کو نمایاں تر کر کے روشن کرنا ہی کافی نہیں ہوتا کیونکہ اکثر غیر مسلموں کے لاشعور میں اسلام کے حوالے سے کچھ سوال تشنہ جواب رہ جاتے ہیں اسلام کے مثبت پہلوؤں کے حوالے سے وہ آپ کی باتوں سے اتفاق کریں گے لیکن اسی لمحے' اسی سانس میں یہ سوال بھی ان کے باطن میں گونج رہے ہوں گے۔

''آہ! مگر ہو تو تم وہی مسلم ناں؟ جو ایک سے زیادہ عورتوں سے شادیاں رچاتے ہیں' تم وہی مسلم ہو ناں جو عورت کو پردے میں رکھ کر اسے تذلیل و تحکیم کا نشانہ بناتے ہیں' آپ لوگ بنیاد پرست ہو وغیرہ''

میں ذاتی طور پر غیر مسلموں سے ان کے محدود اور غلط ذرائع سے حاصل کردہ مطالعہ اسلام کے باوجود' سیدھے سبھاؤ کھل ڈل کر بات کرنے کو ترجیح دیتا ہوں۔ میں انہیں کھل کر بات کرنے کا موقع ہی نہیں دیتا بلکہ انہیں باور کراتا ہوں کہ وہ اسلام پر تنقید بھی کریں تو میں ان کی حوصلہ افزائی کروں گا۔

اپنے سابقہ چند سالہ تجربات کی روشنی میں مجھ پر کھلا کر عام طور پر بیس (20) ایسے اعتراضات ہیں جو کم و بیش یکساں تناسب کے ساتھ ہر غیر مسلم کے ذہن میں پائے جاتے ہیں آپ جب بھی کسی غیر مسلم سے پوچھیں کہ بھئی آپ کو اسلام پر کیا اعتراض یا اعتراضات ہیں تو

وہ پانچ چھ ایسے ہی سوال کر دے گا جو کسی طور' مذکورہ بیس (20) اعتراضات ہی کے زمرے میں آتے ہیں۔

اکثریت کو منطقی دلائل سے قائل کیا جاسکتا ہے

اسلام کے متعلق بیس (20) عام اعتراضات کو منطقی اور عقلی انداز میں پیش کیا جاسکتا ہے۔ غیر مسلموں کی اکثریت قائل ہو رہے گی اگر ایک مسلمان متذکرہ بیس (20) عمومی اعتراضات کو یادداشت میں محفوظ کر لے یا تھوڑا بہت بھی یاد رکھے تو وہ غیر مسلموں کو اسلام کے بارے میں کم از کم بلا تعصب اور غیر جانبدارانہ انداز میں سوچنے پر مجبور کر دے گا بلکہ غالب امکان ہے کہ وہ انہیں اسلام کی حقانیت ہی کا قائل کر لے۔ معدودے چند ایسے غیر مسلم حضرات ہوں گے جو مذکورہ اعتراضات کے جوابات کو رد کر سکیں اور مزید معلومات کی ضرورت پڑے۔

میڈیا سے نشر شدہ ''غلط فہمیاں''

غیر مسلموں کے اذہان میں جنم لینے والی ''اسلامی غلط فہمیوں'' کا منبع و ماخذ وہ گمراہ کن معلومات و اطلاعات ہیں جو مغربی میڈیا کے ذریعے پھیلائی جا رہی ہیں۔ چاہے وہ بین الاقوامی سیٹلائٹ کی شکل میں ہو' چاہے ریڈیو' ٹی وی' اخبارات' مجلّے یا کتابوں کی صورت میں' زیادہ وقت نہیں گزرا کہ انٹرنیٹ بھی میڈیا اور اطلاعات کا ایک ذریعہ بن گیا ہے۔ گو انٹرنیٹ کسی فرد واحد کے قبضے میں نہیں اس کے باوصف یہاں اسلام کے بارے میں بڑی مقدار میں زہر انڈیلا جا رہا ہے۔ مسلمان بھی اسلام اور مسلمانوں کی صحیح عکاسی کے لیے میدان میں اتر آئے ہیں لیکن تصویر اسلام اور مسلمانوں کے مسخ کرنے والوں کے مقابلے میں وہ ''معرکہ بدر'' کے تناسب سے بھی کم ہیں۔ مجھے اللہ سے امید ہے کہ مسلمان انٹرنیٹ پر اسلامی سرگرمیوں کو زیادہ سے زیادہ فروغ دیں گے اور سچ کی عکاسی ہوگی۔

غلط فہمیاں وقت کے ساتھ بدل جاتی ہیں

اسلام کے متعلق عمومی غلط فہمیاں مختلف ادوار میں مختلف رہی ہیں۔ یہ بیس (20) اعتراضات وسوالات کا مجموعہ، عصر حاضر سے ہم آہنگ ہے۔ کئی عشروں قبل ان اعتراضات کی نوعیت قطعاً مختلف تھی اور کئی سالوں بعد شاید ان الزامات وسوالات کی نوعیت کچھ سے کچھ ہو کر سامنے آئے۔ دراصل یہ سوالات کا مجموعہ ''میڈیا'' ترتیب دیتا ہے۔

غلط فہمیاں پوری دنیا میں یکساں ہیں

میں دنیا کے مختلف ممالک میں متنوع لوگوں سے ملا ہوں اور دیکھا ہے کہ یہ بیس (20) عمومی اعتراضات تقریباً دنیا بھر میں ایک جیسے پائے جاتے ہیں۔ ایک آدھ سوال زیادہ بھی ہوسکتا ہے جس کا بنیادی سبب ماحول' تمدن اور جغرافیہ ہیں۔ جیسے امریکہ میں ایک اضافی عمومی اعتراض ضرور کیا جاتا ہے کہ سود کیوں حرام ہے؟ اسلام اس کے لین دین سے کیوں منع کرتا ہے میں نے اس مجموعے میں ہندوستانی مسلمانوں کے عمومی اعتراضات بھی شامل کیے ہیں اس لئے کہ یہ لوگ دنیا کی آبادی کا پانچواں حصہ ہیں اور دنیا بھر میں ہر کہیں پھیلے ہوئے ہیں ان کے سوالات عموماً اس نوعیت کے ہوتے ہیں ''مسلمان گوشت کیوں کھاتے ہیں؟'' وغیرہ

ان غیر مسلموں کی غلط فہمیاں جنہوں نے اسلام کا مطالعہ کیا ہے

بہت سے غیر مسلموں نے اسلام کا مطالعہ تو کیا مگر اکثریت نے صرف وہ کتابیں پڑھیں جو اسلام دشمن مصنفوں کے قلم کی پیداوار ہیں اور اسلام کی حقیقت سے ان کا دور کا بھی واسطہ نہیں۔ ایسا کچا پکا مطالعہ کرنے والے حضرات دعویٰ کرتے ہیں کہ اسلام میں خود تردیدی پائی جاتی ہے' قرآن اپنی ہی نفی بھی کرتا ہے اور غیر سائنسی ہے وغیرہ وغیرہ تو میں نے ایسے لوگوں کے لیے اعتراضات کے جوابات بھی زیر نظر کتاب میں شامل کیے

گئے ہیں۔ علاوہ ازیں میں نے چن چن کر ایسے اہم ترین جوابات بھی اس کتاب میں شامل کر دیئے جن کے سوالات اسلام کا ''نیم مطالعہ'' کرنے والے بزعم خویش ''اسلام شناس'' حضرات اکثر و بیشتر اٹھاتے ہیں۔

یہ راز کسی کو نہیں معلوم کہ مومن
قاری نظر آتا ہے' حقیقت میں ہے قرآن

قدرت کے مقاصد کا عیار اس کے ارادے
دنیا میں بھی میزان' قیامت میں بھی میزان

فطرت کا سرودِ ازلی اس کے شب و روز
آہنگ میں یکتا صفتِ سورۂ رحمان!

بنتے ہیں مری کارگہِ فکر میں انجم
لے اپنے مقدر کے ستارے کو تو پہچان!